بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذي أنزل عليك الكتاب منه آيات محكمات

آل عمران : ۷

دروس القرآن الحکیم

شیخ الاسلام محقق العصر حضرت علامہ شمس الحق افغانی

رحمہ اللہ

مرتبہ عبد الغنی عفا اللہ عنہ

جلد چہارم

مکتبہ شمس الحق افغانی

شاہی بازار ، بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ

آل عمران : ۷

دُرُوسُ القرآنِ الحکیم

درس

شیخ الاسلام محقق العصر حضرۃ علامہ سید شمس الحق افغانی

مرتبہ

عبد الغنی عفا اللہ عنہ

جلدِ چہارم

مکتبہ شمس الحق افغانیؒ

شاہی بازار ، بہاولپور

نام کتاب	دروس القرآن الحکیم جلد چہارم
افادات	حضرت علامہ سید شمس الحق افغانیؒ
ناشر	مکتبہ سید شمس الحق افغانیؒ شاہی بازار، بہاول پور
مطبع	
قیمت	

عرضِ حال

محترم قارئین کرام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے (دروس القرآن الحکیم) کی جلد چہارم شائع ہو چکی ہے۔ یہ جلد چہارم ۳۴ دروس پر مشتمل ہے۔ اس سے پہلی تین جلدوں میں سے دو جلد تعوذ، تسمیہ اور تیسری جلد سورۃ فاتحہ کے دروس پر مشتمل تھیں۔ اور اب اس جلد چہارم سے سورۃ بقرہ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

بندہ: عبدالغنی عفا اللہ عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

درس نمبر ۱
۵ ستمبر ۱۹۶۵ء

حکمتِ مقطعات

آج سورۃ بقرہ کا پہلا درس ہے یہ قرآن پاک کی دوسری سورۃ جو دوصد 86 آیتوں اور چالیس رکوع کی مدنی سورۃ ہے اس سورۃ کی ایک خاص فضیلت ہے ایک تو یہ پورے قرآن میں لمبی ہے دوم یہ کہ جسقدر دین کے احکام اس میں ہیں اور کسی میں نہیں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اہم صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ جو سورۃ بقرہ کا عالم ہوجاتا تھا اسکی عزت ہمارے دلوں میں بڑھ جاتی تھی۔ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ لکل شیئ سناماً وسنام القرآن سورۃ البقرۃ ہر چیز میں کوئی چیز بلند مقام رکھتی ہے قرآن میں بلند سورۃ بقرہ ہے ایک امام نے آیۃ الکرسی کو آیۃ السردار فرمایا ہے اس کے بعد انسان کیلئے تین مقام مشکل ہیں۔ (1) قبر۔ (2) قبر سے اٹھنا۔ (3) مقام حشر میں کھڑا ہونا یہ حافظ عمادالدین رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے نقل کر رہا ہوں قبر میں نیا جہان ہوتا ہے جن چیزوں سے الفت تھی وہ سب ختم ہو گئیں تو شک نہیں کہ بہت پریشانی کا مقام ہو گا تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا اللہ میری قبر کی

پریشانیاں دور فرما ابن کثیر میں ہے کہ قبر میں ایک منور چیز روشن ہو گی جس سے تمام پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور الفت پیدا ہو گی تو اس وقت انسان دل میں سوچیگا کہ پہلے ہی آجاتا تو بہتر تھا تو اس سے پوچھا جائیگا کہ تو کون ہے جواب آئیگا کہ میں سورۃ بقرہ ہوں آپنے مجھے تلاوت کیا اور مجھ پر عمل کیا تھا تو اس لمبی برزخی زندگی میں میں تمہاری خوشی کیلئے آئی ہوں/ابن کثیر کی حدیث ہے کہ جب قبر پھٹیگی تو ایک نورانی چہرے والا شخص آئیگا یہ بھی سورۃ بقرہ ہو گی تاکہ مسلمان اس میدان قیامت میں بھی پریشان نہ ہوں۔ بخاری شریف میں سورۃ آل عمران کی بھی برابر کی تعریف ہے میدان قیامت میں سب سے بڑی چیز گرمی ہو گی جو جسم کی ہڈیاں پگھلا دے گی اس وقت سب سے اہم چیز اس گرمی سے بچاؤ ہو گا مشترک صورتیں رونما ہونگی جس طرح ٹھنڈک پیدا کرنے والا بادل ہوتا ہے تو جب تک آدمی میدان قیامت میں کھڑا رہیگا تو یہ سورۃ بقرہ و آل عمران والا بادل بھی اس کے سر پر کھڑا رہیگا دین اسلام میں جس چیز کو بلند مقام ہوتا تھا دنیا میں بھی وہ بلند مقام رکھتی تھی۔آج تو دین کی ڈگری پوچھتے ہی نہیں۔حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جماعت آئی جس سے گورنری کا انتخاب تھا پیغمبر علیہ الصلوۃ و السلام نے قرآن پڑھوایا یعنی ڈگری معلوم کرنی تھی/اکبر اللہ آبادی کے پاس ایک ساتھی ملنے آیا اس نے نام کی چٹ بھیجی جواب لکھا۔

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

ان میں ایک نوجوان آدمی تھا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو کونسی سورتیں پڑھا ہوا ہے اور یاد ہیں ان میں سورۃ بقرہ تھی تو فرمایا کہ "جاؤ تم گورنر ہو" اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی اصلاح و تنظیم میں اس سورۃ کو دخل ہے۔

ترمذی کی حدیث لا تتخذوا بیوتکم قبوراً کہ اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ۔ ہر گھر جس میں سورۃ بقرہ کی تلاوت ہو جائے شیطان داخل نہیں ہوتا اس کا پہلا لفظ الف، لام، میم ہے شریعت کی اصطلاح میں ان کو مقطعات کہتے ہیں اس میں چونکہ یہ پہلی بار آیا ہے تو روشنی ڈالتا ہوں کہ ان کا کیا معنی ہے اس کے متعلق دو رائے ہیں حضرات صحابہ کرامؓ و تابعین رحمۃ اللہ علیہم و علماء کرام کے ہاں حروف مقطعات نامعلوم المعنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور بعضوں کی رائے ہے مثلاً مجاہد ضحاک اور اعمش جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں اور ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ ان کے معنی ہر شخص نہیں جانتا پختہ عالم جانتے ہیں رائے اول صحیح ہے اللہ ہی اس کے علم والے ہیں۔ ان حروف مقطعات کا معنی کوئی عقل سے نہیں نکال سکتا بلکہ نقل سے ہوتا ہے جس طرح درجہ بدرجہ چلا آرہا ہے تو ہمیں کیا معلوم پانی کیا ہوتا ہے تو لغت عربیہ میں حروف مقطعات کا کوئی معنی نہیں جسطرح حروف ابجد کا

کوئی معنی نہیں/بغیر ملائے چند حروفوں کے اور نہ ہی وحی کے ذریعہ
ان کا معنی بتلایا گیا ہے۔ دیکھو الفاظ مقطعات کی کل تعداد چودہ ہے
پہلی سورۃ بقرہ ہے اس میں تشریح و تفسیر کی پوری کوشش کروں
گا۔ الف لام میم کا معنی اللہ ہی جانتا ہے قرآن/و اُخر متشابہات کہ
بعض آیتیں متشابہہ معنی رکھتی ہیں جنکے دلوں میں بیماری ہے وہ
محکمات کو چھوڑ کر متشابہات میں پڑ جاتے ہیں اور ان متشابہات کی
حقیقت کو صرف اللہ ہی جانتے ہیں۔ اکثریت نے یہی ترجمہ کیا
ہے جو میں نے کیا ہے۔ یعنی جن کو اللہ نے پختہ علم دیا
ہے وہ کہتے ہیں کہ سب کا علم اللہ کے پاس ہے اور اقلیت والے
راسخوں کو اللہ پر پھیرتے ہیں بہر حال قبل والی صورت درست ہے
اب دونوں صورتوں پر الف لام میم کی تشریح ہو گی۔ ایک سوال
پیدا ہوا کہ جب ایک چیز کے معنی ہی نہیں تو اس کا آنا تو عبث
ہوا جواب کہ اسلام میں کچھ احکام عقیدہ اور کچھ اعمال اور کچھ معاملات
سے تعلق رکھتے ہیں یہ آپ یاد رکھیں کہ قرآن میں ایسے احکام جن پر
ہم نے عمل کرنا ہے ان میں کوئی شبہ نہیں مثلاً صوم و صلوۃ، حج و
زکوۃ وغیرہ تو جن پر عمل کرنا ہے وہ سب محکمات ہیں اور
متشابہات وہ چیزیں ہیں جن پر عمل کرنا مقصود نہیں تو ان کا معنی
جاننا ضروری نہیں باقی یہ کہ مقطعات کا نازل کرنا بیکار ہے یہ غلط
ہے بیکار وہی ہوتا ہے جس میں کوئی حکمت نہ ہو اور کوئی فائدہ نہ ہو
اور فائدہ معنی میں بند نہیں کوئی بھی ہو سکتا ہے جو اللہ کے علم میں ہو

کیونکہ ہر چیز کے فائدے مختلف ہوتے ہیں مثلاً (1) امتیاز کلام الہی عن کلام انسانی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے قرآن پیش کیا مومنین کی رائے ہے کہ یہ کلام اللہ ہے اور کفار کی رائے ہے کہ یہ کلام بندہ ہے جس کو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذہن سے بنایا ہے۔ دیکھو آدمی جو چیز بناتا ہے اس کا نمونہ دنیا میں موجود ہوتا ہے تو اللہ تعالی نے بعض سورتوں میں ایسے الفاظ استعمال فرمائے جن کا استعمال اور ایسے انداز کا کلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بعد میں نہیں ہؤا تو کم از کم عرب کے لئے بھی یہ دلیل ہے کہ یہ کلام خدا کا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نہیں کیونکہ اگر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا تو حروف مقطعات نہ ہوتے کیونکہ حروف مقطعات انسانی کلام میں نہیں آتے تو حروف مقطعات کے آنے سے طرز جدید نازل ہو گئی اگر عام الفاظ ہوتے تو یہ خاص فائدہ نہ ہوتا/دوسرا فائدہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری پر ایک خاص دلیل دینا ہے کہ الف لام میم کا طریقہ الگ اور ذالک الکتاب کا طریقہ الگ اب اس بات پر دوست دشمن کا اتفاق ہے کہ آپ اُمّی تھے وہ کسی چیز کو لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے اگر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی نہ ہوتے تو کفار کہتے کہ قرآن میں اُمّی آیا ہے مگر آپ تو فلاں کے شاگرد ہیں لیکن ایسے اُمّی پر ہزاروں علماء قربان ہوں ان پڑھ کا قاعدہ یہ کہ اپنی مادری بولی کے جملوں کو تو پڑھ سکتا ہے مگر ہجے نہیں کر سکتا پڑھا ہؤا ہجے

کر سکتا ہے اب قرآن میں مقطعات آئے جس طرز سے آئے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرز سے پڑھا ہو گا تو یہ الفاظ تلاوت کر کے یہ ماننا پڑیگا کہ یہ الفاظ اللہ نے پڑھائے ہیں کیونکہ یہ انسانی کلام نہیں۔

(3) فائدہ یہ کہ اعتیاد اعتراف بالجہل کہ انسان میں عادت ڈالنا کہ تم نادانی کا اعتراف کرو دیکھو آدمی میں حرص ہے کہ میں سب کچھ جانوں اور یہ بعض اوقات پستی میں ڈالتا ہے کیونکہ ہر ایک کا علم برابر نہیں ہو سکتا اب اگر چھوٹا یہ وعدہ کرے کہ میں بڑے کے علم کو جانوں تو پھسل جائیگا سب سے بڑے علم والا اللہ ہے تو کچھ اسکی باتیں اوپر درجہ کی ہونگی جنکو ہم نہیں جانتے تو دین کی کچھ باتیں ایسی ہونگی کہ بڑے علم والا اللہ جانتا ہو گا ہم نہ جانتے ہونگے۔ یہ خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ بہت سی چیزیں صحیح ہیں مگر ذہن میں نہیں آسکتیں مثلاً ایٹم بم کے نظام کو دیکھو صحیح ہے مگر عام لوگ نہیں جانتے ان کی سمجھ میں نہیں آسکتی اسی طرح اللہ کی صحیح باتیں کچھ ایسی ہونگی کہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اگر کوئی کوشش کریگا کہ میں معلوم کروں تو نقصان ہو گا۔ الف، لام، میم سے ثابت کر دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور ان کا معنے ہے مگر اللہ رب العزۃ کے علم میں ہے۔

علم کے دو درجہ ہیں ضروری اور غیر ضروری،

ضروری یہ ہے کہ دین و دنیا کی سمجھ کیلئے علم سیکھنا اور اگر اس سے زیادہ میں پڑ گئے تو نقصان ہو گا مثلاً اللہ ہے اگر اس سے آگے جاؤ گے کہ وہ کیا کرتا ہے؟ کیا ہے؟ تو اس سے نقصان ہو گا کیونکہ آپ کی حد ہے کہ اللہ ہے آگے نہیں جانا۔ اکبر مرحوم

کیوں خدا کے باب میں بحثوں کی اتنی دھوم ہے
ہست میں شبہ نہیں چیست نامعلوم ہے

ایک شخص میرے پاس آیا کہ عذاب قبر حق ہے۔ اور فرشتہ روزانہ کئی جانیں نکالتا ہے۔ مگر دکھائی نہیں دیتا اس شخص نے کہا کہ نقشہ معلوم ہونا چاہیے میں نے کہا کہ یہ تو آخرت کی چیز ہے ہمیں تو دنیا کی چیزوں کا علم نہیں میز پڑی تھی میں نے کہا یہ کیا ہے کہنے لگا میز تو میں نے کہا آپ یہ کس طرح دیکھ رہے ہیں کہا کہ یہ پتہ نہیں دیکھو جسطرح آنکھیں دو ہیں اور چیز ایک نظر آتی ہے پھر میں نے کہا کہ ہمیں تو دنیا کی چیزوں کی حکمت کا علم نہیں ہے مثلاً اگر ایک آنکھ پیچھے ہوتی اور ایک آگے تو اس میں کیا حرج تھی میں نے اس کو کہا کہ آج سے اقرار کر لو کہ بندہ جاہل ہے بس جتنا علم اللہ تعالیٰ دیدے۔ تمام علوم اللہ رب العزت کے پاس ہیں۔

درس نمبر۲
۱۰ستمبر ۱۹۶۵ء

حکمتِ مقطعات ۲

اس سے پہلے درس میں الف لام میم کی اور حروف مقطعات کی حکمت بتلا دیگئی ہے۔ ایک گروہ مجاہد ضحاک اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ پختہ علماء ان حروف کا معنی جانتے ہیں تو ایسی صورت میں پھر الف، لام، میم کا کیا معنے ہونگے انہوں نے چند معنے کئے ہیں ان حروف میں اللہ رب العزۃ کی طرف اشارہ ہے دوم وسطہ نزول یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اور سوم جن پر نازل فرمایا گیا یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

الف سے مراد اللہ جل جلالہ اور لام سے مراد جبرائیل علیہ السلام اور میم سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا معنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی فوض الکبیر میں ہے کہ اللہ تعالی نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ الف، لام، میم تین حرف ہیں پہلا حمزہ ہے اس کا مقام حلق ہے دوسرا لام اس کا مقام درمیان دہن ہے اور میم دو لبوں کے ملنے سے ادا ہوتی ہے ان تین حرفوں میں سے پوشیدہ مخرج الف کا ہے اور درمیان میں لام کا ہے اور آخر میں

ظاہر میم کا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے تین درجہ ہیں۔(1) ایک غیب الغائب۔ (2) غائب۔ (3) شہادۃ یعنی کھلے طور پر اول مقام رب العزۃ کا ہے غیب الغائب یہ درجہ جس طرح حمزہ کا مخرج پوشیدہ ہے اس کے بعد جب حضرت جبرائیل علیہ اسلام پر عطا ہوا تو یہ نصف غائب رہا کیونکہ اب مخلوق کے پاس آ گیا ان کے بعد جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تو آپ نے اپنے لبہائے مبارک سے ادا کیا۔ یہ ہے مقام شہادۃ یعنی کھلے طور پر ہم تک قرآن کی رسائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوئی۔ جس طرح ایک آدمی کہے کہ آگ گرم ہے یہ ایک حکم ہے اور دوسرا اس کے پاس بیٹھ کر اس کی تپش معلوم کرتا ہے تو اب اس نے خوب جان لیا کہ آگ گرم ہے اسی طرح ہمارے دین کا خلاصہ بھی تین چیزیں بیان کرتی ہیں۔ (1) شریعت۔ (2) طریقت۔ (3) حقیقت میں سب سے کھلا مخرج رکھتا ہے شریعت کھلی چیز ہے اس کے معنی یہ کہ اللہ کے ماموریات بجا لانے اور منہیات سے رکنا شریعت پر عمل کرنا ہے ایک محبت کی کیفیت اللہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ شریعت کے مطابق ہو تو پھر آدمی اللہ کی محبت کیلئے بے چین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد تیسرا یہ کہ اللہ کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ معنی یہ کہ اللہ تصور ذہن پر ایسا غالب ہو جاتا ہے کہ دوسرے تصور ذہن سے اتر جاتے ہیں اور اصلی دیکھنا اللہ تعالی کا آخرت میں

ہو گا۔ عمل شریعت اور محبت جو پیدا ہو جائے اس کو طریقت اور جب اللہ کا تصور غالب آجائے تو یہ ہے حقیقت/کہ اللہ کا مشاہدہ غالب آجائے آگے ارشاد ہے ذالک الکتاب یہی کتاب ہے اور کوئی کتاب ہی نہیں وجہ یہ کہ بڑی چیز کے آگے چھوٹی چیز گم ہے آدمی موم بتیاں جلائے اور آفتاب بھی چمکے تو کہنا پڑتا ہے کہ روشنی یہی ہے یعنی ناقص، کامل کے آگے گم ہو جاتا ہے۔ تو ذالک الکتاب میں قرآن کریم کے کامل ہونیکا بیان ہے۔ اب میں کاملیت کی صرف ایک وجہ بیان کرتا ہوں۔ یہ کتاب کامل ہے اور کوئی کتاب کامل نہیں دیکھو معمولی مصنف کی کتاب کی حیثیت علامہ اقبال کی کتاب کے سامنے گم۔ اس کتاب کا مصنف اللہ رب العزۃ ہیں باقی گم، تو مصنف کے اعتبار سے کامل/ذالک الکتاب یہی کامل کتاب ہے کس سے؟ عدل کامل سے/انسان جب دنیا میں آیا تو اس کو عدل وانصاف کی ضرورت ہوئی اور جورو ستم سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اگر یہ کتاب جاری ہو جائے تو عدل و انصاف آگیا اور جورو ستم ختم ہو گیا عدل صرف مسلم کے حق میں نہیں غیر مسلم کے حق میں بھی ہے۔ شنان قوم الخ اے مسلم! کفار کی دشمنی اس بات پر نہ چھوڑے کہ انصاف نہ کرو بلکہ انصاف کرو۔ تو قانون عدل کے لئے قوۃ ضروری ہے اس لئے اسلام نے جہاد فرض کیا کہ اگر مسلمان کے پاس قانون ہے تو قوۃ ہو اور قوۃ جہاد سے ہوتی ہے قرآن قوۃ کی حفاظت کرتا ہے قرآن اس لئے حفاظت کرتا ہے کہ

قرآن نے مسلمان کے سامنے قانون جہاد کو پیش کیا تو مسلمان قوی ہو گئے اور قوۃ حاصل ہوئی تو مسلمان نے قرآن کو پھیلایا۔

قرآن ایک ایسے مرحلہ میں آیا کہ صرف ایک ذات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا پھر رفتہ رفتہ۔ امام اعظم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بوڑھوں میں حضرت صدیقؓ اور لڑکوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، غلام کے اعتبار سے حضرت زید بن حارثؓ نے اسلام قبول کیا آپ نے دیکھا کہ باوجود کم تعداد کے قرآن نے ایسی قوۃ بخشی کہ مسلمان جگہ جگہ پھیل گئے۔

این دو قوت حافظ یکدیگراند
کائنات زندگی رامحور زند

تمام کائنات کی زندگی ان کے اردا گرد چکر لگاتی ہے کہ یہ محفوظ رہے اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس قرآن کو آگے بڑھائیں کہ اللہ جل جلالہ نے آخری چیز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے ذریعہ ہم پر اتاری۔

نوع انسان راپیام آخریں
حامل او رحمۃ للعلمین

کہ یہ کام جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ آپکے ذمہ ہے۔

خدمت ساقی گری باما گذاشت

دادمارا آخری دام گذاشت
لانبی بعدی زاحسان خداست
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

پیغمبری کے دروازہ کو بند کرنے سے بہت فائدے ہوتے ہیں۔

دیکھو جہاد تو سبحان اللہ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شاملِ جہاد ہوتے تھے۔

آج کل بھی جہاد ہے یہ میری اور آپ کی خوش قسمتی ہے کہ بہت لوگ گذر گئے کہ عرصہ دراز سے جہاد کا دروازہ بند تھا ان کو جہاد نصیب نہیں ہوا مگر آج ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ پورا پاکستان میدان جہاد بنا ہوا ہے (یہ 1965ء کی بھارت سے جنگ کا موقعہ ہے)۔ مسلمان کو جب جہاد کا موقعہ ملتا تھا تو وہ ایسے خوش ہوتے تھے کہ جس طرح دولہا شادی سے خوش ہوتا ہے تو یہ مسرت کا مقام ہے پریشانی کا مقام نہیں۔ دیکھو جس چیز کی مدت سے تلاش تھی اور امید تھی وہ آپہنچی۔ دیکھو اسلام کے تمام مامورات بجالاؤ مگر یہ مختصر راستہ جہاد کا ہے کہ ادھر جان دیدو اور پھر جنت میں جان لیلو۔ ایک بزرگ نے حضرت حاجی امداد اللہ مکی رحمتہ اللہ علیہ سے دعا کیلئے عرض کی کہ دعا کرو کہ جہاد کا مختصر راستہ حاصل ہو جائے موت کا لمبا راستہ ہم سے طے نہیں ہوتا۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں جہاد میں جان و مال خرید کرونگا اور اس کے عوض میں جنت دونگا۔ جہاد کے میدان میں

غوطہ لگاؤ اور سر جنت میں نکالو۔ (قرآن) جب میں نے شہید سے وعدہ کیا تو تم بتاؤ کہ کائنات میں اللہ سے بڑھ کر کوئی وعدہ پورا کرنیوالا ہے تم خوشی مناؤ اس خرید و فروخت پر جو تم نے اللہ سے کی ہے کہ جہاد میں جان و مال دیا اور جنت خرید کی تم نے ٹھیکر دیکر ہیرا لیا۔ تو ایسی خرید و فروخت میں کون خوش نہ ہو گا۔

خدا وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا مگر ہم وہ مسلمان نہیں۔ ابھی تعطیلات کے زمانہ میں یاغستان گیا وہاں فوجی آفیسر ملے جو جنگ میں شریک تھے ان سے معلوم ہوا کہ ایک پہاڑی سے بھارت کا توپخانہ چل رہا تھا تو ایک لڑکے نے کہا کہ میں بغیر رائفل کے ان کو قید کر لاؤنگا تو نشیبی جگہ سے چل دیا کچھ دیر کے بعد سات سکھوں کو گرفتار کر کے لایا ان قیدیوں نے کہا کہ جب یہ آیا تو اس کے دائیں بائیں بہت فوج تھی تو ہم قیدی بننے پر مجبور ہو گئے مگر اب وہ فوج نظر نہیں آتی۔ یہ تھی غیبی امداد۔

جنگ موتہ کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو روم کی جانب روانہ کیا۔ سب فوج سوار تھی مگر خود پیدل چلتے تھے اور وصیت فرماتے تھے کہ پہلا سپہ سالار زیدؓ ابن حارث اس کے بعد حضرت علیؓ کے بھائی ان کے بعد عبد اللہ ابن رواحہ اس کے بعد مسلمان جس کو چاہیں بنا لیں۔ ایک یہودی عالم موجود تھا اس نے کہا کہ یہ تینوں شہید ہو جائینگے۔ قیصر روم کی 2 لاکھ اور ساٹھ ہزار فوج تھی بعض نے چاہا کہ حضور علیہ السلام نے کم فوج بھیجی ہے ان سے

اور امداد طلب کریں بعض نے کہا کہ ہم تعداد اور اسلحہ سے نہیں لڑتے بلکہ خدا کے بھروسہ پر۔ تو سب نے اسی پر اتفاق کیا۔ خیر حضرت زیدؓ ابن حارث شہید ہوئے پھر جھنڈا حضرت علیؓ کے بھائی نے سنبھالا پھر ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو بایاں میں سنبھالا پھر وہ کٹا تو منہ میں دبایا ان کے بعد حضرت عبد اللہ ابن رواحہ نے سنبھالا ان کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ زبردستی کود پڑے اور جھنڈا سنبھالا۔ نئی طرح ترتیب دیکر تین دن کے بعد فتح حاصل کی۔ ایک بات یاد آئی کہ اس موقعہ پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا تھا کہ قیصر تو ناپاک جگہ کیلئے لڑ رہا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ قیصر روم نے حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا آپ نے ایک عالم کو کہا کہ جواب دو تو انہوں نے جواب دیا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کے پجاریو! تم تو اس کی پوجا کرتے ہو جو ہمارے معبود کی مخلوق ہے۔ اسی طرح آج کل ہندوستان۔ ہندو کا معنی ہے غلام جو قوم گائے، گوبر اور بول کی پجاری ہے آج ہماری غلطی سے ہمارے ملک پر بم برسا رہی ہے۔ آج مجاہد لڑ رہے ہیں۔ چند باتوں کا خیال رکھو ایک تو گناہوں سے توبہ کر لو (2) یہ کہ صدق قلب سے ارادہ کر لو کہ ضرورت پر ہم بھی جہاد میں شامل ہونگے۔

حدیثؐ میں آیا ہے کہ ایسے شخص کو شہیدوں کا درجہ ملیگا اگرچہ بستر پہ مرے۔ حدیثؐ کہ جس نے غازی کو سامان بھیجا یا اس کے پیچھے اس کے گھر بار کی خدمت کریگا وہ بھی غازی ہے۔

درس نمبر ۳
۱۲ ستمبر ۱۹۶۵ء

بلاغی دلیل

دنیا جہان میں یہی کامل کتاب ہے اس کے مقابلہ میں اس درجہ کی اور کوئی کتاب نہیں۔ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر میں لکھتے ہیں۔ حدیث کی روایت کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ فضل کلام اللہ علی سائر کلامہ۔ اللہ کی کلام تمام کلاموں پر برتر ہے۔ جس طرح اللہ رب العزۃ مخلوق سے بڑے ہیں اسی طرح ان کا کلام پاک بھی تمام کتابوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بستان المصنفین میں فرماتے ہیں کہ تصنیف کا اندازہ مصنف سے ہوتا ہے۔ یہ بات کہ یہ کلام اللہ کا کلام ہے اس کی بیشمار دلیلیں ہیں ان میں سے چند ایک پیش کرتا ہوں جن میں آج دلیل بلاغی کا ذکر ہوگا۔

جتنے بھی پیغمبر علیہ السلام ہو گزرے ہیں ہر ایک کو معجزے عطا ہوئے ہیں۔ وہ سب اپنے وقت پر ملے اور گزر گئے ماسوا اسکے کہ ان کا الٰہی کتابوں میں تذکرہ موجود ہے مطلب یہ کہ وہ وقتی طور پر تھے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو

ایک معجزہ ایسا ملا کہ جو رہتی دنیا تک رہیگا وہ علمی معجزہ ہے یعنی قرآن پاک، یوں تو دنیا میں قرآن کے علاوہ سیکڑوں ہزاروں کتابیں موجود ہیں مگر یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ آج موجودہ توراۃ وغیرہ کے نسخے تبدیل کر دئے گئے ہیں ان کو الٰہی کتاب نہیں کہا جا سکتا۔ دیکھو اگر کسی سے پوچھا جائے کہ یہ سورج، چاند، آسمان، زمین کس نے بنائے ہیں تو وہ کہیگا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اگر اس سے بائیسکل، موٹر، اور ہوائی جہاز کے متعلق پوچھو کہ یہ کس کی مصنوعات ہیں تو وہ کہے گا انسان کی۔ تو ہم نے ایک اندازہ قائم کر دیا کہ جو چیز انسان نہ بنا سکے وہ خدا کی اور جو انسان بنا سکے وہ انسان کی ایجاد ہے۔ تو ایک مصنوعات الٰہیہ اور ایک مصنوعات انسانیہ ہوئیں۔ تو قرآن جب آیا تو کسی نے قبول نہ کیا پوری دنیا مخالف بن گئی تو اس وقت قرآن نے چیلنج پیش کیا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو بسورۃ من مثلہ۔ عرب اپنے ماسوا کو عجم یعنی گونگا بولتے تھے تو قرآن نے بھی صاحبان کمال کو چیلنج کیا کہ کوئی آیت بنا لاؤ تو عرب کی غیرت کو اس چیلنج نے کیسی آگ لگائی ہوگی کہ ایک اُمی شخص کہتا ہے کہ ایک آیت تو بنا لاؤ۔ تو تمام عرب کی کوشش تھی کہ قرآن کو شکست دی جائے اور اس کا نہایت ہی آسان راستہ خود قرآن نے بتا دیا کہ میرے مطابق صرف ایک سطر بنا دو بس میری شکست۔ مگر پورا عرب اس راستے کو ترک کر کے میدان کارزار میں اتر پڑا جس میں جان، مال، رشتہ دار وغیرہ کے ختم

ہونے کا یقینی امکان ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ عرب باوجود اہل کلام ہونے کے بھی ایک سطر بنانے پر بھی مجبور ہے۔ چونکہ عرب باحیاء اور فہم سلیم لوگ تھے جب انہیں یقین ہو گیا کہ ہم قرآن کے برابر آیت نہیں بنا سکتے تو جھوٹی اور غلط عبارت بنانے سے بھی پرہیز کیا۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی مگر دیکھو عیسائی عربی کے بڑے عالم گذرے ہیں۔ یہ المنجد لغت کی کتاب یہ ایک عیسائی کی تصنیف ہے اور یہ بھی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ امریکہ 28 کروڑ ڈالر سالانہ اس بات پر خرچ کرتا ہے کہ مسلمان آپس میں لڑیں تو انہوں نے بھی خلط ملط عبارت بنانے سے پرہیز کی مگر ایک ہندو بے وقوف نے مجھے کہا کہ میں نے قرآن کے برابر ایک آیت بنائی ہے تو مناظرہ ہوا تو ہندو نے کہا الرحمن ماالرحمن وما ادراک ماالرحمن ماالرحمن الاالسلطن میں نے اس کو جواب دیا کہ اگر نون لگانے سے قرآن بن جاتا ہے تو یہ عبارت بھی ساتھ لگا دو کہ "رام چندر کی دکان" تو اس پر وہ بوکھلا گیا تو یہ بے وقوف قوم ہے اس نے یہ غلط جرأت کی۔ پادری فنڈر اور اسکاٹ نے کہا ہے کہ عرب بنا تو سکتے تھے مگر انہوں نے بنائی نہیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ جب ان کی ٹکر صرف قرآن سے تھی اور وہ اہل کلام بھی تھے تو فصیح عرب کی غیرت کو قرآن کا چیلنج تھا کہ فأتو بسورة من مثله کہ اگر تم بنا سکتے ہو تو ایک آیت بنالاؤ تو اس غیرت کے موقعہ پر بھی نہ بنایا تو کب بنائیں گے مطلب یہ کہ آج ہماری بھارت سے

جنگ ہے تو ہم یہ کہیں کہ ہم بھارت کو ہرا تو سکتے ہیں مگر شکست دیتے نہیں۔ ایک مثال پیش کرتا ہوں مثلاً ایک آدمی جنگل میں جا رہا ہے اس کے ہمراہ مشکیزہ بھی ہے اس کو پیاس لگی اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے دی تو ہم کہیں گے کہ اس کے پاس پانی نہیں ہو گا۔ دوسرا صاحب کہے گا کہ نہیں بلکہ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا مگر پانی پینا نہیں چاہا۔ تو عرب جو قرآن کی دشمنی میں جنگوں میں کٹ گئے تو ایسے وقت میں قرآن نہ بنایا تو کب بنائیں گے۔ ایک آریہ نے کہا کہ فیضی نے بے نقط تفسیر لکھی ہے اس بیوقوف سے پوچھو کہ قرآن اور تفسیر میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ فیضی تفسیر کے ابتدا میں لکھتا ہے کلام اللہ لاحد لمحامدہ ولاحد لمکارمہ یہ بلاغی دلیل ہو گئی اور بڑی بات یہ ہے کہ یہ دلیل اب تک قائم ہے لاکھوں عیسائی اب بھی ایسے موجود ہیں جو عربی کے نامور عالم ہیں اور عربی ان کی مادری زبان ہے وہ کہتے ہیں کہ چاند اور آسمان پر جانا تو ممکن ہے مگر قرآن سازی کی ایک آیت ناممکن ہے۔ ایک نومسلم سے پوچھا گیا کہ کس چیز سے متاثر ہو کر تو ایمان لایا ہے اس نے کہا کہ میں نے تمہارے قرآن کا مطالعہ کیا تو مجھے قرآن ساز یعنی اللہ تعالیٰ کا آرڈر نظر آیا یاارض ابلعی مائک ویاسماء اقلعی کہ اے زمین تو پانی نگل جا اور اے آسمان تو تھم جا۔ تو میں نے سمجھا کہ یہ آرڈر انسان نہیں دے سکتا یہ کوئی اور ہستی ہے اس لئے مسلمان ہو گیا۔

(2) دوسری دلیل تغلب سیاسی یعنی غلبہ سیاسی۔

دشمنان عرب کا اتفاق ہے کہ عرب قبل القرآن اور بعد القرآن میں بڑا فرق تھا۔ نزولِ قرآن سے قبل عرب اس قدر منتشر تھا کہ ایک شخص کی اونٹنی کسی کے کھیت میں گھس گئی تو دونوں قبیلوں کی لڑائی ایک سو بیس سال تک رہی۔ حالی کہ عرب کا مزاج ہی ایسا تھا۔

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو لڑ بیٹھتے تھے
سمجھتے تھے نہ ہرگز جب جھگڑ بیٹھتے تھے

کرۂ ارضی میں عرب قوم کے ماسوا بے اتفاقی کسی میں نہ تھی۔ معاشی حالت بھی درست نہ تھی۔ بوادٍ غیر ذی ذرعٍ عند بیتک المحرم کیونکہ معاشی حالت درست نہ تھی۔ تیسری چیز قوم کیلئے سامان قوۃ ہے وہ اتحاد اور معاشی حالت کی درستی سے ہو سکتی ہے (4) صنعت طاقت کیلئے صنعت کا ہونا ضروری ہے قبل القرآن عرب میں آلات وغیرہ کا کوئی کارخانہ نہ تھا مثلاً تلوار کو مہند کہتے تھے یعنی ہند کی بنی ہوئی یعنی ہندوستان میں تلوار بنتی تھی اسلئے اس کو مہند کہتے تھے۔ (5) چیز قوۃ کیلئے تعلیم ہے عرب میں تعلیم بھی نہ تھی۔ اتحاد، رزق، صنعت، تعلیم یہ چاروں چیزیں عرب میں قبل القرآن نہ تھیں اسلئے جو ملک بھی چاہتا انہیں پیس ڈالتا۔ قیصر و کسریٰ کے درمیان عرب پس رہے تھے۔ قرآن آیا کالج و سکول وغیرہ نہ تھے۔ اصحاب صفہ کیلئے کھجور کے چھڑیوں کا کمرہ ہوتا تھا کئی دنوں بعد ایک دانہ کھجور کا کھانے کو ملتا تھا۔ ایک مؤرخ نے لکھا

ہے کہ مختصر کپڑے پہننے والے اور تیسرے چوتھے دن خرما کا دانہ کھانے والے مدینہ منورہ میں ان کی تعداد تقریباً 4 صد تھی یہ حضور کریم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم سے علم حاصل کرتے تھے۔ کیا پتہ تھا کہ یہ حضراتؓ دنیا کا کایا پلٹ دینگے۔ کسی نے کہا کہ اسلام فقیری سے بلند ہوا ہے۔

اگر جہاں میں میرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے سکندری سے نہیں

وہ فقیر تو تھے لیکن ان میں جو قرآن کی روح بھر دی گئی تھی اس کی نسبت ایک ایک شخص دنیا کا جواب بن گیا۔ ان میں سے ایک حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ تھے ان کو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ غیر مسلموں کو کہدو کہ یا تو ایمان لاؤ یا جزیہ دو اور یا جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ یہ چیلنج ایسے تھا جس طرح ریاست بہاول پور امریکہ کو چیلنج دے کہ میرے ساتھ لڑو۔ تو انہوں نے کہا کہ تم بتوں کی پوجا نہ کرتے تھے؟ کیا تم حرام نہ کھاتے تھے؟ کیا تم جواری نہ تھے؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ یہ سب درست ہے مگر یہ معاملہ قرآن سے قبل تھا اب قرآن کا زمانہ ہے۔ فرمایا کہ سنبھل جاؤ ہمارے آدمیوں کو قرآن کے بعد موت سے اتنی محبت ہے کہ جس طرح ایرانیوں کو شراب سے۔ بہرحال آپؐ کے 13، 14 سال بعد صحابہ کرامؓ نے کسریٰ و قیصر کو فتح کیا۔ حدیثؐ میں ہے کہ

جب قرآن کے ماننے والے قیصر و کسریٰ کو ختم کر دیں گے تو یہ سلطنتیں پھر نہ رہیں گی۔ یہ علاقے آج تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں تو اس تغلب سیاسی کا کیا سبب ہے اور چار چیزیں جن سے قوم ترقی پاتی ہے وہ مادی چیزیں ہیں ان میں عرب کمزور تھے یعنی مادی اسباب نہ تھے بلکہ روحانی اسباب تھے۔ وہ یہ کہ قرآن نے ان کے دلوں کو اللہ سے پیوست کر دیا تھا اور جو اللہ سے جڑ جائے تو وہ منور ہو جاتا ہے۔ جس طرح بلب بجلی کی تار سے جڑ جائے۔ ایک انگریزی اخبار نے پاکستانی فضائیہ پر مضمون لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلحہ اور انسانی تعداد فیصلہ کرنیوالی چیز ہے لیکن اس سے زیادہ انسان کے دل کی طاقت فیصلہ کن چیز ہے۔ میدانِ جنگ میں۔ (1) اسلحہ۔ (2) انسانی ہاتھ اور ان کو حکم دیتا ہے دل و دماغ معلوم ہو گیا کہ انسانی اعضاء کے چلانے والے دل و دماغ ہیں اگر دل و دماغ میں اللہ کی طاقت بھر دی جائے تو ایک دل لاکھ دلوں کا کام دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کم تعداد والے صحابہ کرامؓ نے زیادہ کو فتح کیا ہے کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً تو آخری فیصلہ قوت قلب پر اور قوت قلبی اخلاق سے ہے۔ میں تو کہتا ہوں یا اللہ امریکہ اخلاقی کمینہ ہے اس کا اخلاقی جنازہ نکل چکا اللہ اس کو برباد کرو۔ اب دیکھو دنیا کی سب سے بڑی قوت ہے۔ شمالی کوریا میں پٹا اور اب ویت نام میں مار کھا رہا ہے۔ یہ بدماغ یہ نہیں جانتا کہ اللہ

نے تمہارے خلاف فیصلہ کر لیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امریکہ کا جنگی سامان پاکستان کے قبضہ میں آجائے تو تمام دنیا پر غلبہ پاسکتا ہے کیونکہ مومن کے پاس جو قوت قلبی ہے اس کی نظیر نہیں۔ ہمارے ہاں ایک حاجی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ مجاہد پہلی جنگ کشمیر میں گئے تو کافی ہندو گرفتار کر لائے۔ ان سے پوچھا کہ تم مقابلہ کیوں نہیں کرسکتے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان کی کوک کا مقابلہ نہیں کرسکتے یعنی مسلمان جو نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں تو ہمارے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔

درس نمبر۴
۱۷ستمبر ۱۹۶۵ء

تغلّبی دَلیل

ذالک الکتاب لاریب فیہ یہ قرآن کامل کتاب ہے بلاغت کے لحاظ سے بھی کہ ساری کائنات اس کی مثال قائم نہیں کر سکتی۔ (2) دلیل تغلبی یعنی غلبہ۔اس وقت ہم سب کے سب میدان جہاد میں ہیں اس میں ہر وہ چیز جس میں مسلمان کی حفاظت اور کفار کی شکست ہو تو وہ کام کرنا فرض ہے۔ اسلامی حکومت اگر کوئی حکم دے وہ اگر شرع کے مطابق ہو اگر کوئی نہ کرے تو ایک تو گناہ انکار ہوا مثلاً حکومت کا حکم ہے کہ لائٹ بند کرو۔ یہ حکم قرآن نے بیان کیا ہے مگر پیش آج آیا ہے کیونکہ قرآن کامل ہے۔۔۔ خذو حذر کم تم تمام ان تدابیر پر پورا پورا عمل کرو جس میں تمہاری حفاظت اور بچاؤ ہو یقینی بات ہے کہ موجودہ زمانہ میں بم سے بچنے کیلئے یہ روشنی ختم کرنا ہے۔ ایک گناہ یہ ہے کہ شریعت کے مطابق حکومت کا حکم نہ مانا اور دوسرا گناہ یہ ہے کہ اگر تم نے بلیک آؤٹ نہ کیا اور انہوں نے بمباری کی اور تم مر گئے تو تم نے خودکشی کی اور تیسرا یہ کہ جتنے مرگئے ان کے قتل کے مجرم تم ہو۔ چوتھا گناہ یہ کہ اس میں

دشمن کافر کی امداد ہے اور کافر کی امداد گناہ ہے۔ بات یہ کہ حکومت ہو یا نہ ہو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عورت دودھ میں پانی ملا کر بیچا کرتی تھی جب حضرت عمرؓ کو علم ہوا تو اس سے پوچھا تو اس وقت جھوٹ تو تھا نہیں توکہا ہاں ملاتی ہوں اس وقت جھوٹ اور اسلام جدا چیزیں تھیں۔ اندلس میں عیسائی کے پاس ایک مقدمہ گیا مسلمان نے عیسائی کے ذمہ ایک ہزار روپیہ لگایا توجج نے بغیر گواہ کے مسلمان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس نے کہا کہ مسلمان جھوٹ نہیں بولتے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پانی مت ڈالا کرو اس نے کہا اچھا تو حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ایک عورت نے کہا کہ اب تو وہ فوت ہو گئے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ میں ان کا احترام موت میں بھی اس طرح کرتی ہوں جسطرح زندگی میں ان کا کیا کرتی تھی تو حکومت اگر ہو یا نہ ہو تم لائٹ بند کر دو یہ وقت کے لحاظ سے چیز تھی۔

ذالک الکتاب کی دوسری دلیل تغلبی غلبہ۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا نزول عرب قوم میں ہوا ان کے ذریعہ باقی اقوام عالم کو پہنچا۔ جب قرآن نازل ہوا تو عرب قوم کی دو حالتیں تھیں۔ (1) قبل القرآن۔ (2) بعد القرآن۔ اس کو بیان کرتا ہوں تا کہ ہمیں قرآن پاک کے کمال کا علم ہو جائے۔ نزول قرآن سے قبل عرب میں زوال اور کمزوری کے تمام اسباب موجود تھے مثلاً ایک طاقتور قوم کیلئے اتحاد بہت ضروری ہے مگر عرب قبل القرآن مختلف

قبائل میں بٹا ہوا تھا ہر ایک آپس میں جنگ لڑتا تھا تو مکمل خانہ جنگی کا جہنم بنا ہوا تھا ایسی قوم کس طرح متحد ہو گی۔ (2)قوۃ کا سبب تعلق مع اللہ ہے عرب قبل القرآن بت پرستی میں مبتلاء تھے اور عجیب بات یہ کہ ہر قبیلہ کے بت بھی جدا جدا تھے اور مؤرخین نے تو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ قریش کا مشہور بت ہُبَل تھا اور انصار کا لَاتَ و مَنَاتَ تھا وغیرہ اور آدمی جب بت پرست بن جاتا ہے تو بیجان چیز سے ڈرنے لگتا ہے تو جاندار چیز سے کیا خاک لڑیگا اور یہی وجہ ہے کہ ہم صلیبی جنگوں میں دیکھتے ہیں کہ عیسائی مسلمانوں کو لکھتے تھے کہ تم باز آجاؤ تو مسلمان جواب دیتے تھے کہ ہم تو خالقِ مسیح کے بندے ہیں۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہندوؤں کا خدا تو ہماری غذا ہے یہ ہم پر غالب کیسے آسکتا ہے۔ (3) تیسری چیز تعلیم اذ بعث فیہم رسولاالخ یعنی ان پڑھ لوگوں میں بھیجا۔ (4) چہارم چیز مال کی ضرورت ہے قرآن بوادٍ غیر ذِی ذَرعٍ الخ یعنی مال نہ تھا۔ (5) پانچویں چیز صنعت و حرفت ہے مثلاً کارخانے وغیرہ عرب میں ایک کارخانہ تو بجائے خود رہا تلوار بھی ہندوستان سے منگاتے تھے۔ یہ پانچ اسباب تھے کہ تمام قومیں ان لحاظ سے عرب پر غالب تھیں۔ تو جب قرآن پاک نازل ہوا تو پھر کیا ہوا ایک تبدیلی تو یہ ہوئی کہ اللہ سے جڑ گئے اور عقیدہ ہو گیا کہ ہم ہر حکومت پر اللہ کی طاقت سے غالب آجائیں گے۔ تو ظاہر ہے کہ جب آدمی کمزور بت سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ

جائے تو وہ طاقتور ہو جاتا ہے۔ غیر مسلم اقوام سب مخلوق پرست ہیں مگر مسلم قوم خالق پرست ہے ایک چیز پاکیزگی اعتقاد۔ (2) عمل میں پاکیزگی آگئی ان اللہ یحب المطہرین۔ (3) حب الموت قرآن نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ موت کی محبت پیدا کر دی وجہ یہ کہ موت جنت کا پل ہے۔ مرنے کے بعد خدا کی زیارت ہو گی۔ جب یقین ہو کہ مرنے پر اللہ کا دیدار نصیب ہو گا تو موت سے محبوب چیز اور کیا ہو گی۔ 1418ء کی جنگ میں ترکی کا اکثر علاقہ برطانیہ نے قبضہ میں کر لیا جب صلح کی بات آئی تو چند شرائط رکھی گئیں۔ (1) کہ ترکی کی سرزمین سے آپ نکل جائیں تو برطانیہ کے وزیر نے کہا کہ ہم فاتح ہیں ہماری شرط مانی جائے گی۔ تو انہوں نے کہا کہ اچھا تو پھر ہم جنگ جاری رکھتے ہیں تو آخر انگریز کو جھکنا پڑا جب یہ قوم یہ فیصلہ کر لے کہ ایک دن مرنا ہے۔ تو پوری دنیا اس قوم کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ قرآن نے عرب میں حُبِّ موت پیدا کی۔

صحابہ کرامؓ کی پوری زندگی حُبِّ موت کی دلیل ہے۔ دعاء کرتے تھے کہ یا اللہ جہاد میں گردن کٹ جائے زندہ واپس نہ لوٹیں۔ حدیثؑ میں آیا ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی جوشِ محبتِ موت سے موت کی تمنا نہ کریں اگر خواہ مخواہ موت کا شوق ہے تو مانگو نہیں دعاء کرو کہ یا اللہ اگر زندہ رہنے میں بہتری ہو تو زندہ رکھ اگر موت میں خیر ہو تو موت دے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ حیات میں بہرحال بہتری اور فائدہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی گھوڑا دوڑتا ہے تو لگام سے روکا جاتا ہے۔ تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو روکا۔ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کے بعد مقام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ یقینی بات ہے کہ آپؐ جامع الکمالات ہیں۔ آدمی اس چیز کی آرزو کرتا ہے جو اس کے پاس نہ ہو۔ لیکن حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ میں جہاد میں قتل کیا جاؤں۔ تین بار فرمایا یعنی قتل شہادت۔ اگرچہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کا مقام ملا تھا۔ مگر آپؐ نے اس پر اکتفاء نہیں کیا۔ وہ موقعہ یہ تھا کہ یہودی عورت نے آپ کو کھانے میں زہر کھلایا تھا۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ جو آپ کی امت ہو وہ موت شہادت کو کیونکر پسند نہ کرے۔ اس جہان سے منتقلی کے وقت انسان کو تین اہم مقامات پیش آتے ہیں۔ نزع، قبر، حشر۔ نزع کے وقت بڑی تکلیف یہ ہے کہ انسان کی ساری تکلیفیں اگر اکٹھی ہو جائیں تو یہ تکلیف ان سے زیادہ ہے۔ احیاء العلوم میں حضرت علیؓ سے ایک قول نقل ہے۔ فرمایاؓ کہ ہزار آدمی ایک شخص پر بیک وقت تلواریں چلائیں تو نزع کی تکلیف سے کم ہیں۔ (2) دوم مقام قبر۔ کہ وہاں تو مکمل طور پر جہان تبدیل ہوتا جاتا ہے۔ (3) مقام حشر۔ یہاں چونکہ جنت و جہنم کے داخلہ کا فیصلہ ہونا ہے یہ بڑا اہم وقت ہوگا اب شہادت ان تین مشکلات کا حل ہے۔ پہلا نزع کی

تکلیف، حدیثؐ شریف میں آیا ہے کہ شہید کو نزع کے وقت صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی ایک مچھر کے کاٹنے کی ہوتی ہے۔ 2، قبر۔۔ ترمذی کی حدیث ہے کہ کل میت یختم لہ عملہ کہ ہر آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے۔ الاالرابط فی سبیل اللہ بجز اس شخص کے جو جہاد کے مورچہ میں بیٹھا ہو فانہ............الی یوم القیمتہ وہ روزمرہ جو نیکی کرتا تھا اس نیکی کا اجر روزانہ قیامت تک اعمال نامہ میں درج ہوتا رہیگا اگر وہ مرجائے تو یہ اعمال درج ہونگے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہوگا۔

صحیحین کی حدیث مبارک۔ تواقتا توجب لہ الجنتہ۔ جس طرح گائے وغیرہ کا دودھ نکالو تو دو دھاروں کے درمیان جو وقت ہے اگر اتنا وقت بھی کسی نے جہاد کیلئے دیا اس پر جنت واجب ہو جائیگی۔

تو حشر کا فیصلہ جو ہونا ہے وہ بھی ٹل گیا۔ دوسری حدیثؐ ہے کہ جہاد میں چلتے وقت جو گرد اڑتا ہے اس شخص کو جہنم کا دھواں بھی نہ چھوئے گا۔ عرب قبل القرآن تمام اقوام سے مغلوب اور بعد القرآن تمام اقوام پر غالب ہوئے۔ اس قوم نے پہلے کفار عرب سے جہاد کیا وہ بھی ان کے رشتہ دار سے قوم و نسل کے اعتبار سے یکتا تھے مگر قرآن و ایمان کے سبب ان کو شکست دی اور اس کے بعد قیصر و کسریٰ کو فتح کیا پھر کل یورپ کو فتح کیا۔

آخر میں محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ چھ ہزار کے لشکر

سے دور دراز کا سفر طے کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور ہندوؤں کو مغلوب کر لیا پھر ثمر قند و الجزائر وغیرہ کو فتح کیا۔ وہ طارق فاتح اندلس کا مقولہ ہے کہ

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خداءِ ماست

عرب قبل القرآن ذلیل تھے اور بعد القرآن غالب آئے اور عظمت والے ہو گئے۔ افغانستان، بلوچستان، ترکستان فتح کئے۔ ابو داؤد میں ہے کہ ایک راوی کہتے ہیں کہ مجھے ایک صحابیؓ نے کابل میں حدیث بیان کی۔ سوال یہ کہ غلبۂ عرب کا سبب کیا تھا۔ ہر چیز کیلئے دو اسباب ہوتے ہیں ایک مادی اور دوسرا روحانی۔

اگر غلبہ کا سبب مادی ہو تو عرب کے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو اور سامان جنگ بھی زیادہ ہو مگر ہمیشہ عرب کے مسلمانوں یا غیر عرب مسلمانوں کی تعداد و آلاتِ جنگ کم رہے ہیں۔ تو یقینی طور پر ہم ظاہری یا مادی اسباب کو ان فتوحات کا سبب نہیں ٹھہرا سکتے تو دشمن کو بھی کہنا پڑیگا کہ یہ کوئی غیبی طاقت ہے اب سوال یہ کہ یہ بخشش کس نے کی یہ غیبی طاقت قرآن نے آ کر بخشی۔ قرآن آیا تو موت سے محبت ہو گئی اور دنیا سے محبت سرد ہو گئی یہ اسباب غیبی تھے جس کی وجہ سے ہر جگہ فتح پائی۔ مصر کا نام فسطاط تھا اس کے فتح کرنے میں کچھ دیر لگ گئی تو حضرت عمرؓ نے خط لکھا کہ فتح میں کیوں دیر ہو گئی معلوم ہوتا ہے کہ تم نے دین میں کمی کی ہے۔ فوج نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ مسواک کا استعمال

بھول گئے ہیں۔ بس مسواک استعمال کیا تو مصر فوراً فتح ہو گیا۔ قرآن کہ تم مشرکوں سے مل کر لڑو جس طرح وہ ملکر لڑتے ہیں لیکن اللہ ان کے ساتھ ہو گا جن کو تقویٰ نصیب ہو گا۔ قرآن۔ کہ اللہ نے مسلمان سے جان و مال خریدے اور عوض میں قیمت جنت دے دی......... بان لھم الجنتہ۔

قرآن۔ کہ وہ لڑیں گے راہ خدا میں خود بھی اور دوسروں کو قتل کریں گے اور یہ لین دین بہت بڑی چیز ہے۔ کیونکہ جان و مال بھی خدا کی ہیں اپنی چیز لیکر خدا نے جنت دیدی۔ تو قبل القرآن عرب مغلوب اور بعد القرآن غالب اس کی وجہ غیبی سبب تھے۔

درس نمبر ۵
۱۹ ستمبر ۱۹۶۵ء

اَخلاقی دَلیل

ذالک الکتاب لاریب فیہ یہی کتاب کامل کتاب ہے۔ کتاب کہنا قرآن کا حق ہے کہ اس کو کتاب کہا جائے۔ باقی سب کتابیں اس سے ہیچ ہیں۔(3) آج اخلاقی دلیل ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کا مقصد اصلاح اولاد آدم ہے۔ بعینہ اس طرح جسطرح تمام طبی کتابوں کا مقصد انسان کے بدن کی صحت ہے۔ اسی طرح آسمانی کتابوں کا مقصد روحانی تندرستی ہے۔ قرآن۔ وننزل من القرآن ما ھو شفاء ہم نے قرآن سے ایسی چیزوں کو اتارا جو یقین کرنے والوں کیلئے شفاء اور رحمت ہے۔ مطلب یہ کہ آسمانی کتابوں کا مقصد روح کی صحت ہے اور روح کی صحت بدن کی صحت سے ہزارہا درجہ ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ اور یورپ والوں کے بدن تندرست ہیں اور روح مریض ہیں۔ مریض ہونے کی وجہ سے وہ سب مل کر بھی انصاف نہیں کرسکتے۔ جب روح گندگی میں مبتلا ہو جائے تو پھر اس سے انصاف ممکن نہیں۔ ایک ہے شخص کا انصاف نہ کرنا ایک ہے ملک کا انصاف نہ کرنا اور ایک ہے

پورے عالم کا انصاف نہ کرنا۔ سب نے مل کر اقوام متحدہ بنائی تاکہ شاید ان کے اجتماع سے کوئی فیصلہ عدل و انصاف پر ہو۔ آسمان و زمین گواہ ہیں کہ ایک شخص کی عدالت میں جو ناانصافی ہو وہ تو کیا مگر انہوں نے تو پوری زندگی میں ایک انصاف کا فیصلہ بھی نہیں کیا۔ آج کل یہ رواج ہے کہ جس ملک کا رقبہ اور مردم شماری کم ہو تو اس کو ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ ہمیشہ بڑا ملک ظالم اور چھوٹا ملک مظلوم ہوتا ہے۔ تو اقوام متحدہ کے پاس جو فیصلے جاتے ہیں انہوں نے قسم اٹھائی ہے کہ بڑے ملک کا ساتھ دینا ہے چاہے وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ تو ایسی عدالت میں کیا کیس لیجانا چاہیئے؟ کیونکہ اس نے تو پہلے فیصلہ کر رکھا ہے کہ ہم نے ظالم کا ساتھ دینا ہے۔ لارڈ لین عیسائی فلسفی نے کہا ہے کہ امریکہ بالکل گندگی میں مبتلا ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ عدل و انصاف ایک منور چیز ہے۔ کم از کم اقوام متحدہ اپنی ساری زندگی میں ایک فیصلہ تو صحیح کر دے۔ حالانکہ انصاف کے لئے اسلام کی تاریخ میں ذاتی مفاد کو کچل کر انصاف کیا گیا ہے قرآن نے اعلان کیا۔ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ، خبردار ایک قوم کی عداوت اور دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس سے ناانصافی کرو۔ اگر ایک طرف باپ اور دوسری طرف دشمن ہو تو اگر دشمن کا حق ہو تو فیصلہ دشمن کے حق میں کرو۔

اقوام متحدہ کے ممبر آسمان تک اڑ سکتے ہیں مگر اتنے گندے ہیں کہ شیطان بھی اتنا گندا نہیں۔ ہمارا معاملہ ہی لیلو کہ کشمیر ہم سے ملنا چاہتا ہے اسکا

گلا گھونٹا۔ اسطرح جونا گڑھ اور حیدر آباد کے لوگوں کا گلا گھونٹا۔ اقوام متحدہ کے دماغ میں جو خرابی ہے وہ فیصلہ نہیں کرنے دیتی۔ ذالک الکتاب، یہ کتاب کامل ہے کیونکہ یہ اخلاق کی اصلاح کرنے والی ہے۔ یہ انگریز ظالم قوم جس جگہ سے نکلتی ہے وہیں خون کی ندیاں چھوڑ کر نکلتی ہے۔ فلسطین۔ کشمیر۔ وغیرہ سب میں خون بہا گیئں۔ یہ کتاب کامل ہے کہ یہ روح کی اصلاح کرتی ہے۔ اب قرآن کی گرفت کے اثرات مسلمان کی روح پر نہیں مگر پھر بھی اللہ کے حکم سے ان میں انصاف پایا جاتا ہے یہ مسلمان صدیوں ان پر حکومت کرتے رہے، کسی کو کوئی نقصان نہیں دیا بلکہ ان کو حکومت میں عہدے دیئے۔ مگر ہندو نے چند دن کی حکومت میں مسلمانوں پر کیا مظالم ڈھائے۔ بیت المقدس کو جب عیسائیوں نے فتح کیا تو حکم دیا کہ جب تک مسلمانوں کا خون گھوڑے کے گلے تک نہ آئے اتنے تک مسلمانوں کا قتل جاری رکھیں۔ لیکن صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ نے فتح کیا تو کہا کہ خبردار کسی نے ایک عیسائی بھی قتل کیا کیونکہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ جب سے قرآن آیا تو اس نے تمام کے اخلاق بدل دیے۔ آخر یورپ والے بھی تو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ کہلواتے ہیں۔ عرب میں سب سے زیادہ سنگدلی تھی جب ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اسے چلنے پھرنے تک زندہ رکھتے تھے بعد میں اسے زندہ در گور کر دیتے تھے اور یہ اتنی حقیقت ہے کہ قرآن کو بھی کہنا پڑا بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ کہ تم کو ماں

باپ نے کس لئے قتل کیا ایک سنگدلی یہ کہ کوئی داماد بنے گا دوسری یہ کہ عرب کی معاشی حالت ڈاکہ پر تھی اس لئے لڑکوں کو زندہ رکھتے تھے قرآن نے کہا وَلاتقتلوا اَولادکم خشیۃَ املاقٍ نحنُ نَرزقھم، تم اولاد کو روزی کی تنگی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی اور تم کو بھی روزی دینے والے ہیں۔ اخلاق کا بنیادی مسئلہ ہے کہ اخلاق کیلئے عدل کا ہونا ضروری ہے مگر عرب میں قبل القرآن عدل وانصاف نہ تھا وہاں عدل کی جگہ ظلم وستم تھا۔ بڑی چیز ایک اور تھی کہ عرب کے ہاں شراب نوشی بڑی کثرت سے تھی جب بچہ پیدا ہوتا تو برکت کے طور پر اس کے گلے میں سب سے پہلے چند قطرے شراب ٹپکاتے تھے۔ اسکے علاوہ دوسری مرض سود خوری تھی کہ چار آنہ بھی بغیر سود کے میسر نہ ہوتے تھے۔ اور اخلاق کی بنیاد محبت پر ہے عرب میں محبت کی جگہ نفرت تھی۔ ملک کا ملک خانہ جنگی میں مبتلاء رہتا تھا۔ اب دیکھو قرآن پاک ایسی قوم کے پاس آتا ہے جس کے پاس ایک اچھا خُلق بھی نہ تھا اور برے اخلاق تمام ان میں پائے جاتے تھے۔ اور قرآن کو دین کی تبلیغ کا موقعہ بہت کم ملا ہے مکہ کی زندگی میں تو کوئی موقعہ نہ ملا اور مدنی زندگی میں بھی فتح مکہ تک دبا رہا اور فتح مکہ کے بعد کھل کر تبلیغ کرنے کا موقع دو سال ملا صرف اس کم عرصہ کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ پورے عرب میں ایک سنگدل انسان نہیں مل سکتا تھا بلکہ عرب کا ایک ایک فرد رحمت کا مجسمہ تھا قبل القرآن ایک شخص غیر شرابی نہ ملتا تھا اور اب بعد

القرآن ایک شخص شرابی نہ ملتا تھا۔ عیسائی مسٹر پارلائل نے اپنے الفاظ میں کہا کہ عرب کے اندر انسانوں کو قرآن نے اس طرح بنایا کہ گویا زمین پر فرشتے پھر رہے ہیں۔ ایسے منصف مزاج اور ایسے خدا ترس ہو گئے ہیں کہ دنیا میں ان کی مثال نہیں۔ وعدوں پر ایسے پابند کہ پوری دنیا ایک طرف ہو جائے مگر یہ لوگ ذرا بھر وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ آج کل امریکہ اور یورپ بھی وعدے کرتے ہیں۔ بہر حال ایک ایک فرد میں احساس تھا اگر ایک فرد قانون بناتا تو پوری قوم اس پر عمل کرتی۔ اب بھی قرآن کی برکت سے بہت سی چیزیں اصلاح کی پائی جاتی ہیں دیکھو امانت ایک چیز ہے قرآن نے ایسے امین بنائے کہ جب انگریز نے سندھ فتح کیا تو دیکھا کہ علماء کے گھرانے مینکوں سے زیادہ مال امانت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں اور لوگ علماء کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ چور شرم کے مارے ان کے گھر چوری نہیں کرتے۔ ان اخلاق میں سے ایک شجاعت ہے۔ بہادری کا معنی یہ کہ جان کی پرواہ نہ کرنا میدان میں شہادت کو زندہ رہنے سے ترجیح دے۔ قرآن پاک نے مسلمانوں میں جو شجاعت بھر دی دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ عرب قبل القرآن کوئی چیز نہ تھے مگر بعد القرآن ایسے بنے کہ موت پسند اور حیات کو حقیر سمجھنے لگے۔ تو اس جذبہ کے بعد عرب نے عرب کو قیصر روم و کسری ایران و ہندوستان و روس و چین کو ختم کر کے فتح کیا ایک تھوڑی سی قوم نے کم سے کم وقت میں مراکش سے لیکر

دیوار چین تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ قرآن نے ایک یہ عقیدہ دیا کہ میدان جہاد میں بھی جب تک موت کا وقت نہ آئے تمہیں کوئی مار نہیں سکتا۔ چاہے توپ کے منہ میں گھس جاؤ یا ایک مسلمان ہندوؤں کے بڑے سے بڑے لشکر میں گھس جائے۔ اور دوسرا تصور قرآن نے یہ دیا کہ تمام حفاظتی تدابیر موت کو نہیں ٹال سکتی فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃ۔ تیسرا تصور یہ کہ جہاد کی موت پر خوش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ موت کا یہ راستہ بہت آسان ہے۔ ایک ادنی سی مثال ہے کہ ایک آدمی کے پاس مٹی کا برتن ہو اس کو لیکر سونے کا برتن دیدیا جائے تو کیا وہ خوش نہ ہو گا ولا تحسبن الذین قُتِلُوا فی سبیل اللہ اَمْوَاتًا کہ شہدا کو مقتول تصور نہ کرو۔ چوتھا تصور قرآن یہ دیتا ہے کہ فتح و شکست تعداد پر نہیں یہ قدرت کی طرف سے ہے۔ کم من فِئَۃٍ قلیلۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کثیرۃ۔ اکثر ہی ہوتا ہے کہ تھوڑی تعداد زیادہ تعداد پر فتح پاتی ہے۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ اسیطرح کی ہے۔ پانچواں تصور قرآن یہ دیتا ہے کہ کسی قسم کے پروپیگنڈہ سے متاثر نہ ہونا چاہیئے۔ جنگ احد میں ستر (70) صحابہ کرامؓ شہید ہوئے تازہ ترین زخم تھے مگر پتہ چلا کہ کفار پھر حملہ کرنے آ رہے ہیں اَلّذین قَالَ لَھُمُ النَّاس اَنّ النَّاس۔۔۔۔ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا۔ جب صحابہ کرام کو جنگ کے لیے کہا گیا تو ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور تیار ہو گئے بلکہ قرآن نے یہ فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ ایسے کہنے والے شیطان ہیں اور شیطان شیطان کے بندوں کو ڈرا سکتے ہیں رحمان کے بندوں کو نہیں

ڈرا سکتے ولاتخشوھم واخشونی فرمایا نہ ڈرو کسی سے مجھ سے ڈرو اگر ایمان پر یقین ہے۔ بہر حال ایسے تصورات والی قوم کو کوئی قوم شکست نہیں دے سکتی۔ ذٰلِکَ الکِتابُ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ مومن کو ایسے تصورات بخشتی ہے کہ کوئی قوم بھی پھر شکست نہیں دے سکتی۔ قرآن ولاتھنوا کہ تم وھن میں مبتلا نہ ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال سے محبت اور موت سے نفرت یہ ہے وھن یعنی ولاتھنوا کی یہی تفسیر بنتی ہے۔ جب خلیج فارس کا سمندر آیا تو مسلمانوں نے کہا کہ ہم خدا کے بندے ہیں اور سمندر بھی خدا کی مخلوق ہے ہم اس سے نہیں ڈرتے ہم اس میں کود کر چلتے ہیں۔ تو بالآخر کود پڑے یہ منظر کافروں نے بھی دیکھا تو ایرانی کفار لکھتے ہیں کہ جب مسلمان مجاہد سمندر میں پڑے تو سمندر کا پانی نیچے ہو گیا یہ ہے خدا کی امداد یہ ہے مجاہد کیلئے تصور کہ موت کو محبوب اور مال سے نفرت کرے۔ سید جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک ضلع کے لوگ اگر موت سے نہ ڈرتے ہوئے کھڑے ہو جائیں تو وہ پوری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں قرآن یاایھاالذین امنوا اصبروا کہ جہاد سے ہٹنا گناہ کبیرہ ہے۔ یعنی دشمن کے مقابلہ میں جمے رہو اور خدا سے دل لگائے رکھو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ قرآن۔ کہ مجاہدین میں اتحاد ہو۔ فلاتنازعوا فتفشلوا ۔ تمہارے درمیان پھوٹ نہ پڑے کیونکہ اختلاف سے طاقت کم ہو جائیگی۔ یہ چیزیں تھیں جس نے مسلمانوں کو مضبوط قلعہ بنا دیا تھا۔ کہ جس سے ٹکرائے اس کو ختم

کیا۔ اکبر مرحوم،، جو دیکھی ہسٹری تو اس بات پر کامل یقین آیا۔ جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا۔ اسلام کے وعدے اس بیسویں صدی اور قبل والی صدی میں اسی طرح ہیں ۔ دیکھو قبل صدیوں میں مسلمانوں کو ہر میدان میں فتح ہوئی اور کفار کو شکست قرآن۔ منکم عشرون کہ تمہارے اگر بیس ہوں تو دو صد کفار پر غالب آئیں گے۔ چھ گنا تک تو مسلمانوں نے شکست دی ہے۔ دس گنا تک انتظار کرنی چاہیئے اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو کیا اللہ تعالی امداد نہ دیں گے۔ شام کی لڑائی میں حضرت خالدؓ بن ولید ساٹھ (60) مسلمانوں کی ہمراہی میں ساٹھ ہزار کفار سے جنگ لڑے ہیں۔ آپؓ نے فوج کو حکم دے رکھا تھا کہ ہر وار کیساتھ جتنا زور ہو اللہ اکبر کا نعرہ لگانا تو آخر 60 کو فتح نصیب ہوئی۔ 1965 کی جنگ میں جو ہندو فوجی گرفتار ہوئے تھے انہوں نے کہا ہم آپ کی ہر چیز کا مقابلہ کرسکتے ہیں مگر جو کوک آپ مارتے ہیں اس سے ہمارے قلب متزلزل ہو جاتے ہیں۔ وہ ہے نعرہ تکبیر اللہ اکبر۔۔۔

درس نمبر ۶
۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء

دلیل جامع

ذالک الکتاب۔ یہ قرآن پاک کامل کتاب ہے۔ آج کی دلیل میں ۔دلیل جامع ۔یعنی بہت سی چیزوں کو جمع کرنیوالی۔ قرآن کریم اپنے الفاظ۔ مضامین۔ معانی اور تاثیر کے اعتبار سے کامل ہے اور کامل ایسی کہ جس سے بڑھکر آگے کمال کا درجہ نہیں۔ تو الفاظ و مقاصد، معانی، تاثیر تین اعتبار سے کامل ہوئی۔ تو تین معجزے ہوئے (۱) اعجاز لفظی کا بیان۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو عرب پر پیش کیا اور ایسی حالت میں پیش کیا جب عرب کا ادب عروج پر تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا خوب چرچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مناسب معجزہ عطاء فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین یورپ طب میں عروج پر تھا تو معجزہائے بھی ان کے مطابق عطاء ہوئے مثلاً مُردوں کو زندہ، نابیناؤں کو بیناء بنانا وغیرہ۔ تو نزول قرآن کے وقت عرب بہترین ادباء اور شاعر تھے۔ میلوں وغیرہ میں شاعری کرتے تھے۔ تو قرآن نے چیلنج دیا کہ اگر تم فصیح و بلیغ ہو تو، فأتوا بسورة من مثله، کہ

چھوٹی سی آیت بنا کر لاؤ۔ اگر بنا لاؤ گے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے کام سے دستبردار ہو جاؤنگا۔ اس کا جواب نہ دے سکے اور یہ چیلنج اب تک قائم ہے۔ بہت سے عیسائی جن کی مادری زبان عربی ہے اور ادیب بھی ہیں اور کام بھی مسلمانوں کو تباہ کرنا ہے وہ بھی آج تک اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے۔ اس کے متعلق اعجازی رنگ میں تقریر کرتا ہوں۔ جب کوئی چیز بنتی ہے تو قبل مادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس سے وہ چیز بن جائے (مادہ ترکیبیہ) اور دوسری چیز بڑی چیز بنانے کی یہ ہے کہ بنانیوالے قابل ہوں (3) نمونہ سامنے ہو کہ ایسی چیز بنانی ہے۔ تو مادہ، قابلیت، نمونہ یہ کہ بنانیکا باعث بھی ہو مثلاً بہت سے لوگ ہیں جو کراچی جا سکتے ہیں۔ مگر چونکہ کام نہیں تو وہ کراچی نہ جا سکے۔ الف سے ی تک یہ قرآن کا مادہ ترکیبیہ ہے جن سے قرآن کی عبارت بنی یہ اٹھائیس (28) حروف ہیں یہ سب کے پاس تھا۔ مثلاً ایک نجار کے پاس ایک شخص نے میز تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ کس سے بناؤں کہا کہ ہوا سے تو جواب دیا کہ اس سے تو نہیں بن سکتی۔ قرآن 28 حروف سے بنا ہے اور یہ حروف ہر عرب کے پاس تھے۔ باقی قابلیت تو عرب کے تمام کافر شاعر اور ادیب تھے۔ مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہ شاعری کی اور نہ کبھی مشاعرہ میں گئے۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھلائے اور یہ شعر گوئی آپ کی شان کے خلاف ہے۔ مطلب یہ کہ عرب کے پاس

28حروف اور قابلیت بھی تھی اور نمونہ بھی موجود تھا۔ نمونہ کے طور پر حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھ کر سنایا کہ ایسے نمونے کا بنالاؤ باقی محرکِ باعث؟ وہ باعث یہ تھا کہ کل کافر حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے اور دن رات حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو شکست دینے کا تصور تھا۔ جس طرح ہندو مسلم کو شکست دینے پر تلا ہوا ہے۔ ہندو کے پاس سب کچھ ہے صرف قرآن نہیں۔ ہم قرآن میں کمزور ہیں مگر پھر بھی ہندو کے لئے کافی ہیں اور یہ تاریخ گواہ ہے کہ جنہوں نے قرآن مانا وہ معمولی سی فوج میں کامیاب ہوئے ہندوستان کی چالیس کروڑ کی آبادی کو محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے چھ(6) ہزار فوج سے فتح کیا۔ عمر بھی 18 سال کی تھی۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ لاکھوں آدمیوں سے مقابلہ کرتا ہے اور پانی کا انتظام صرف 40 اونٹوں پر تھا اور پھر بھی کامیابی حاصل کی یہ صرف قرآن کا اثر ہے۔ بہرحال عرب سخت دشمن تھے اور شکست کا کام بھی آسان تھا کہ تم میں سب کچھ ہے صرف ایک آیت بنا ڈالو۔ پھر تم غالب اور ہم مغلوب۔ مگر انہوں نے آسان طریقہ چھوڑ کر سخت طریقہ اختیار کیا۔ تو یہ قرآن کا لفظی کمال ہوا۔ 2۔ ہے معنوی کمال۔ آج ہر گھر میں قرآن ہے تو اس کی قدر نہیں۔ قرآن کی بہت سی چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں۔ قرآن کیا رکھتا ہے۔ (1) خدا کا تصور (2) پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا تصور (3) جزاء اعمال کا تصور (4) عبادت کا تصور۔ قرآن جب آیا تو

دنیا میں خدا تعالی کا کیا تصور تھا مصر میں بیشمار خدا تھے۔ ہندوستان کی 20 کروڑ آبادی اور 30 کروڑ خدا تھے۔ بدھ مذہب والے، مہاتما بدھ ایک غریب انسان کو خدا بنا بیٹھے۔ مجوسیوں نے آگ کو۔ اور عیسائیوں نے اس کو خدا مانا جس کے متعلق ان کا عقیدہ، جو میں ان کی انجیل سے بیان کرتا ہوں۔ کہ ایک کمتر شخص نے ان کو پھانسی دی اور ہاتھ باندھے۔ چار میخ ٹھونسے اور نعوذ باللہ منہ پر تھوکا گیا۔ یہ ہے خدا کی عزت۔ یہودیوں کے ہاں ایک خدا تھا لیکن اس کا یہ حال تھا کہ وہ اس کو مجسم شکل مانتے تھے اور اس کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ اور فرشتے طبع پرسی کیلیے آتے تھے۔ اس پراگندہ زمانہ میں حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف پیش کیا۔ قل انما انا بشر۔ آگے قل ھواللہ احد۔ کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور ایسا ایک ہے نہ کوئی اس سے جنا ہے اور نہ کسی نے اس کو جنا ہے۔ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔ اسی طرح آیت الکرسی کی ابتدائی آیت میں خدا کا تصور۔ کوئی زندگی اس کے برابر نہیں۔ وہ ہمیشہ ہے اور رہیگا۔ اس کو اونگھ نہ نیند آتی ہے۔ آسمان کا کل کارخانہ اس کی ملکیت ہے اور چوبیس گھنٹے اس کو تھامتا ہے۔ مگر کوئی تھکاوٹ بوجھ نہیں۔ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بلند ہیں۔ یہ خدا کا تصور تھا۔ (2) نبی کا تصور، تقریباً یہودیوں کو ترک کر کے باقی عالمی تصور تھا۔ کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالے کسی انسان کو نبی بنا کر بھیجے۔ بلکہ خدا خود انسان کی شکل۔ قرآن نے سورۃ کہف کی آخری آیت

میں واضح فرمایا کہ میں بشر ہونیکے باوجود پیغمبر ہوں۔ میرے پاس پیغمبری تعلیم ہے مطلب یہ کہ تعلیم دینے کیلئے جنس کا ہونا ضروری ہے۔ نبی کا تصور قرآن نے یہ دیا کہ انسان ہونے کے باوجود ان سے کوئی گناہ نہیں ہوسکتا۔ نہ نبوت سے قبل اور نہ بعد اور ان سے معجزات ثابت ہونگے۔ انسان ہونیکے باوجود گناہ سے پاک۔ علم کے اعتبار سے کامل۔ اور اللہ تعالی کی طرف سے تائید ہوتی ہے۔ یہ ہے نبوت کی حقیقت۔ (3) مجازاتِ اعمال۔ یہ نقشہ دنیا میں تو عجیب تھا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانے۔ تو اس کے گناہ سب ختم ہوگئے۔ کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھانسی پر چڑھے تو پوری قوم کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ ہندو اور بدھ مذہب کا عقیدہ ہے کہ ہر مرنے والا اگر نیک ہو تو مرنے کے بعد کسی برہمن کے گھر پیدا ہوگا اگر برا ہوگا تو کتا یا بلا وغیرہ بنے گا۔ اگر ہم کتے یا بلی سے سوال کریں کہ تم کس جرم میں کتا یا بلی بنے ہو تو ضروری بات ہے کہ سزا کیلئے مجرم کو جرم اور جزاء بتلانا ضروری ہے۔ سزا کا مطلب ہوتا ہے کہ اس کے خوف سے آدمی نیک بنے برائی سے بچے۔ مگر یہاں تو آدمی سمجھتا ہے کہ خوب دنگا فساد کرو اور کھاؤ، پھر تو مرنے کے بعد اگر بلی بنا تو پھر چوہا وغیرہ کھاؤنگا۔ مگر اسلام نے مجازاتِ اعمال کا کیا عمدہ تصور دیا کہ جو کفر اختیار کریگا وہ جہنم اور جو اسلام اور نیک عمل کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ (4) عبادت کا تصور۔ مثلاً نماز لیلو دنیا کی نماز

کیا ہے ہندوؤں کے نزدیک اگر چندن کی لکڑی نہ ہو تو عبادت نہیں ہو سکتی ایک ٹھیکرے کورے برتن میں رکھے گا اوپر سے گھی ڈالے گا اور اپنی زبان میں کچھ نثر پڑھیگا بس یہ ان کی نماز ہو گئی۔ میں نے ایک ہندو سے سوال کیا اس عبادت کا مطلب کیا ہے؟ جواب دیا کہ ہوا صاف ہو جائے۔ تو پھر میں نے کہا کہ سب سے زیادہ عبادت تو پھر بھنگی کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر تو کوئی عبادت نہیں کرتا۔ عیسائی کی عبادت کیا ہے؟ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے بعد نہلایا گیا تو وہ پانی ہر گرجا میں موجود ہے۔ بس اتوار کے دن وہ پانی آدمی کے سینے پر چھڑکتے ہیں۔ مجوسی کی عبادت یہ ہے کہ آگ سلگا کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑو۔ اب قرآن نے ایک عبادت دی۔ عبادت کا مقصد ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کا اظہار کریں۔ یہودیوں کے ہاں نماز ہے مگر رکوع و قیام نہیں۔ صرف قعدہ کی صورت ہے۔ اب اسلامی عبادت نماز ہے تو اس کی شرطیں رکھیں۔ جسم، کپڑا اور جگہ پاک ہو۔ تین پاکیوں کی شرط ہے یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت۔ وقت معین ہے۔ پانچ وقت ہیں۔ چہرہ بھی بیت اللہ کی جانب ہو اور عجیب بات یہ کہ سب شرائط اکھٹی ہوں۔ تو دنیا میں جتنے عبادت کے طریقے تھے وہ مسلمانوں کی عبادت میں جمع ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم یہ کہ جتنے الفاظ پڑھے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ہیں۔ سب اللہ کی عظمت کے ہیں۔ تو فعل و عمل اور زبانی جملے سب کے سب اللہ تعالیٰ کی

عظمت کے ہیں۔ اور پھر تنظیم ہے کہ محلہ کے اعتبار سے روزانہ پانچ
مرتبہ اور شہر کے اعتبار سے جمعہ اور اس سے زائد عیدین کی نماز،
عیسائی جب دہلی میں آئے تو حیران ہو گئے کہنے لگے کہ ایسی
عبادت دنیا میں کسی مذہب میں نہیں۔ مگر ان کو جب مسلمانوں نے
قتح کیا اور جب مسلمان نماز پڑھنے لگے تو جب مکرانیوں نے دیکھا تو
سب مرد و زن جمع ہو گئے۔ ایک مکرانی نے دوسرے سے پوچھا یہ کیا؟
تو دوسرا کہنے لگا کہ یہ سب اگلے کی شرارت ہے۔ اگر حقیقی نماز ہو
تو کیا کہنا۔ تو لفظی اور معنوی اعتبار سے قرآن بے مثال ہے۔ اور
خاص کر یہ کہ وہ ایک ایسی ذاتِ اقدس کے ہاتھ سے آیا جو تعلیم
نہیں رکھتے۔ کسی سے پڑھا نہیں۔ ایک مؤرخ لکھتے ہیں کہ ایک
عیسائی نماز پڑھا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نماز کی برکت کوئی مسلمان
کی میراث نہیں۔ میں عیسائی ہو کر نماز پڑھتا ہوں اور اثر پاتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ چھت سے
سانپ گرا بچہ سے لپٹنے لگا تو عورتوں نے جمع ہو کر اُسے چھڑایا تو
فراغت کے بعد کہنے لگے آپ کو علم ہے تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار
کیا۔ فرمانے لگے کہ قسم بخدا میں تو ایسی دنیا میں تھا جہاں مجھے کسی
چیز کا علم نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کا مذہب تھا کہ خون
نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ انہوں نے نماز کی حالت میں جراح سے
پھوڑے کا آپریشن کرایا ہے اسی طرح امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ بھی
نماز میں اتنے مستغرق باللہ تھے کہ ان پر جراحی کا اثر نہیں ہوا۔ حضرت

امام اعظم رحمۃ اللہ جب وفات پا گئے تو اسی مسجد سے رات کو ایک عورت پانی بھرا کرتی تھی وہ پوچھنے لگی کہ مسجد میں فلاں جگہ جو ستون تھا وہ کہاں گیا۔ وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تھے جو وہاں عبادت کیا کرتے تھے کہتے ہیں کہ آپ ہر رات دو رکعت میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ روضۃ الوفاء میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے قبل اپنی قبر کی جگہ کو منتخب فرما کر فرمایا کہ مجھے اسی جگہ دفن کرنا کیونکہ میں نے اسی جگہ بیٹھ کر سات ہزار مرتبہ قرآن شریف کا ختم کیا ہے۔

واستعینوا بالصبر و الصلوۃ۔ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھنا شروع کر دیتے۔ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو جب سومنات میں شکست کا سامنا نظر آیا تو نماز پڑھنا شروع کی اور فتح و کامرانی حاصل کی۔ واستعینوا بالصبر والصلوۃ کہ اللہ تعالےٰ سے نماز اور صبر سے مدد طلب کرو۔ بہرحال قرآن کریم لفظی اور معنوی اعتبار سے کامل ہے۔

درس نمبر ۷
۲۶ ستمبر ۱۹۶۵ء

اِصلاحی کاملیت

ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ یہ قرآن پاک ہر لحاظ سے کائنات کی کامل کتاب ہے۔ کتاب کہنا اس کا حق ہے اس کے مقابلہ میں کسی دوسری کو کتاب کہنا ہی غلط ہے۔ آج بیان اس بات پر ہو گا کہ قرآن پاک اصلاحی لحاظ سے کامل ہے۔ بزرگانِ دین کا مقولہ ہے کہ دنیا میں سب سے آسان کام دوسرے پر نکتہ چینی کرنا ہے اور مشکل کام اپنی اصلاح کرنا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بعض وقت برائیاں روح میں اس قدر گڑ جاتی ہیں کہ ان کا نکالنا دشوار ہو جاتا ہے۔ جس طرح ریل گاڑی کے شیشہ کے اندر لکھا ہوا ہوتا ہے "ویسٹرن ریلوے" اگر اس کو مٹانا ہو تو شیشہ توڑنا پڑیگا۔ ورنہ درست نہیں ہو گا۔

تو آدمی کا روح بمنزلہ شیشہ کے ہے تو بعض وقت اس میں برائیاں اتنی گڑ جاتی ہیں۔ تو جب تک روح کو ختم نہ کریں تو وہ درست نہیں ہوتیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم سن لو کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ گیا ہے تو یقین کر لو اور اگر یہ سنو کہ آدمی اپنی

عادت سے ہٹ گیا ہے تو یہ یقین نہ کرنا۔ عادات واخلاق بنانیوالا صرف وہی ہے۔ تو اگر خالق کائنات کی طرف سے کوئی ایسی چیز آئے جس سے یہ سب برائیاں ترک ہو جائیں۔ تو یہ ہو سکتا ہے۔

تو یہ دلیل ہو گئی کہ اس کام کو جو کتاب کر ڈالے وہ اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے۔ اصلاحی سلسلہ میں بنیادی تین چیزیں ہیں۔ (1) اصلاحِ عقیدہ۔ (2) اصلاحِ اخلاق۔ (3) اصلاحِ معاملات۔

قرآن پاک عرب میں نازل ہوا عرب کی تین چیزیں بالکل بگڑی ہوئی تھیں۔ قرآن پاک نے ان کی اصلاح کی تو ان کے سچے ہونے میں شک نہیں۔ ہر آسمانی کتاب اصلاحی کتاب ہے۔ اگر وہ کتاب اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو تو وہ اللہ کی کتاب نہیں۔ اگر وہ اپنے مقصد کی اصلاح کر دے تو وہ اللہ کی کامل کتاب میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ عرب کے گھر گھر میں بت پرست تھا۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو لاکھوں بتوں کے درمیان آ گئے۔ جو مسجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنائی تھی اس میں 360 بت تھے۔ اسلام یا قرآن کا پہلا کام یہ تھا کہ بت پرستی کے مقابلہ میں خدا پرستی دی بت مٹانے کا معنی یہ کہ ذہن مٹا ڈالے۔ تو حقیقت میں بت خانے مشرکانہ ذہن کی پیداوار تھی۔

قرآن پاک نے بار بار توحید کو بیان کیا ہے اور بار بار بت پرستی اور شرک کے خلاف بیان فرمایا ہے۔ ان آیات کے بار

بار عمل سے یہ اثر ہوا کہ وہ بات سمجھ گئے کیونکہ ان کی فطرت صحیح تھی۔ بات سمجھنے کیلئے فہم سلیم کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن نے بار بار فرمایا افلا تعقلون کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

اہل عرب جانتے تو تھے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات تو نئی ہے مگر ہے درست۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ عرب میں حددرجہ کی بت پرستی تھی۔ لات، عزیٰ، منات، ہبل وغیرہ ایک ایک بت ایسا تھا کہ صدیوں تک ان کے آگے گردنیں جھکا کرتی تھیں اور ان کے نام سے جان کانپتی تھی تو ایسی چیز کو مٹانا بہت مشکل تھا۔ قرآن کی نورانی روشنی نے بت پرستی کو مٹا ڈالا اور ایسا مٹایا کہ ہر قبیلہ جو بت پرست تھا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ ان بتوں کو ہم خود توڑیں گے۔ تو اپنے ہاتھ سے توڑا اور مالک الملک اور قاضی الحاجات وغیرہ کی پرستش میں آئے۔ تھوڑے سے عرصہ میں ایسا ہوا کہ پورے عرب میں آج تک بت پرستی ختم ہو گئی۔ (2) اخلاقی اصلاح۔ عرب میں تین چیزیں ایسی تھیں جس سے کوئی بچا ہوا نہ تھا۔ 1۔ شراب نوشی اسکو تو مقدس سمجھ کر پیتے تھے۔ مقدس چیز کا ترک کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ہم جب امریکہ کی حکومت اور قرآن کا مقابلہ کرتے ہیں تو قرآن کی عظمت اور قیمت بہت بڑھتی ہے۔

2۔ سودخوری قرآن نے فرمایا کہ عرب تو سود کو بیع تصور کرتے تھے انما البیع مثل الربوا۔ مگر قرآن اس سود کو حرام قرار

دیتا ہے۔ تو عرب کو اس کاروبار سے ہٹانا بہت دشوار تھا۔ 3۔ زنا یہ بہت بری عادت ہونیکے باوجود اسے عیب تک نہ سمجھتے تھے۔

1937ء میں گورنمنٹ امریکہ نے ڈاکٹروں کا ایک بورڈ بٹھایا۔ کہ معلوم کرو کہ بدنی لحاظ سے شراب نوشی سودمند ہے کہ مضر۔ بورڈ نے فیصلہ دیا کہ یہ بہت نقصان دہ چیز ہے اور بیماریوں کا سبب ہے۔ اس کے بعد امریکہ میں شراب کی بندش کی تحریک چلائی۔ حالانکہ عرب کے برابر کی شراب نوشی بھی نہ تھی۔ حکومت نے اپنی طرف سے سخت اقدامات کئے۔ ایک تو کارخانے بند کر دئے۔ دوسرا سینما میں اس کے مضرات بیان کئے گئے۔ اشتہارات اور کتابچے چھاپ کر لوگوں میں تقسیم کئے۔ مقررین مقرر کئے گئے کہ شراب کی برائیاں بیان کریں۔ سپیشل پولیس تیار کی گئی جو صرف شراب نوش کو گرفتار کرتی تھی۔ تو اتنی بڑی حکومت نے اتنی زیادہ کوشش کرنے کے بعد جب سالانہ رپورٹ شائع ہوئی تو معلوم ہوا کہ پہلے سے شراب نوشی زیادہ ہے۔ یہ ہے انسانی طاقت، امریکہ سے بڑھ کر شراب نوش قوم عرب کے درمیان قرآن آیا۔ اور قرآن تو حکیم کی کتاب ہے۔ تو یہ قانون بھیجا۔ لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکریٰ۔ کہ شراب کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔

دیکھو شیطان کی وجہ سے بھی بھلائی ہوتی ہے۔ اگر یہ دشمن ہندوستان نہ ہوتا تو ہماری فوجیں مضبوط ہوتیں؟ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ شیطان جو موجود ہے اس سے بچنے کیلئے اپنا ایمان

مضبوط کریں۔ 3۔ حکم آیا تو اس وقت شراب موجود تھا انما الخمر و المیسر الخ کہ شراب سے باز آجاؤ ورنہ یہ ذلیل چیز ذلیل کر دے گی۔ کچھ دیر کے بعد حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں شراب کے مٹکے توڑ دئے گئے ہیں جس کی وجہ سے کیچڑ پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت عبداللہؓ ابن جبیر سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند آیتیں پڑھکر چلے جایا کرتے تھے ان پر عمل کر کے پھر دوسری آیت تلاوت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح جب سود کا اعلان ہوا تو سودی کاروبار کی عادی قوم نے بیک اعلان سود چھوڑ دیا بلکہ بعض نے تو اصل رقم بھی چھوڑ دی۔

ولا تقربو الزنا الخ کہ زنا کے قریب نہ جاؤ یہ بے حیائی کا کام ہے اللہ کے قہر کو کھینچنے والی چیز ہے۔ ان اعلانوں کے بعد یہ تینوں چیزیں ختم ہو گئیں۔ اس اعلان کے بعد زنا ہو گیا دیکھو کسی کو علم نہیں مگر خدا پرستی اس حد تک قائم ہو چکی تھی کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر اقرار کیا کہ مجھے سزا دو تا کہ میں دنیا سے پاک ہو جاؤں۔ وہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر جانب سے آکر اقرار کرتا آخر کار اس پر حد قائم کر دی گئی۔ آج کل سنگساری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس سزا کی کوئی دوسری شکل اختیار کی جائے۔ یہ ایک وحشیانہ طریقہ ہے اور غیر مہذب ہے۔ ان یورپی لوگوں سے پوچھو کہ سنگساری اگر غیر مہذب

طریقہ ہے تو کیا زنا مہذب چیز ہے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی میرے پاس آئے کہا کہ اسمبلی میں زنا کی سزا کے بارہ میں بات چلتی ہے۔ اس کے بارہ میں کوئی ارشاد فرماویں تو میں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ لوگ سزا کا مقصد نہیں جانتے۔ سزا کے قانون کا مقصد یہ ہے کہ یا تو جرائم ختم کر دیئے جائیں اور یا جرائم میں کمی واقع ہو جائے۔ اور یہ اللہ جانتا ہے کہ یہ جرم کس جذبہ سے کیا اور اس کی سزا کونسی ہونی چاہیے۔ جس نے انسان بنایا وہ اس کے سدھارنے کے قانون جانتا ہے اور بڑی دلیل یہ ہے کہ موجودہ سزائیں جو انگریز اور کم عقلوں نے رائج کی ہیں۔ کہ اگر ایک کو قتل کیا جائے تو بیس سال کی قید۔ اس کا معنی یہ کہ حکومت کھانا کھلائے گی اور وہ حکومت کا کام کرے گا۔ جس کا بیٹا قتل کیا اس کو کیا ملا۔ یعنی سزا اور جرم میں کوئی مناسبت نہیں۔ ابھی ایک انگریز جج نے کہا ہے کہ اب سزا ایسی دو کہ جس طرح سے جرم ہوا ہے۔ یعنی جس اعضاء نے جرم کیا ہے (برائی کی ہے)۔ اس اعضاء کو کاٹ دو۔ آج تو جیل مین جا کر روٹی کھانیکے لئے جرائم کرتے ہیں۔ اس لئے مجرموں کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہ دلیل ہے کہ علاجِ جرم غلط ہے۔

قلات میں سعودی عرب کے وزیر آئے انہوں نے بتایا کہ 25 برس کی حکومت میں پندرہ ہاتھ کاٹے گئے اور اب تو کوئی جرم ہی نہیں

ایک نومسلم انگریز نے تعزیرات پر مزاق کیا کہ مولانا ایسی

تعزیرات نہ رکھیں کہ ہم لنگڑے ہو کر بھارت سے کیسے لڑیں گے۔
میں نے کہا اسد تم حجاز میں رہ چکے ہو پھر بھی یہ بات کہتے ہو۔ کیونکہ
جس ملک میں یہ سزا ہے کسی کا ہاتھ کٹا ہوا نہیں ہے۔ میں نے کہا
کہ اسلام کے قانون سے ہاتھ محفوظ رہتے ہیں۔ مثلاً ایسا پھوڑا جو ہاتھ
پر ہو اور جس کے متعلق ڈاکٹر کہتا ہے کہ اسے کاٹ دیا جائے تاکہ
یہ باقی جسم پر تجاوز کر کے اثر انداز نہ ہو جائے۔ تو ڈاکٹر کے کہنے پر
پھوڑے والا ہاتھ کاٹ دیتے ہو۔ مگر جہاں خالق کائنات حکم دے کہ
اس ہاتھ کو کاٹ دو کیونکہ یہ مریض ہاتھ کی طرح باقی لوگوں پر
اثرانداز نہو۔ مگر یہاں خدا کے حکم پر تم اعتراض کرتے ہو۔ زنا کے
متعلق ایک حد تک سزا آسان رکھی کہ جس کا نکاح نہیں ہوا اس کو
کوڑوں کی سزا دیگئی۔ کیونکہ اس کے پاس محل موجود نہیں ہے اور
پھر شادی کو بہت آسان کر دیا۔ یہ تو ہم نے غیر شرعی رسومات
سے شادی کو مشکل بنا دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے
مسلک پر صرف اڑھائی روپیہ حق المہر پر شادی ہو سکتی ہے۔ یہ
رحمنی شادی ہے اور شیطانی شادی وہ تو بیس سال میں بھی پوری نہیں
ہوسکتی۔ ایک عورت آئی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اقدس مین حاضر ہوئی کہ میری فلاں سے شادی کر دو۔ اس سے حق
المہر پوچھا کہ کیا دو گے اس نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوہے کی انگوٹھی دیدو۔ عرض کی کہ وہ
بھی نہیں۔ تو فرمایا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اس

عورت کو قرآن پڑھا دینا بس یہ حق المہر کی ادائیگی ہوگی۔

اب جو شادی شدہ ہے تو چونکہ اس بدبخت کے پاس حلال نعمت موجود ہے اور زنا سرزد ہوا تو اب اس کی سزا شریعت نے سنگساری رکھی۔ کیونکہ حقیقت میں زانی دو جرم کرتا ہے۔ ایک قتل اور ایک توہین اگر اس نطفہ کو محل میں ڈالتا تو ایک مسلمان پیدا ہوتا تو معلوم ہو گیا کہ یہ حکماً قتل ہے۔ دوسرا یہ کہ جس عورت سے معاملہ ہوا تو اس کے پورے خاندان کی توہین ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ زنا کا جرم ڈبل ہے۔ تو قتل کے بدلے تو مار دیا جاتا ہے اور بے عزتی کے بدلے میں پتھر مار مار کر باؤلے کتے کی طرح اس کو مارا جاتا ہے۔

درس نمبر ۸
اکتوبر

اِصلاحی کاملیت

ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ یہ قرآن پاک ہر لحاظ سے کامل کتاب ہے۔ آج کے درس میں قرآن کا کامل ہونا۔ اصلاحی حیثیت سے بیان کیا جاتا ہے۔ اصلاح یعنی ملنے والوں کو درست کر دینا اور ان کی حالت میں تبدیلی کر دینا۔ اس سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن کے علاوہ اور کتابیں تعلیم دے سکتی ہیں مگر عمل نہیں کرا سکتیں۔ تعلیم کا معنی حق سکھانا اور تکمیل معنی عمل کرانا۔ اگر تعلیم سیکھی مگر عمل نہیں تو بگڑے رہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک مریض طبیب سے صحیح نسخہ سیکھ لے۔ سیکھنے سے تو صحت نہ ہوگی جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے۔ اس طرح روح یا دل کی اصلاح اس وقت ہوگی جب قرآن کے سکھائے ہوئے حق پر عمل بھی ہوگا۔ اور قرآن کے علاوہ کوئی کتاب ہو وہ حق سکھائیگی مگر عمل نہ سکھائیگی۔ قرآن نے اپنی پوری تاریخ سے یہ ثابت کردیا کہ قرآن عمل سکھاتا ہے۔

بزرگانِ دین کی زندگی اسکی عملی نشانی ہے۔ اصلاحِ انسانی کی

بنیادی چیزیں تین ہیں۔ (1) خوف خدا۔ (2) عدل و انصاف۔ (3) مساوات جو اسلام کی خاص چیز ہے۔ کہ کوئی انسان خود کو بلند اور دوسرے کو پست نہ سمجھے۔ میرے خیال میں قرآن نے یہ تینوں باتیں بیان کی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ دوسری کتابوں میں بھی لکھی ہوں۔ مگر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن نے اپنے ماننے والوں کو ان کا عمل بھی سکھایا ہے۔ (1) خوف خدا۔ یہ اصلاح کی بنیاد ہے۔ آدمی جب گناہ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے جس درجہ میں خوف خدا اصلاح کر سکتا ہے۔ کوئی قانون بھی اصلاح نہیں کر سکتا۔ حدیث رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ۔ قرآن فلا تخشوھم واخشونی۔ خاص مجھ سے ڈرا کرو۔ تو اس میں اپنا فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ چاہے تو دنیا کو ایک سیکنڈ میں خاک میں ملا سکتا ہے۔

(2) عدل و انصاف۔ کونوا قوامین بالقسط۔ تم ہمیشہ انصاف پر جمے رہو۔ کہ ہٹنے نہ پاؤ۔ قرآن اگر گواہی بھی دو تو اللہ کیلئے دو چاہے وہ گواہی تمہارے خاندان یا اپنی جان کے خلاف پڑے تو گواہی صحیح دو۔ ایسی بہت سی آیتیں آئی ہیں۔ عدل کے متعلق تو یہاں تک کہا ہے۔ کہ اگر تمہارا دشمن بھی ہو تو فیصلہ صحیح کرو۔ ولا یجرمنکم شنآن قوم آج سلامتی کونسل سے انصاف کیسے ہو سکے۔ اسلام کا قاضی بیچارہ تو بڑا غریب ہوتا ہے۔ مگر سلامتی کونسل میں تو بڑی قومیں بیٹھی ہیں۔ مثلاً روس اور امریکہ وہ

اگر کمزور اور طاقتور قوموں کا فیصلہ آجائے۔ تو فیصلہ طاقتور کے حق میں کرتے ہیں۔ سلامتی کونسل میں جو کھوپڑیاں بیٹھی ہیں وہ عدل و انصاف نہیں رکھتیں۔ تو وہ خود غرض اور مفاد پرستی کی کھوپڑیاں ہیں۔ ان سے انصاف کی امید رکھنا بالکل غلطی ہے۔ مگر قرآن حکیم کا فیصلہ سنو! حکم دیتا ہے۔ ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الخ کہ ایک بدترین دشمن کے فیصلہ میں اس کو صحیح صحیح حق دے دو۔ عدل و انصاف قائم کرو۔

(3) مساوات یہ تو سرے سے ہے ہی نہیں۔ اقوام متحدہ کے منشور کی تمام چیزیں صرف تحریر میں لائی گئی ہیں ان پر عمل تو ہے ہی نہیں۔ سب سے بڑی طاقت امریکہ ہے۔ وہاں حبشی اور گوروں کے حقوق مختلف ہیں حالانکہ اکثر مذہب میں بھی برابر ہیں۔ اس سے زیادہ دنیا اور کیا برباد ہوگی۔ دیکھو کالے اور گوروں کے مکتب الگ، ہسپتال الگ۔ دیکھو یہ بیوقوف کتے کو تو اپنی گود میں بٹھاتے ہیں مگر نسلاً فرق ہے کالے حالانکہ مذہبی طور پر ایک ہیں۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ہم نے انسان کو بہترین تخلیق دی۔ آج یہ کمرے میں کتے کو تو بٹھائیں گے مگر سیاہ فام عیسائی نہیں آسکتا۔ یہ انسانیت ہے ان انسانوں سے خیر کی توقع ہے؟ یہی حال ہندو کا ہے اگر گائے ذبح کر دی تو جرم مگر مسلم کشی جرم نہیں۔

اسلام نے اعلان کیا یاایھاالناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثٰی

تم سب انسانوں کو ایک ماں باپ سے پیدا کیا ہے۔ لهذا ایک خاندان سے ہو۔ اور امور سے تعلق بڑھ سکتا ہے۔ مثلاً سادات چونکہ ان کا تعلق حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس لئے ان کو برتری ہے۔ حدیث شریف جو حجتہ الوداع کے موقع پر بیان فرمائی گئی۔ لافضل لعربی علی عجمی ولا علی عربی ولا لاحمر علی اسود الا بالعلم و التقوی۔ علم اور تقوی میں فرق پڑسکتا ہے باقی میں نہیں۔ اس میں میرا مقصود یہ بیان کرنا ہے۔ کہ مذکورہ بالا تین چیزیں بنیادی چیزیں ہیں۔ لیکن عمل کون کرائے۔ قرآن پاک کی یہ خوبی ہے کہ علم کے علاوہ عمل بھی کرا سکتا ہے۔ حق سکھایا اور حق کا عمل بھی کرایا۔ (1) خوفِ خدا۔ اسلام کا داعی اول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے خوفِ خدا کے قانون پر خود کتنا عمل کیا۔ واقعہ نقل کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ بن مطرف فرماتے ہیں کہ مررت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی باللیل۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھتے تھے مگر گھر میں پڑھتے تھے۔

آپؐ کے سینہ مبارک سے رونے کی آوازیں ایسی آتی تھیں کہ جس طرح دیگ اُبلتی ہے۔ کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ صدیقہ سے پوچھا۔ کہ مجھے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عظیم ترین واقعہ کی خبر دو۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر واقعہ عجیب ہوتا تھا۔ حدیث حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور ازواج مطہرات کو خطاب کیا کہ

آپ مجھے معاف کریں۔ کہ میں رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں
مصروف ہو جاتا ہوں۔

رسالہ شبشیہ سے نقل کرتا ہوں کہ حضور کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہاں ایک مشک لٹکی ہوئی تھی۔ اس سے عمدہ طریقہ پر
وضو فرمایا ثم قام الی الصلوۃ وبکی تو رونا شروع کیا کہ آپ کا سینہ
مبارک بھیگ گیا پھر رکوع، قومہ، سجدہ وغیرہ میں اتنا ہی روئے۔ ثم
رفع راس پھر سجدہ کے بعد روئے۔ پھر سجدہ کیا پھر بھی روئے پھر
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روتے
ہوئے نماز کو جاری رکھا حتیٰ کہ حضرت بلالؓ جو پہلے سے نماز کیلئے
مطلع کیا کرتے تھے۔ وہ آئے اور صبح کی نماز کیلئے مطلع کیا۔ یہ تو
حضرت عائشہؓ نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن حضرات
نے قرآن کی تعلیم پائی۔ ان میں سے حضرت ابو بکر الصدیقؓ بھی
تھے۔ تاریخ الخلفاء میں حضرت سیوطی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ وکان
علی وجہ ابی بکرؓ خطان من کثرۃ البکاء کہ خدا کے خوف سے جو روتے تو
رونے کی کثرت سے چہرہ کے گوشت میں نالے پڑ گئے تھے۔ یہ وہ
صدیق اکبرؓ ہیں جن کا خلافت میں پہلا نمبر آیا۔ قرآن نے تعلیم
کے علاوہ عمل بھی سکھا دیا اور حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق سیوطی
رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وکان اذا سمع القرآن الخ کہ جب خدا کے
خوف کی کوئی آیت سن لیتے تو بیہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑتے
اور چارپائی پر اٹھا کر لیجاتے تھے۔ اور کئی دن تک طبع پرسی ہوتی

رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کا فائدہ یہ ہے کہ ایک تو گناہ سے روکتا ہے دوسرا نیکی پر ابھارتا ہے۔ نیکی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ یہ ہے اصلاحی جانب۔ (2) دوسرا فائدہ خوفِ خدا کا یہ ہے کہ اس خوف کے غلبہ ہونیکے بعد غیر خدا کا غلبہ دل سے اتر جاتا ہے۔ بہت سے گناہ ایسے ہیں جو مخلوق کے خوف سے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کسی شخص کی وجہ سے جھوٹ بولتا ہے۔ جس طرح ہندو نے لاہور پر اچانک حملہ کر دیا ہے۔ کینہ اور حسد بھی غیر کے خوف کی وجہ سے ہے۔ کہ فلاں آدمی یا ملک اگر طاقتور ہو گیا تو یہ ہمیں نقصان دیگا۔ حالانکہ مومن کیلئے کہا گیا ہے کہ صرف ایک خدا سے ڈرو۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ شرک بھی آدمی کے ڈر کا نتیجہ ہے۔ جو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز پہچانتا ہے۔ وہ شرک کو خوف میں پوشیدہ رکھتا ہے۔ تو خوف خدا کا ایک فائدہ اصلاحی اور دوسرا ارتقائی۔ کہ صرف خدا سے ڈریگا اور کسی سے نہیں ڈریگا۔ سلطان عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ مغل بادشاہ اس کے ہم پر بڑے احسان ہیں۔ اکبر اور دارا شکوہ نے ایسے کام کئے کہ دین کے پرخچے اڑ گئے۔ عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ خوفِ مخلوق سے بے نیاز تھے۔ اکبر نے بے دینی کی تعلیم شروع کی تھی۔ تو عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ نے آکر حق پھیلایا اور الحاد کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کہ ہزار سال سے ایک دین آرہا ہے۔ اکبر اور دارا اس کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اس نے محنت کر کے ہماری محفل میں دین کی شمع روشن کر دی۔

دکن کے دورہ پر گئے تو معلوم ہوا کہ ہندو آپ کو قتل کریں گے۔ پہلے خیمہ کے ارد گرد مسلمان باڈی گارڈ کا پہرہ ہوتا تھا مگر اس دن سے رات دن ہندو باڈی گارڈ مقرر کر دی۔ وہ ہندو سازش میں شریک تھے۔ مگر تین دن اور تین راتیں گذر گئیں۔ آخر ان سے کہا گیا کہ موقعہ تو گذر گیا تو ہندو کہنے لگے جب یہ سو جاتے ہیں تو ہم میں قتل کی قوت نہیں رہتی۔ ہمارے جسم سے طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ بیدار ہوتے ہیں تو ہم پھر قتل کرنے پر آمادہ اور تیار ہو جاتے ہیں۔ ہماری طاقت واپس آ جاتی ہے۔ معلوم ہو گیا کہ دلوں کو پھیرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر ہندوؤں نے عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ سے معافی مانگی۔ تو عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ میں یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ جو اللہ سے ڈرے اس کی حفاظت صرف خود اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ دوسرا واقعہ یہ کہ آپ اشراق کے پابند تھے۔ پہاڑی جگہ تھی پانی صرف پینے کا تھا اور مزید پانی نہیں تھا۔ پانی تلاش کرنا شروع کر دیا۔ کسی نے کہا کہ تین میل پر پانی کا چشمہ ہے۔ تو جانماز بچھا کر نماز پڑھنا شروع کی۔ وہاں ایک شیر رہتا تھا اس نے آپ پر نماز کی حالت میں حملہ کر دیا۔ آپ کا ایک ہاتھ ناف پر رہا اور دوسرے ہاتھ سے اسے قتل کر دیا۔ شیر کی چیخ سن کر فوجی بھاگے ہوئے آئے دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں اور شیر مرا پڑا ہے۔ یہ تھی خوف خدا کی وجہ کہ جب خدا کا خوف ہو تو سب خوف ختم ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی شیر پر سوار ہو کر جا رہا ہے۔ کہنے لگا کہ میری اس سواری پر تعجب نہ کرو۔ تم اللہ کے نافرمان نہ بنو دنیا میں کوئی چیز تمہاری نافرمان نہ ہو گی۔

درس نمبر ۹
۳۰ر اکتوبر ۱۹۶۵ء

مساوات حقوق

ذالک الکتاب۔ کے سلسلہ میں قرآن کامل کتاب ہے۔ معجزہ کبھی کبھی اظہار قدرت اور مسلمان کے یقین بڑھانے کیلئے ہوا کرتا ہے۔ ابھی کہتے ہیں کہ ہندوؤں نے ہمارے ایک ٹینک پر بم مارا تو ٹینک کا سارا لوہا پگھل گیا۔ مگر اس میں دو قرآن اپنے غلافوں سمیت محفوظ پڑے تھے۔ ان قرآن مجید کو ہندو آفیسر نے پاکستان بھیجا اور لکھا کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ قرآن پاک نے مساوات کی تعلیم دی ہے۔ حقوق کے اندر بھی مساوات ہے۔ ایک غلام اور بادشاہ کے حقوق برابر ہیں۔ اسلام کے علاوہ جتنے قوانین ہیں بادشاہ عدالت میں نہیں آئے گا مگر اسلام میں سب برابر ہیں جس طرح عام آدمی عدالت کی حاضری کا پابند ہے اسی طرح بادشاہ بھی پابند ہے۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم نے اپنی گورنری کے زمانہ میں اعتراض کیا کہ اسلام نے لڑکے کو وراثت میں ڈبل حصہ دار کیوں قائم کیا ہے؟ میں نے کہا مرد اور عورت دونوں کا خالق خدا ہے۔ خدا نے چاہا کہ اِس طرح حصہ دار بنا دیا جائے اس میں عقل کی

گنجائش نہیں کیونکہ لڑکے نے خاوند بننا ہے۔ مستقبل میں اس پر اولاد وغیرہ کا بوجھ پڑنا ہے۔ تو عدل کا تقاضا یہ ہے کہ اسے دوگنا حصہ دار بنایا جائے۔

مساوات اسلام۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ اس پر کم و بیش ہر زمانہ میں عمل رہا۔ خود مسجد میں دیکھو بادشاہ وغیرہ کیلئے کوئی جگہ مقرر نہیں ہے۔ تو ہماری نماز میں مساوات کی دلیل ہے۔ کہ اللہ کے ہاں اونچے اور نیچے طبقہ کی حد بندی نہیں۔ لیکن عیسائی دنیا میں جو گرجا گوروں کیلئے ہے وہ سیاہ فام عیسائی کیلئے نہیں۔ عبادات اور جہاد دونوں میں مساوات ہے۔

جہاد۔ سب سے قیمتی جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان مبارک ہے۔ آپؐ ہر لڑائی میں شریک ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سب سے بڑا بہادر وہ ہوتا تھا جو جنگ میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر کھڑا ہو سکے۔ خطرہ کی جگہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ٹھہرتے تھے۔ جب ایران کی جنگ نے ذرا سختی پکڑی تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ میں خود جا کر جنگ لڑتا ہوں۔ تو حضرت سلمانؓ نے منع فرمایا کہ اگر آپ کو کچھ ہوا تو تمام مسلمانوں کے قلب ٹوٹ جائیں گے۔ آپ چکی کے میخِ وُسطیٰ کی طرح یہیں رہ کر اپنے اردگرد گھماؤ۔ بہرحال اسلام کی تاریخ میں دنیا کی کوئی نظیر نہیں۔ مساوات عدالت بھی ہے۔ اسد الغابہ یہ ایک تاریخ کی کتاب ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عباسؓ کا گھر مسجد نبوی کے قریب تھا۔ ان کے گھر کے پرنالہ کے پانی سے رہ گذر کے کپڑے خراب ہو جاتے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کی غیر موجودگی کے باوجود پرنالہ اکھیڑ دیا اور فرمایا کہ دوسری طرف رکھو۔ کسی نے کہا کہ یہ معاملہ ہو چکا ہے۔ دیکھو جھگڑے کے وقت بھی صحابہ کرامؓ سے سبق سیکھو۔ جب حضرت عباسؓ کو علم ہوا تو ناراض ہوئے کہ میری عدم موجودگی میں امیر نے تصرف بیجا کیا ہے۔ تو حضرت ابی ابن کعبؓ جو مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ان کی عدالت میں مقدمہ درج کرا دیا۔ تو قاضیؓ صاحب نے قیصر و کسریٰ کے پرخچے اڑانے والے کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم بھیجا۔ جب عدالت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابی ابن کعبؓ اوپر بیٹھے ہیں اور فاروق اعظمؓ کو حضرت عباسؓ کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت عمرؓ بولنے لگے تو فرمایا چپ رہو حضرت عباسؓ مدعی ہیں پہلے ان کا بیان ہو گا۔ فرمایا کہ ایک تو یہ میری عدم موجودگی میں اکھیڑا گیا ہے۔ دوسرا یہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقیؓ میں بھی تھا اور اس کی اجازت خود حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور مجھے حکم فرمایا تھا کہ میرے کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ رکھدو۔ قاضیؓ نے گواہ مانگے۔ دو گواہ پیش کر دئے گئے۔ جنہوں نے واقعہ کی تصدیق کر دی۔ تو پھر حضرت فاروق اعظمؓ کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ اب سنائیں۔ تو آپؓ کہنے لگے کہ مجھے تو پتہ نہیں

تھا کہ یہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے لگایا گیا تھا
اب یہ ہے کہ میں بیٹھتا ہوں حضرت عباسؓ میرے کندھے پر چڑھ
کر دوبارہ لگا دیں۔ جب حضرت عباسؓ کے حق میں حضرت ابی ابن
کعبؓ نے فیصلہ دیدیا۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ آپ نے
فیصلہ میرے حق میں دیدیا ہے تو سن لو کہ یہ مکان میں مسجد کو
وقف کر رہا ہوں اسے گرا کر مسجد کو وسیع کر لو۔ یہ کس درجہ کی
مساوات ہے۔ کہیں دنیا کے قوانین میں ایسی مثال ملتی ہے؟
حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے دو صاحبزادے عراق گئے۔ وہاں کے
گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تھے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ
میرے پاس خزانہ ہے جسے میں نے دارالحکومت مدینہ منورہ بھیجنا
ہے۔ میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں تحفتہً آپ کی خدمت میں
پیش کروں البتہ اس رقم سے آپ مال خرید کر لیں وہاں اس کو
فروخت کر کے اصل رقم بیت المال میں جمع کر دیں اور نفع خود رکھ
لیویں۔ حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ نے عرض کی کہ
امیر المومنین ناراض ہونگے۔ حضرت موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ میں
تحریر دیدونگا۔ اتفاق سے اس خریدوفرخت میں کافی نفع ہوا۔ جب
واقعہ حضرت امیر المومنینؓ کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ
نے فرمایا کہ یہ معاملہ صرف اسلئے ہوا ہے کہ آپ امیر المومنین کے
فرزند ہیں۔ لہذا اصل رقم بمع نفع بیت المال میں جمع کرادو۔ یہ ہے
اسلامی طرز کی زندگی۔ حضرت ابوبکر رضی الصدیقؓ خلیفہ بننے کے متصل

دوسرے دن حسب معمول کپڑا اٹھا کر فروخت کرنے کیلئے نکلے۔ تو حضرت عبداللہؓ بن جراح اور حضرت فاروق اعظمؓ نے روکا کہ اب آپ یہ کام نہ کریں تو فرمایا کہ کھائینگے کہاں سے؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کا انتظام کریں گے۔ تو حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے فرمایا کہ امیرالمومنینؓ کے لئے وظیفہ مقرر کرنا چاہئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غصہ آیا کہ تنخواہ شاید حرام ہو جائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے صحابہ میں سب سے زیادہ امین حضرت عمر اور ابن جراح ہیں تو کیا تنخواہ جراح نہ مقرر کر دیں۔ تو 35 روپے تنخواہ مقرر کی گئی۔ ایک خادم، ایک اونٹنی اور ایک لکڑی کا پیالہ بھی دیا گیا۔ حضرت علیؓ تک تو یہ حالت تھی کہ حج کے موقع پر رعیت کے خیمے ہوتے تھے اور امیرالمومنین چادریں درختوں پر ڈالکر خیمے کا کام لیتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کی وفات ہوئی تو وصیت فرمائی کہ لکڑی کا پیالہ اور دیگر سامان حضرت عمرؓ کے سپرد کر دینا کہ یہ بیت المال میں جمع کر دیں۔ اور جو میں نے بیت المال سے تنخواہ لی ہے تو میری جائداد فروخت کر کے اور کچھ رشتہ داروں سے چندہ کر کے بیت المال میں جمع کر دیں۔ جب یہ چیزیں حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس گئیں تو آپؓ رونے لگے۔ فرمایا کہ ہمیں بھی ایسا کرنا پڑے گا۔

"(روئے اس لئے نہیں کہ ہمیں ایسا کرنا پڑے گا۔

بلکہ اسلئے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے استغناء اور اتقاء کی وجہ سے روئے)"

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ پر وفات کے وقت 80 ہزار قرضہ تھا- آپ نے اپنے فرزندوںؓ اور حضرت حفصہؓ بیٹی کو بلایا- فرمایا کہ میرے خاندان بنی عدی کو میرے مرنے کے بعد اکٹھا کر کے کہنا کہ تمہارا رشتہ دار قبر میں اس قرضہ میں قید ہو گا اس کیلئے امداد کرو- بیٹے قرضہ اتارنے کیلئے تیار ہو گئے کہا کہ جب قرضہ مانگا جائیگا تو جائیداد فروخت کر کے ادائیگی کی جائیگی- تو ایک دن اعلان ہوا کہ امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظمؓ کا مکان قرضہ کی ادائیگی میں فروخت ہو رہا ہے- تو حضرت سیدنا امیر معاویہؓ تشریف لائے قرضہ کے متعلق دریافت کیا- تو معلوم ہونے پر وہ مکان 80 ہزار روپے میں خرید کر دارالقضاء کے لئے وقف کر دیا-

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں ایک بڑھیا تنہا رہتی تھی میں صبح اس سے جا کر پوچھتا کہ کوئی خدمت ہو تو حکم کرو تو وہ یہ کہہ دیتی کہ آپ سے پہلے کوئی آدمی آیا ہے جو میرا سارا کام کر کے چلا گیا ہے- تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں تین دن گیا بڑھیا نے یہی جواب دیا تو میں دوسرے روز علی الصبح جا کر چھپ بیٹھا- دیکھا کہ امیرالمومنین صدیق اکبرؓ ہیں- میں نے ان سے جا کر عرض کی کہ آپ ہمیشہ نیکی میں پہل کرتے ہیں- جواب فرمایا کہ خدمت کے حق میں میرا حق پہلا ہے- حضرت خالدؓ بن ولید آپ قیصر و کسریٰ

کو فتح کر چکے تھے۔ تھے تو انعام کے مستحق مگر عین یمن کی لڑائی کے درمیان ان کی معزولی کا پروانہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے انھیں بھیج دیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو ان کی جگہ سپہ سالار مقرر کیا۔ جب پروانہ پہنچا تو آپ نے ذرہ برابر بھی رنجیدگی کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ خوشی خوشی اس پر عمل کیا اور واپس مدینہ طیبہ آ گئے۔ عرض کی کہ کوئی حکم۔ فرمایا مسجد نبوی میں جھاڑو دو۔ عرض کی یہ تو میری خواہش تھی۔ آج کوئی جرنیل ایسی حالت میں حکم مانے گا؟ نہیں۔ معزولی کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

(1) چونکہ زیادہ فتوحات حضرت خالدؓ نے کیں تھیں۔ تو کہیں مسلمان یہ نہ سمجھ لیں کہ فتوحات حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں ہیں۔ (2) بعض نے لکھا ہے کہ کسی شاعر کو اس کے شعر پڑھنے پر کچھ رقم انعام کے طور پر دی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر خزانہ سے دی ہے تو خیانت کی ہے اور اگر اپنی جیب سے دی ہے تو صرف بیجا ہوا۔ (3) کہ حضرت خالدؓ ہمیشہ لشکر کو خطرہ کی صورت میں لے جاتے تھے۔ کیونکہ بڑا نڈر سپہ سالار تھا۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے سوچا کہ یہ صحابہ کرامؓ کا لشکر ہے۔ کہیں جانی نقصان زیادہ نہ ہو جائے اس لئے حضرت خالدؓ کو واپس بلا لیا۔ ترکی کا بادشاہ "محمد مراد خاں خامس" یہ متحدہ یورپ کو شکست دے چکا تھا اور پچیس شہزادے بھی گرفتار کر کے لایا تھا۔ اس نے خواہش کی کہ قسطنطنیہ میں ایسی مسجد تعمیر کی جائے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہ ہو۔ تو بادشاہ

کی خواہش پر دنیا کا ایک نمبر معمار۔ "خدنج" نامی جگہ کا رہنے والا میسر کیا گیا۔ مسجد کافی عرصہ میں تعمیر کی گئی۔ مگر بادشاہ کو پسند نہ آئی غصہ میں آ کر معمار کا ہاتھ کاٹ دیا۔ معمار نے قاضی صاحب کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ آج تو انگریز نے قاضی کو بدنام کیا ہوا ہے۔ قاضی صاحب نے بادشاہ کو عدالت میں پیش ہونے کا حکم صادر کیا۔ بادشاہ عدالت میں ملزموں کی طرح پیش ہوا۔ بادشاہ نے اعتراف جرم کیا۔ قاضی جی نے کہا کہ اب آپ کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ یہ ہے شرعی سزا کہ بادشاہ و رعایا سب مساوی حقوق رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے ہاتھ کاٹنے کیلئے آگے بڑھا دیا۔ وہ معمار بھی ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے قلب پر انصاف کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے فوراً قاضی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے بادشاہ کا قصور معاف کر دیا۔

درس نمبر۱
۸؍اکتوبر ۱۹۶۵ء

تاثیری کاملیت

ذالک الکتاب یہ ایک کامل کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اس کا ہر مضمون صحیح اور ہر مقصد سچا ہے۔ آج ذالک الکتاب کے سلسلہ میں قرآن کے کمال تاثیری کا بیان کیا جاتا ہے۔ تاثیر کی قسم ہیں۔ (1) مثبت، (2) منفی۔ مثلاً پانی کی تاثیر یہ ہے کہ آدمی پیتا رہے تو زندہ اگر پینا ترک کر دے تو مر جائے۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا مثبت اور منفی دونوں اثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک کے بھی دونوں اثر ہیں۔ مثبت اور منفی۔ مثبت اثر تو یہ ہے کہ اس کو جس نے اپنایا اس کے قلب کو اللہ سے جوڑ دیتا ہے۔ یہ چونکہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ تو جب اللہ سے جوڑ ہو گیا تو ہر قسم کی خرابیاں ختم ہو گئیں اور اگر اللہ سے تعلق ٹوٹ گیا تو پھر ہر قسم کی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اگر اللہ سے تعلق نہ ہو تو صورت تو انسان کی ہو گی مگر در حقیقت اندر سے انسانی شکل نہیں۔ مثلاً ایک کاغذ پر گھوڑے کا نقش ہو تو کیا اس نقش سے گھوڑے کا کام لے سکتے ہیں؟ اسی طرح انسان کی صورت ہو اور حقیقت نہو تو انسان

نہیں۔ انسان تب ہو گا جب تعلق اللہ سے پیدا ہو جائے۔ اس کتاب کا یہ اثر ہے کہ اللہ سے تعلق پیدا کر دیتی ہے۔ یہ کتاب عرب میں آئی تو انسان کو اللہ سے جوڑا۔ عجم میں آئی تو انسان کو اللہ سے جوڑا۔ تعلق پیدا ہونے کا نتیجہ یہ کہ انسان کامل ہو گیا۔

وننزل من القرآن ما ھو شفاء۔ ہم نے قرآن سے ان چیزوں کو اتارا ہے۔ جس سے صحت، تندرستی، اور شفاء ہے۔ تو قرآن کا مثبت اثر شفاء ہے یعنی انسان کے ہر نقص کو نکال دیتا ہے۔ اور منفی اثر خسران ہے یعنی خسارہ ولا یزید الظالمین الا خسارا۔ یعنی منفی اثر میں تباہی و بربادی ہے۔ مثلاً کوئی درخت لیلو اگر اس کو زمین سے تعلق ہے تو اس کیلئے شفاء ہے، ترقی ہے۔ اگر جڑوں کا تعلق زمین سے نہ رہے تو یقینی بات ہے کہ درخت مرجھا کر خشک ہو جائے اور گر بھی جائے۔ اسی طرح انسان اگر قرآن سے جڑا رہے تو زندگی وگرنہ موت، بربادی اور تباہی۔ کرۂ ارضی میں کچھ نیکی کی باتیں موجود ہیں۔ ان پر عمل ہو یا نہ ہو یہ دوسری بات ہے مگر وہ باتیں تسلیم ہیں۔ مثلاً سچ بولنا۔ عدل وانصاف قائم کرنا وغیرہ۔ ہر شخص عمل کرے یا نہ کرے مگر ان کو کہتا اچھی باتیں ہیں۔ یہ سب حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی۔ تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن سے دور یہ دورِ حاضر ہے۔ اس دور میں بہت سی قومیں قرآن سے تعلق نہیں رکھتیں۔ تو سوال یہ ہے کہ وہ قرآن سے بے تعلق ہیں انہوں نے نقصان کیا

اٹھایا۔ جواب قرآن کے تعلق سے انسان سلیم ہوتا ہے۔ اگر تعلق نہ ہو تو انسان کم عقل ہو جاتا ہے۔ اب یہ سوال ہو گا کہ ان کو کم عقل کیسے کہا جائیگا وہ تو سائینسدان ہیں۔ جواب کہ ایک جنون دماغی ہوتا ہے۔ یعنی وہ غلط سوچ جو دماغ سے پائی جائے۔ (2) جنون فکری یعنی دماغ تو درست مگر فکر غلط ہے۔ اس وقت وہ جماعتیں جنون فکر مین مبتلاء ہین۔ جو قرآن سے کٹ گئے ہیں۔ یورپ ہو یا امریکہ۔ وہ صحت دماغی تو رکھتے ہیں مگر جنون فکری مین مبتلاء ہیں۔ پھر سوال ہو گا کہ دیوانہ اور غیر دیوانہ مین فرق کیا ہو گا۔ ان کی پہچان کیا ہو گی؟ جواب/ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں آقا ناشناسی پیدا ہو جاتی ہے۔ کتا جب درست ہو تو مالک و آقاء کے آگے گرتا ہے اور دم ہلاتا ہے اور اگر دیوانہ ہو جائے تو مالک پر حملہ کر دیتا ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ دیوانہ کی پہلی نشانی آقا ناشناسی اور دوسری نشانی فساد ہے۔ تو دوسری علامت فساد ہوئی۔ یعنی کتا فساد کرتا ہے۔ حقیقت میں مالک ناشناسی اور فساد یہ دو چیزیں ایسی ہیں۔ جن سے دیوانہ پن کا پتہ چل سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جتنی قومیں قرآن سے منقطع ہو گئی ہیں۔ تو مالک ناشناسی تو ظاہر ہے وہ خدا کو کس طرح پہنچانتے ہیں وہ تو مالک کی مخلوق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ ان اقوام کو مالک ناشناسی ہے۔ دیکھو قرآن سے تعلق والے لوگوں کا کیا حال ہے۔ مسلمان حکومتیں کافی زمانہ تک گزری ہیں اور مسلمان قوم کئی مدت تک قرآن سے منسلک رہی ہے۔ ایک غیر

مسلم مؤرخ لکھتا ہے کہ قرآن کی مخصوص خاصیت یہ ہے کہ بندہ کو اللہ سے بہت جلد وابستہ کر دیتا ہے۔ اس لئے قرآن کے ہر ورقہ پر اللہ کا اسم مبارک آتا ہے۔ اور اللہ کے تعلق سے قوت اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ تو آقاء ناشناسی ایک اور نمبر دوم فسادوہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کیونکہ قرآن سے جو منقطع ہو گیا دیوانہ ہو گیا۔ دیکھو 1418ء کی جنگ میں 4 کروڑ انسان قتل ہو گئے۔ مغربی جرمنی کے ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم میں چھ کروڑ انسان قتل ہو گئے۔ پندرہ کروڑ انسان بیکار ہو گئے۔ پندرہ کروڑ مکانات دنیا کے مختلف حصوں میں تباہ ہو گئے۔ دولت اتنی تباہ ہوئی کہ پوری زمین پر بسنے والے ہر بنی آدم کو ماہوار اڑھائی صد روپے ماہانہ تنخواہ دی جائے تو ایک صدی ختم نہ ہو گی۔ یہ مسیحی قوموں کا اجتماعی عمل ہے۔ اگر یہ مسیحی قومیں دیوانہ نہیں تو سمجھو کہ دنیا میں دیوانوں کا وجود نہیں۔ ہمارے علاقہ میں ایک دیوانہ ہے جو ہر وقت لاالہ الااللہ پڑھتا رہتا ہے۔ مگر یورپی دیوانہ تو خدا کو یاد نہیں کرتا۔ تو فساد بھی دیوانہ ہونیکی دلیل بنی۔ دیوانہ آدمی دوسرے کو مارتا ہے۔ کپڑے وغیرہ پھاڑتا ہے۔ عجیب بات ہے اگر یہ کام کوئی غیر کرے تو دیوانہ ہے اور اگر یورپی قومیں کریں تو دیوانہ نہیں۔ جان و مال کا نقصان کرنا دیوانگی کی علامت ہیں۔ دو عظیم جنگوں میں ساڑھے دس کروڑ انسان قتل ہوئے آپ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر اب تک حساب کریں کہ کتے، درندے، اور

سانپ وغیرہ نے کتنے انسان ختم کئے۔ وہ صرف ان دو جنگوں کے
جانی نقصان سے بہت کم ہوں گے۔ تو جو کھوپڑی قرآن سے ہٹ
جاتی ہے وہ اپنے آپ کو دیوانہ جانے یا نہ جانے مگر تقدیر الہی نے
اس کے دیوانہ پن کا فیصلہ کر دیا ہے۔ یورپ کے پاس روئے زمین
کی کتابیں ہیں مگر قرآن نہیں۔ وہ ساری کتابیں اس کو دیوانہ پن
سے نہ ہٹا سکیں۔ اور مندرجہ بالا یا مذکورہ بالا ثبوت اس کے دیوانہ
پن کا ہمارے پاس موجود ہے۔ تو قرآن کا یہ بیان درست نہیں ہے
وننزل من القرآن من ماھو شفاء الخ۔ جنگ قرآن والوں کی بھی ہوئی
مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
جنگیں ہوئیں۔ بعض وہ جنگیں ہیں جن میں آپ نے شمولیت فرمائی
اور بعض میں نہیں۔ جن میں شمولیت نہیں فرمائی وہ چالیس ہیں اور
جن میں شمولیت فرمائی وہ 19 ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہجرت کے بعد دس سال کے عرصہ میں ساٹھ جنگیں درپیش ہوئیں
ان سب میں مجموعی طور پر ایک ہزار اٹھارہ (1018) جانیں ختم
ہوئیں اور یہ تعداد بھی جانبین کی طرف سے ہے۔ لیکن ان میں
اڑھائی سو مسلمان شہید ہوئے اور کمال حاصل کر گئے۔ قلات میں
ایک 80 سالہ بزرگ رہتے تھے وہ ہمیشہ دعا کراتے تھے کہ شہادت
نصیب ہو فرماتے تھے کہ یہ مختصر راستہ ہے۔ اگر ایک ہزار اٹھارہ
میں چوتھائی شہید اور بقیہ ساڑھے سات صد کافر قتل ہو گئے۔ تو یہ
دیکھو کہ ان کفار کے قتل سے فائدہ کتنا ہوا۔ دیکھو یہ کافر قتل ہوئے

تو قرآن پھیلا اور دنیا کی اصلاح ہوئی۔ اگر اتنے قتل سے اصلاح ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ معلوم ہو گیا کہ اسلامی جہاد عملی اصلاح ہے۔ تاکہ ہدایت کی روشنی پھیل جائے۔ اگر ایک ڈاکو ڈاکہ کے وقت کسی کا ہاتھ کاٹ دے تو یہ فساد کی نوعیت ہے۔ اور اگر ڈاکٹر مرض کے سبب کسی کا ہاتھ کاٹے تو یہ فساد نہیں۔ یہ تو ایک علاج ہوا۔ یہ فرق ہے جنگِ اقوام اور جہادِ اسلام میں۔ قرآن نے جہاد کر کے عرب کے درندوں کو فرشتہ بنایا۔ تم نے ساڑھے دس کروڑ انسان وغیرہ نقصان کر کے کیا کیا؟

جنگ شاہاں جہاں غارت گریست
جنگ مومن سنت پیغمبر یست

جو مادی مقصد کے تحت جنگ لڑی جائے وہ غارت گری۔ اور روحانی مقصد کے تحت جو جنگ لڑی جائے وہ جہاد کہلاتا ہے۔ جو اس مقصد اور تصور سے لڑائی لڑے کہ اللہ کا قانون بالا ہو تو اس میں پوری قوم کا فائدہ ہے۔ کیونکہ اللہ رب العلمین ہے رب المسلمین نہیں۔ اللہ کے قانون میں سب کے فائدہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر امریکہ قانون بنائیگا تو وہ امریکہ کیلئے ہو گا۔ یہ قانون اللہ کا ہے۔ جو رب العلمین ہے۔ سب کا فائدہ ہو گا۔ کل عالم کا فائدہ ہے۔ تو یہ چیز آیت پاک میں واضح کر دی گئی۔ یہ قانون حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ملا چونکہ آپ کی ذات اقدس وسیلہ

ہیں تو آپ کے متعلق فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمتہ للعٰلمین ۔ یہ نہیں فرمایا رحمتہ للمسلمین۔ تو اس مقصد کیلئے جو لڑائی ہو گی وہ کل عالم کیلئے بھلائی ہو گی خاص مسلمانوں کیلئے نہیں ۔ تو قرآن کا بیان کہ یورپ اور امریکہ باوجود تعلیم کے کم عقل ہیں۔ کیونکہ انہیں قرآن سے تعلق نہیں۔ وننزل ان القرآن ماھو شفاء ورحمتہ للمومنین۔ ہم قرآن کے ذریعہ آپکے پاس وہ چیز اتارتے ہیں جو شفاء ہے۔ "للمومنین" کی قید لگا دی کہ جو یقین کرے گا اس کیلئے شفاء ہے۔ یہ قید اسلئے لگائی کہ کسی کا بھی نسخہ ہو بغیر یقین کے فائدہ نہیں دیتا۔ دنیا کے اعتبار سے شفاء ہے اور آخرت کیلئے بھی۔ اور جو انکار کرے یقین نہ کرے ولا یزید الظٰلمین الا خسارا قرآن کے ذریعہ سے جو انسان ظالم ہیں وہ نقصان اٹھائیں گے۔ قرآن میں کافرین کی بجائے ظٰلمین کا لفظ اس لئے لائے کہ وہ اپنی جان کے علاوہ اور لوگوں پر بھی ظلم کریں گے۔ شاباش تمہاری سائنس کی وجہ سے انسان کا زندہ رہنا بھی مشکل ہو گیا۔ کیونکہ ایٹمی دور آ گیا ہے۔ سوال یہ کہ چیز ایک اور اثر دو۔ مؤمنوں کیلئے نسخہ شفاء اور منکروں کیلئے نقصان۔ تو بو علی سینا نے جواب دیا اشارات میں لکھتے ہیں کہ اسکی مثال سورج کی روشنی ہے کہ دھوبی کپڑا دھو کر دھوپ میں رکھتا ہے۔ دھوبی کالا اور کپڑا سفید ہو گا۔ مگر ہے ایک دھوپ۔ ہم نے ایک اور مثال بتائی ہے۔ پختہ سے پختہ لوہا، پیتل یا سونا وغیرہ کو آگ پگھلا دیتی ہے۔ مگر اس میں اینٹ ڈالیں تو اسے پختہ کر دیتی ہے تو ایک ہی آگ نے دو متضاد

نرمی اور سختی کے عمل دکھائے۔ اسی طرح کائنات میں مختلف اثرات ہیں۔ قرآن کا یہ حق ہے کہ اس کو مانا جائے اور یہ حق نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے۔ تو اگر قرآن پر عمل کیا جائے تو زندگی خوشحال ورنہ نقصان دہ۔

درس نمبر ۱۱
۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء

معنوی کاملیت

عورت پر بحث

ذالک الکتاب ۔ یہ کتاب معنوی اعتبار سے بھی کامل ہے۔ یعنی اس قرآن کے مطالب ایسے ہیں کہ اس سے بہتر مطالب انسان کی اصلاح کیلئے اور نہیں ہو سکتے۔ اور بڑی بات یہ کہ اسلام کے مخالفین بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کہ کوئی ملک قانون بنائے خواہ ایک فرد یا ایک جماعت بنائے کچھ عرصہ بعد وہی فرد یا جماعت اس میں ترمیم یا تنسیخ کرتی ہے تو معلوم ہو گیا کہ انسان کے بنائے ہوئے قانون میں خامیاں ہیں۔ مگر آسمان کے نیچے ایک کتاب ہے اس کا ظہور ایک نبی اُمّی کے ذریعہ ہوا۔ اور چودہ سو سال گذر گئے۔ حقیقی طور پر ایک لفظ کی ترمیم کی ضرورت نہیں۔ یہ ہے کامل ہونیکی دلیل۔ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ اگر پیغمبر کا اور کوئی معجزہ نہ ہوئی تو یہی کافی ہے۔ اس سے بہتر اور کوئی معجزہ نہیں۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں کا دماغ بہت بگڑا ہوا ہے۔ کہ بعض چیزیں جو یورپ سے مناسبت نہیں رکھتیں تو مسلمانوں کے ڈر سے تبدیلی تو نہیں کر سکتے۔ ہم یہ کہیں گے کہ یورپ کے اثر سے اس

کی کھوپڑی قرآن میں ترمیم کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے دماغ کو قرآن کے مطابق ڈھالے۔ علامہ رحمتہ اللہ علیہ۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان مغرب بے توفیق

تمہارے دماغ میں جو نظریات ہیں وہ انسان کے ہیں۔ اور قرآن خدا کا ہے۔ تو ہمیشہ ہر چیز خدا کے ماتحت ہونی چاہیئے۔ انسان کی چیز میں ترمیم کر کے خدا کی چیز کی شکل اختیار کرنی چاہیئے۔ قرآن میں ترمیم کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ درجہ میں بلند ہو۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ یہ ذلیل انسان آج خالق کائنات کی بات میں غلطیاں نکالتا ہے۔ حالانکہ خالق کو مخلوق کی بات میں ترمیم کرنی چاہیئے۔ ولن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا اللہ کی سنت میں تم تبدیلی نہ پاؤ گے۔ مومن کیلئے خدا کی بات میں ترمیم کی کیا ضرورت! اب کیا بات ہو گئی کہ چودہ سو سال بعد ترمیم کی ضرورت پڑی۔ قرآن کامل ہے معنوی حیثیت سے بھی ۔ تین چیزیں ہیں (1) قانون ازدواجی، (2) قانون اعتقادی، (3) قانون معاشی۔ قانون ازدواجی کے سلسلہ میں مرد اور عورت کی حیثیت کا فیصلہ کرنا ہے۔ کہ قانون قدرت کے مطابق اس زمین کی آبادی مرد اور عورت سے ہے۔ اگر ایک نہ ہو تو یہ کائنات نہ ہوتی وبث فیمارجالاً کثیرا اس جوڑے سے بہت بڑی تعداد پھیل گئی۔ صرف مرد یا صرف

عورت سے یہ نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اور بڑے سے بڑا آدمی سوا حضرت آدم علیہ السلام کے سب انبیاء علیھم السلام اس عورت سے جنے گئے۔ عورت کا تقدس کون نہیں مانتا۔ جو لوگ اسلام کے متعلق ترمیم کے قائل ہیں۔ مصر میں ایک کتاب لکھی گئی ہے۔ المکارمات، اس کتاب میں لکھا گیا ہے کہ رومن لاء یعنی اٹلی، فرانس اور انگلینڈ وغیرہ کا قانون، جو یورپ کی زندگی کا مدار رہا ہے۔ وہ یہ کہ عورت کسی کی وارث نہیں ہو سکتی۔ گویا یورپ کے قانون نے عورت کو وراثت سے محروم کر دیا۔ گائے اور بھینس کی طرح، کہ جس طرح مرنے کے بعد حیوان کو وراثت کا حق نہیں اسی طرح عورت کو بھی وراثت کا حق نہیں۔ تو رومن لاء میں یہ ہے کہ عورت کوئی چیز خرید یا فروخت نہیں کر سکتی اور جو چیز کمائے وہ خاوند کی ملکیت ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ یہ چیزیں صرف حیوان نہیں کر سکتا۔ رومن لاء قانون کی عجیب چیز یہ دیکھو کہ اسلام میں تو دلہا، دلہن کی حق المہر ادا کرتا ہے مگر اس رومن لاء میں دلہن کے ورثاء دلہا کو حق المہر ادا کریں گے۔ 1914ء میں ایک کانفرنس کی گئی کہ عورت میں جان یعنی روح ہے یا نہیں؟ کانفرنس نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ عورت میں روح ہے یا تو یہ جذبات تھے اور یا جذبات اس حد تک آئے کہ عورت کو مرد سے بھی بلند مقام دے دیا۔ بیوی کو انگریز مرد اپنے آگے چلائینگے۔ خاوند کی کل آمدنی بیوی کے اختیار میں اور عورت ہر قسم کی پابندی سے آزاد ہے۔ جس قوم کا

نسائی قوانین کے متعلق آئینہ یہ ہو وہ اسلام پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ یورپ جب لغزش کھاتا ہے۔ تو پھر اسلام کا قانون لے لیتا ہے۔

(1) مقام عورت و مقام مرد، (2) قانون پردہ، (3) قانون طلاق،

ان تین پر بحث کرنے سے قبل۔ قرآن کا بڑا احسان ہے کہ وراثت کے قانون میں اسلام نے مرد و زن کے متعلق قانونی مساوات رکھی۔ قانونی حیثیت سے قرآن نے صورت ظاہر کر دی۔ لِلرِّجالِ نَصِیبٌ الخ مردوں کا بھی حصہ ہے جو وہ حاصل کرے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ مطلب یہ کہ مرد و زن رزق وغیرہ میں برابر ہیں۔ یوصیکم اللہ الخ لڑکی اور لڑکا دونوں کا حصہ قائم رکھا مگر کمی بیشی۔ تو وہ خالق کائنات نے اپنی حکمت سے رکھی۔ فرمایا مرد اور عورت جو کچھ کمائیں وہ اپنے مال کے خود مالک ہیں یہ حقوق (1) قرآن نے دئے (۲) اس کے علاوہ اعمالی حقوق بھی ایک برابر ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ سب میں مرد و زن برابر ہیں من عمل صالحاً من ذکر و انثیٰ عورت و مرد جو بھی نیکی کا عمل کریں ان کو برابر کا بدلہ ملیگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں نیک کاموں سے حیوۃ طیبہ بنتی ہے۔ مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دنیا میں راحت تعلق مع اللہ سے ہوتی ہے۔ تو ایمان اور عمل صالحہ تعلق مع اللہ پیدا کرتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ

اگر کسی کو شک ہو تو وہ ایک ماہ میرے پاس رہے پھر ایک ماہ کسی امیر کے پاس رہے۔ پھر بتلائے کہ مزہ کہاں ہے۔ علم دین میں عورت اور مرد دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ دین سیکھنا دونوں پر فرض ہے۔ بڑی بڑی عالمہ عورتیں گذری ہیں۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے استادوں میں سے ایک عورت بھی استاد ہے۔ البدایہ والنہایہ سات جلدوں میں ہے یہ ابوبکر رحمتہ اللہ علیہ کاشانی کی ہے۔ علاؤالدین ثمرقندی رحمتہ اللہ علیہ ان کی بیٹی کا نام فاطمہ رحمتہ اللہ علیہا تھا اس کی خواہش تھی کہ جو شخص علم میں میری بیٹی کے برابر ہوگا اس سے نکاح کروںگا۔ بڑی انتظار کے بعد ابوبکر کاشانی رحمتہ اللہ آئے اور ان سے شادی ہوئی۔ ابن عامر رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں دمشق میں فوت ہوئے۔ صحابہ کرامؓ کا اقرار ہے کہ حضرت عائشہؓ جیسا علم دین میں واقفیت رکھنے والا ہم نے نہیں پایا۔ بہرحال علم دین کا دروازہ دونوں پر کھلا ہے۔ (1) علمی حقوق، (2) وراثتی حقوق، (3) مالی حقوق، (4) عبادتی حقوق، (5) تعزیراتی حقوق ان سب حقوق میں مرد و زن برابر ہیں۔ معلوم ہو گیا اسلام نے مرد و زن کی قیمت برابر رکھی ہے۔ اس چیز کا تو دشمنانِ اسلام نے بھی اقرار کیا ہے کہ عورت قبل القرآن پست تھی۔ بعد القرآن اسے اونچا مقام ملا۔ صرف مرد اور عورت میں جو فطرت کا فرق ہے اسلام نے اسے قائم رکھا۔ فرق اس اعتبار سے ہے۔ اس میں دو چیزیں بنیادی ہیں (1) قوۃ بدن، (2) قوۃ عقل۔ اللہ تعالےٰ نے عام حالات میں کسی

حکمت کے تحت یہ دونوں طاقتیں مرد کو زیادہ اور عورت کو کم دی ہیں۔ ان کی حکمتیں آگے چل کر ذکر کروں گا۔ قرآن میں ذکر ہے کہ اگر گواہی ہو تو ایک مرد ہو یا دو عورتیں ہوں یا ایک مرد اور ایک عورت ہو یہ دلیل ہے کہ عورت کی عقل مرد سے کم ہے۔ پوری دنیا اس کے خلاف ہو مگر ہم تو اللہ کی بات درست کہیں گے۔ بدنی طاقت میں اللہ نے مرد کو عمومی زیادہ طاقت دی ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ کی حکمت کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ فوج اور پہلوانی کے میدان میں عورت سے مرد زیادہ ہیں۔ قوت جسمانی کے اعتبار سے عورت کم اور مرد زیادہ اور قوۃ دماغی میں بھی عورت کمزور ہے۔ یہ فطری فیصلہ یورپ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں سائنسدان اور انجینئر وغیرہ کی تعداد مرد کی زیادہ ہے یا عورت کی؟

مرد و زن میں یہ فطری تفاوت ہے۔ خاص ماہ میں، خاص ایام میں ماہواری کا عارضہ صرف عورت کو ہوتا ہے مردوں کو نہیں ہوتا۔ پھر حالت حمل میں عورت پر زائد بوجھ پڑ جاتا ہے۔ ان وجوہات سے عورت کی طاقت میں کمی پڑ جاتی ہے۔ پھر اڑھائی برس تک دودھ پلانے سے بھی عورت کی طاقت میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ عورت بنانیوالا اللہ رب العزۃ تھے۔ جب اللہ نے دیکھا کہ عورت کی طاقت کم ہے۔ تو دنیاوی زندگی کا جو دائرہ بنایا تو سخت محنت و مشقت کا کام مرد کے سپرد کر دیا اور آرام کا کام عورت کے

ذمہ لگایا۔ گھر کی چار دیواری کے باہر کے کام مرد کے سپرد اور اندرون خانہ عورت کے سپرد کر دیا۔ اور اندرون خانہ کام میں میرے خیال میں بے سند یافتہ عورت گزیٹڈ آفیسر سے زیادہ کماتی ہے۔ آج جو لوگ لیڈی بیاہ کر لاتے ہیں۔ ایک تو اولاد دین سے محروم رہتی ہے دوسرا گھر کا خرچہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کئی نوکرانیاں رکھنی پڑیں گی۔ ابراہیم خاں، نواب صاحب کا چچا تھا۔ اس نے ایک سادہ عورت سے شادی کی وہ کہتے تھے کہ وہ خود پکاتی ہے باورچی کی ضرورت نہیں۔ جھاڑو اور صفائی کر لیتی ہے۔ کپڑے دھو اور سی لیتی ہے۔ اولاد کی تربیت خوب کر لیتی ہے۔ اگر میں کسی ایم۔اے سے شادی کرتا تو کئی نوکرانیاں رکھنی پڑتیں۔ تو عورت پر ان عوارض یعنی ماہواری، حالت حمل، حالت وضعگی، حالت رضاع کی صورت کے باوجود مرد کے شانہ بشانہ فوج یا دفاتر میں ملازمت دے کر خدا کی لطیف مخلوق پر بوجھ ڈالا جو فطرت کے خلاف ہے۔

درس نمبر ۱۲

۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء

عورت پر بحث

ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ اس سے قبل عورتوں کے متعلق اسلامی قانون کی بحث ہوئی۔ اور دورِ حاضر میں عورت کا مسئلہ پیچیدہ ہے۔ بڑے بڑے ملکوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ یورپ اور امریکہ کے متعلق اقبال رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

عورت کی تین حالتیں ہیں۔ (1) عورت جب پیدا ہوتی ہے تو اپنے والدین کی بیٹی کہلاتی ہے۔ (2)۔ نکاح کے بعد اپنے خاوند کی بیوی کہلاتی ہے اور (3)۔ اولاد ہونے کے بعد ماں کہلاتی ہے۔ اور یہ مسئلہ اس لئے بھی اہم ہے کہ ہم میں سے انسان کیلئے یہ تینوں حالات اکثر انسان کو پیش آتے ہیں۔ لھذا قرآن کی رو سے اس کا سمجھنا ضروری ہے۔ (1) عورت جب بیٹی تو والدین کا کیا حق ہے؟ (2) عورت جب بیوی تو خاوند اور بیوی پر ایک

دوسرے کے کیا حقوق ہوتے ہیں؟ عورت جب ماں بنے تو پھر اس کے ذمہ کیا حق ہوتا ہے۔ خالقِ کائنات کو عورت کے تمام حالات کا پتہ تھا۔ تو فطرت کے مطابق قانونی تفاوت رکھا۔ قرآن کا ارشاد گرامی ہے۔ قوا انفسکم واھلیکم ناراً۔ کہ تم اپنے آپ کو اور اھل کو آگ سے بچاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو بچانا ضروری ہے ورنہ ہم نہیں بچ سکیں گے۔ اور دوزخ سے بچانے کی تدبیر کیا ہے۔ محققین علماء نے کہا کہ دوزخ انسان کے گناہوں کی شکل ہے۔ جس طرح نیک عمل کی شکل جنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں جو کچھ دیکھو گے وہ اپنے اعمال ہونگے۔ جو عجیب و غریب شکل میں دیئے جائیں گے۔ ہر نیکی خوبصورت شکل میں تبدیل ہو کر جنت میں ملیگی۔ اسی طرح ہر گناہ بدصورت شکل میں تبدیل ہو کر جہنم میں ملیگا۔ مطلب یہ کہ نیکی اور بدی کو مذاق نہ سمجھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ نیکی کرنے سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ اور جب گناہ ہو جائے تو دل میں ظلمت و نفرت پیدا ہوتی ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک داغ دھبا پڑ جاتا ہے۔

فان تاب و استغفر۔ اگر توبہ واستغفار کر لے تو پھر اس کا قلب نورانی ہو جاتا ہے۔ اگر اس نے توبہ نہ کی تو تانبا کے لوٹے میں جب پانی گرم کریں تو وہ لوٹا سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دل بھی سیاہ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہو گیا ہر نیکی و بدی کا اثر دل پر پڑتا

ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کو وہ اعمال پسند ہیں جن میں تسلسل ہو۔ چاہے مقدار میں کم ہوں مثلاً ایک آدمی ایک دن تو دس پارہ تلاوت کرے اور دوسرے روز دس آیت بھی نہ پڑھی تو پہلے دن والی نورانیت ختم ہو گئی۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے استاد محترم حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ بہت عرصہ کے بعد ان کے مہمان ہوئے۔ ایک اجازت مانگی کہ میں اس وقت بیان القرآن لکھتا ہوں آپنے فرمایا جاؤ لکھو۔ تو حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وقت کے مطابق گیا۔ جا کر تھوڑی لکھی پھر حضرت استاذ صاحب کی خدمت میں آگیا۔ یہ صرف اس لئے کیا کہ نیکی میں تسلسل ہو۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر زیادہ نیکی ایک بار ہو اور کم نیکی متعدد بار ہو تو اس کم نیکی کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ مثال دی کہ مسجد میں سبیل ہوتی ہے۔ اس کی ٹونٹی سے قطرے ٹپک رہے ہوتے ہیں اس کے نیچے پتھر جیسا سیمنٹ ہوتا ہے وہ گھس جاتا ہے۔ مگر اگر دُھی پانی ایک مرتبہ گرایا جائے تو پتھر کو اثر تک نہ ہو گا۔

بس یہ کہنا تھا کہ قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ میں نے بیان کیا کہ دوزخ بدیوں کی شکل ہے اور جنت نیکیوں کی شکل ہے۔ تو ان دونوں کو مذاق نہ سمجھو یہ تو ہمیشہ ساتھ جائیں گے۔ بہت احتیاط سے قدم اٹھانا چاہیے۔ ہاتھ وغیرہ جو اعضاء بھی کوئی

فعل کرے تو سوچو کہ اس سے اللہ راضی ہے یا نہیں۔ کیونکہ یہ ہمیں آگے ملنے والے ہیں۔ وھل تجزون الا ما کنتم تعملون، تمہارے عمل کو جنت اور دوزخ کی شکل میں لایا گیا ہے۔ وان سعیہ سوف یری کہ انسان اپنی کی ہوئی دیکھے گا۔ تو فرمایا کہ تم اولاد کو ایسی تعلیم دو کہ کفر اور معصیت سے بچے اور نیک عمل کرے ورنہ تم پر برابر زوال ہو گا اور یہ چیزیں بغیر دین سیکھے حاصل نہیں ہوتیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ بقدر ضرورت اولاد کو دین ضرور سکھانا چاہئے۔ خیرکم من تعلم القرآن و علمہ تم سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ تو ایک یہ کہ بچوں کو دینی تعلیم ضرور دلائے۔

دوسرا وقرن فی بیوتکن کہ گھروں میں برقرار رہو۔ ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی۔ آوارہ گردی مت کرو جیسے پرانی جاہلیت والی کرتی تھیں۔ جاہلیت اولی سے ہم حیران تھے کہ قبل والی جاہلیت کی تخصیص کیوں کی۔ اسلئے کہ اللہ کو معلوم تھا کہ یورپ اور امریکہ تعلیم کے نام سے دوسری یعنی بعد میں جاہلیت لائینگے۔ اور تعلیم کے طریقہ سے جاہلیت زیادہ نقصان کرتی ہے۔ بنسبت سادہ جاہلیت کے موجودہ تعلیم نے یہ گمراہی پھیلائی

مثال میں دیا کرتا ہوں کہ تعلیم کے لحاظ سے

جاہلیت بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اسلئے اگر موم پر خط لکھا جائے تو یہ نادانی کیوجہ سے جاہلیت ہے۔ اور جو تعلیم کیوجہ سے جو خط ہے وہ لوہے کی تختی پر کندہ ہے۔ مٹنا مشکل ہے۔

تو اولاد کو دینی تعلیم اور عمل دونوں سکھائے جائیں۔ یعنی تربیت بھی دے کہ سیکھی ہوئی چیز پر عمل کرنا ہے۔ یہ ہے تربیت قوا انفسکم و اھلیکم نارا والدین کے ذمہ تربیت جسمانی کیا ہے؟ یہ ہے کہ اس کے کھانے کا انتظام کرے۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں جاءت امراۃ ایک سائلہ عورت آئی دو بچیاں اس کے ہمراہ تھیں۔ گھر میں صرف ایک کھجور کا دانہ پڑا تھا۔ دیکھو سیدالکونین پیغمبر بھی ہیں اور دس لاکھ مربع میل علاقہ کے بادشاہ مطلق بھی ہیں مگر صرف ایک دانہ پڑا ہے۔ وہ اس عورت کو دے دیا اس نے دونوں کو پھاڑا دو ٹکڑے کئے۔ اور دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دیا خود نہ کھایا فجاء النبی صلے اللہ علیہ وسلم تو حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے یہ قصہ سنایا تو فرمایا من ابتلی بنات۔ یہ اللہ امتحان لیتا ہے۔ جو لڑکیوں کے ساتھ وفاداری اور ان کا حق ادا کر دے تو یہ لڑکیاں جہنم اور اس کے درمیان حائل بن جائینگی۔ ریاض الصالحین میں حدیث مبارکہ ہے من کان لہ نبتان فربی حتی تبلغا فزوجھما وجب لہ الجنتہ۔ جس کو اللہ نے دو لڑکیاں عطا کیں ان کو پالا بلوغ کو پہنچیں پھر نکاح کر دیا تو جنت اس پر واجب ہے۔ جمع الفوائد میں ایک حدیث نقل ہے۔ اس میں اضافہ ہے کہ آدمی لڑکے کو لڑکی پر ترجیح نہ دے۔ یعنی آدمی فرق نہ کرے تب اس پر جنت واجب ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ فرق نہو۔ آج کل تو لڑکوں سے ویسے بھی بہت شکایت ہے۔ حضرت علیؓ کے گھر حضرت

فاطمۃ الزہرا رضؓ تھیں۔ حضرت علیؓ کا گھر دو میل کے فاصلے پر تھا۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہفتہ میں دو بار تشریف لاتے تو مسجد قبا میں نماز پڑھتے اور صاحبزادی صاحبہؓ کے گھر بھی تشریف لے جاتے۔ بہت مشاغل کے باوجود آپ تشریف لاتے۔ صحیین کی حدیث پاک ہے کہ کان یقوم لہا کہ حضرت فاطمہؓ جب تشریف لاتیں تو حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے پھر حضرت رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ مبارک پکڑ کر بوسہ دیتے تھے۔ اس میں امت کو تلقین تھی کہ بیٹی کو ذلیل نہ سمجھو۔ پھر لڑکی تو چھوڑو لڑکی کی اولاد کے متعلق سنو۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جب آپ مسجد میں نماز پڑھتے تھے تو آپ کی نواسی صاحبہ سجدہ کی صورت میں کمر پر بیٹھ جاتی تو سجدہ کے بعد ہاتھ سے پکڑ کر نیچے اتارتے پھر قومہ کرتے۔ معلوم ہو گیا کہ عورت کی تربیت روحانی اور جسمانی کس طرح کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد بیوی ہونے کا مقام ہے۔ عورتوں پر بیوی ہونے کے اعتبار سے بڑا ظلم ہوتا تھا۔ اسلام نے آکر ان کو حقوق دئے۔ وعاشروھن بالمعروف اے شوہرو تم بیبیوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کے ساتھ گزران کرو۔

ومتعوا ھن الخ اور اپنی بیویوں کو دنیاوی ضرورت کی چیزیں اپنی قوت کے مطابق دیدیا کرو۔ اس طرح عورت کے متعلق قرآن میں کافی قانون موجود ہیں۔ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے نزع کی حالت میں آخری کیا بات فرمائی تھی دو باتیں ذکر ہیں۔ (1)

امت کو یہ وصیت فرمائی کہ نماز کا خاص خیال رہے۔ اور غلام پر ظلم نہو۔ (2) دوسری بات یہ فرمایا کہ تم امتی کی حیثیت سے میری وصیت قبول کرو کہ بیویوں کیساتھ احسان کرو۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ ماضرب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدہ کہ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کسی مرد نہ عورت کو مارا ہے۔ ولا خادماً الا ان یجاہد فی سبیل اللہ مگر جہاد میں اس سے معلوم ہو گیا۔ انہی صحابیؓ سے شمائل ترمذی میں ہے۔ خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عشرین ولا قال لی اف فرمایا میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی مجھے اف بھی نہیں فرمایا اور اگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے خلاف بات یا کام کیا تو ساری زندگی میں ڈانٹ تک نہ دی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ کانت امراۃ سوداء۔ کہ کالی عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ چند دن نظر نہیں آئی تو صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ فلاں عورت کہاں ہے معلوم ہوا کہ فوت ہو گئی ہے۔ فرمایا کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی تو آپ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی۔ تو معلوم ہو گیا کہ پیغمبر علیہ السلام کے نزدیک عورت کا کیا مقام ہے۔ ایک جگہ پر ہے کہ ایک کنیز، کنیز وں میں سے آئی تو وہ آپ کے ہاتھ مبارک پکڑلیتی تھی۔ وہ کام کرواتی۔ بکریاں دھوائیں یعنی دودھ نکلوایا۔ پانی بھروایا اس کے بعد واپس تشریف لے آتے۔ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کا یہ چرچا تھا کہ

کنیزوں نے بھی آپ سے کام کروایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو اسلام نے کیا مقام دیا ہے۔ جو چیزیں ناموسِ زن یا عزت زن کے خلاف تھیں۔ اسلام نے ان کے قانون دئے تا کہ مقدس ہستی پر داغ نہو۔

درس نمبر ۱۴
۱۷ اکتوبر ۱۹۶۵ء

حقوقِ زوجہ

سابق درس میں عورت کے حقوق کا بیان تھا۔ کہ عورت کے تین مرتبے ہیں۔ (1) بیٹی ہونا۔ (2) زوجہ ہونا۔ (3) ماں ہونا۔ نمبر ایک بیٹی ہونا اس کا بیان گذر گیا باقی دو کا بیان آگے آئیگا۔ اکثر آدمی نماز وغیرہ کو دین سمجھتے ہیں۔ لیکن بیوی کے حقوق بھی دین ہیں ۔ ممکن ہے کہ اللہ اپنے حقوق معاف کر دے لیکن بیوی کے حقوق معاف نہیں کریگا۔ تو نماز وغیرہ کی طرح ان حقوق کو بھی سمجھیں۔ سب سے پہلے ازدواجی رشتہ ہے جب شرعی نکاح ہو جاتا ہے تو موت تک بیوی اور میاں کی زندگی جڑ جاتی ہے۔ اور اس سے ہی یہ خاندان بنتا ہے۔ اگر یہ پہلی خشت غلط نکلی تو خاندان بھی خراب پیدا ہو گا۔ قرآن پاک نے بیوی کے حقوق کے تحفظ کیلئے پہلا تصور دیا ہے۔ وہ یہ کہ ہر مرد اپنی بیوی کو اپنے برابر سمجھے۔ جب مساوات کا تصور پیدا ہو جائے تو پھر کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ قرآن میں ہے کہ اللہ نے تم کو آدم سے پیدا کیا اور اس سے ہی اس کی بیوی پیدا کی اور اس جوڑے سے

ہی
ساری کائنات بھری۔ میاں بیوی کا جو تعلق قائم ہوا تو اس کا کوئی مقصد ہے کہ نہیں؟ تو اللہ نے ایک مقصد بیان کیا ہے۔ ولیکن الیہا

اتا کہ مرد عورت کی وجہ سے چین و سکون پائے۔ یہ توجہ دلائی کہ بیوی یہ مد نظر رکھے کہ میں نے خاوند کیلئے سرور بننا ہے نہ کہ رحمت۔ دوسرا مقصد یہ کہ محبت ہو اور ایک مہربانی ہے کہ طرفین میں مہربانی ہو اس لئے بَین کا لفظ لایا۔ اور حقیقت میں خاندان کا بگاڑ مرد کا بگڑ جانا ہے۔

نکاح کا مقصد (1) سکون۔ (2) مَوَدَّت یعنی عملی محبت یا قلبی شفقت۔ مودت۔ کا مطلب یہ کہ خاوند کا بیوی سے ایسا سلوک ہو کہ وہ سلوک بتلاوے کہ خاوند کو بیوی سے محبت ہے۔ اور رحمت وہ جو دل کی گہرائی میں ہو اس لئے اللہ نے رحمت قلبی کو بھی شامل فرمایا۔ لباس اللھن سب سے پہلی چیز یہ کہ (لباس)

لابس۔ یعنی پہننے والے کیلئے پردہ ہے۔ تو میاں بیوی کے درمیان ایک فرض یہ ہے کہ دونوں ایکدوسرے کیلئے پردہ بنیں۔

جمع الفوائد میں روایت ہے۔ حدیث شریف ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے۔ جو نکاحی تعلق کے مطابق مرد عورت کے پاس یا عورت مرد کے پاس آئے تو پھر ان دونوں میں سے جس کسی نے بھی اس مخصوص تعلق کو کسی دوسرے سے ظاہر کیا۔ تو اس سے بدتر کوئی انسان نہیں۔ تو

معلوم ہو گیا کہ ایک دوسرے کیلئے پردہ بن جائیں۔
(2) لباس کا دوسرا کام ہے۔ سردی و گرمی سے محفوظ کرنا۔ تو مرد و عورت ایک دوسرے کے محافظ بن جائیں۔ اب ہم نے نہ عورت کو اور نہ مرد کو اسلام سکھایا انھیں پتہ ہی نہیں تو وہ عملدرآمد کس طرح ہو گا۔ لباس کا (3) تیسرا کام یہ ہے کہ لباس ساترالعیوب ہے۔ لباس انسان کے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ زوجین ایک دوسرے کے عیب چھپائیں۔ ان تین مقاصد کے علاوہ نکاح کے متعلق۔ بیوی کے حقوق کے متعلق پہلے تو بنیاد باندھی پھر فرمایا کہ مہر دل کی خوشی سے دیا کرو ورنہ جھگڑا ہو گا۔ ایک بزرگ کی بات یاد آ گئی کہ مہر بہت بڑائی ہے۔
هنيئاً مريئاً ایک بزرگ کے پاس ایک شخص شفاء کی دعا کیلئے آیا۔ تو بزرگ نے کہا کہ عورت کی مہر کا پیسہ ہو تو اس سے شہد خریدنا پھر اس میں بارش کا پانی ملا دو۔ پھر اسے مریض کو تھوڑا تھوڑا پلاتے رہو۔ اللہ کے فضل و کرم سے مریض شفاء یاب ہو گیا۔ جب بزرگ سے پوچھا گیا کہ یہ نسخہ کہاں سے دیکھا کہا کہ قرآن مجید سے فكلوه هنيئاً مريئاً تم کھاؤ اس حال میں کہ با برکت ہے۔ مہر، شہد، بارش۔ فيه شفاء للناس شہد کے متعلق ذکر کہ یہ مکمل شفاء ہے۔ بارش کے متعلق و نزلنا من السماء ماءً مبارکاً کہ بارش کے پانی کو بابرکت بھیجا۔ یہ تینوں بابرکت چیزیں ہیں۔ اس لئے میں نے ان تینوں کو جمع کیا اور رب العزۃ نے شفا عطا فرمائی۔ وا توالنساء صدقٰتهن

نحلتہ کہ اپنے قلب کی خوشی سے عورتوں کو مال دیدو۔ تا کہ بعد میں غصہ و ناراضگی کیوجہ سے ظلم و ستم نہ کرو۔ (1) مساوات، (2) مقاصد نکاح، (3) اداء مہر۔ (4) حسن معاشرہ۔

وعاشرواھن بالمعروف تم عورت سے انتہائی بھلائی سے معاشرہ کرو تو یقیناً یہ معاملات قبر میں پوچھے جائینگے۔ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ اپنی طاقت وحسب استطاعت عورتوں کو گھروں میں رہائش کراؤ۔ ولا تضاروھن اور انہیں تکلیف نہ دو۔ اگر بیوی نیک ہو مگر خاوند کو اس سے کراہت و نفرت ہو۔ قدرتی طور پر اس سے میلان قلب نہو تو۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے متعلق بھی تعلیم دی ہے۔ فان کرھتموھن اے خاوند اگر تیرے دل میں بیوی سے نفرت ہو تو فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً فھو خیر لکم۔ تیرے دل میں نفرت ہو اور اللہ نے اس میں خیر کثیر ڈالا ہو۔ تو تم دل کو یہ سمجھاؤ کہ تو تو نفرت کرتا ہے مگر اللہ نے فرمایا ہے کہ خیر ہو اس میں شاید۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ایک تو وہ جس کو عورت کی طرف قلبی میلان ہے۔ اور دوسرا وہ جسے قلبی میلان نہیں پھر بھی حقوقِ زوجیت ادا کرتا ہے تو اس کو پہلے کی نسبت زیادہ ثواب ملے گا۔ ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا تو بہر حال میں نے کہا کہ محبوبہ عورت کے حق ادا کرنے والے زوج سے مکروہ عورت کے حق ادا کرنے والے کا درجہ زیادہ بلند ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے اہل یعنی بیوی کیلئے اچھا ہو۔ وانا

خیرکم من اھلہ او کما قال صلے اللہ علیہ وسلم۔ کہ میں تم سے اچھا ہوں اپنے اہل کیلئے۔ پھر فرمایا بالنساء خیرا کہ عورتوں سے بھلائی کرو۔ فانھن۔۔۔۔۔ کیونکہ یہ عورتیں تمہاری قید میں ہیں۔ ان کا اور کوئی نہیں۔ ان پر جبر و تشدد نہ کرو۔ حدیث شریف خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحہ۔ دنیا کے تمام سازوسامان میں سے نیک بیوی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ ضروری بات ہے کہ بیوی کے حقوق کو پوری طرح ادا کیا جائے۔ اللہ تعالے اعتدال اور حکمت کے تحت فرماتا ہے۔ دیکھو انسان تو محض جذباتی ہے مثلاً یورپ نے پہلے عورت کو کوئی مقام نہیں دے رکھا تھا۔ نہ عورت کسی چیز کی مالک ہوتی تھی۔ نہ کسی کی وارث ہوا کرتی تھی اور نہ ہی کسی چیز کو خرید کر سکتی تھی وغیرہ۔ مطلب یہ کہ عورت نہیں بکری ہے۔ کیونکہ یہ مالک، وارث اور خرید وغیرہ کا حق نہیں رکھتی۔ یعنی یورپ نے ٹھیک حیوان بنا رکھا تھا۔ اب جب اسے حقوق دئے تو جذباتی عمل کیا اسے حد سے بڑھا دیا۔ (1) اب عورت مرد کے آگے چلتی ہے۔ (2) مرد پہلے آ کر پوری تنخواہ عورت کے ہاتھ پر رکھتا ہے۔ ایک یورپی محقق نے عورت پر ایک کتاب "وومن" نامی لکھی ہے۔ کہ کئی مرد عورتوں کی وجہ سے خودکشی کرتے ہیں۔ یہ صرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصول نہ ماننے کیوجہ ہے۔ میرا ملنے والا یورپ سے آیا میں نے پوچھا کیا دیکھا ہے۔ کہنے لگا کہ عورت کیوجہ سے مرد مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

قرآن نے فیصلہ فرمایا کہ ہر معاشرہ کیلئے تنظیم کی ضرورت ہے۔ مثلاً نماز ہے اس میں بھی ایک تنظیم دی کہ ایک تم میں سے امام بنے گا وغیرہ۔ آج میاں بیوی ہیں پھر رفتہ رفتہ اولاد بڑھیگی تو کوئی تنظیم ہو تو فرمایا۔ الرجال قوّمون علی النساء کہ مرد عورت کا سربراہ رہیگا اور عورت اس کی ماتحتی میں زندگی گذارے گی۔ تا کہ امن قائم ہو۔ حدیث شریف میں ہے جب سفر پر جاؤ تو ایک آدمی کو امیر بنا دو چاہے دو آدمی ہی کیوں نہ ہوں۔ قرآن نے نظام کو ہر جگہ قائم رکھا۔ تو ازدواجی معاشرہ میں ایک کو سربراہ کرنا چاہئے۔ وہ شوہر ہے باقی تمام کنبہ محکوم ہے۔ بما فضل اللہ بعضہم علیٰ بعض کہ اللہ نے مرد کو پیدائشی طور پر عورت سے ہر چیز زیادہ دی ہے۔ فطرت کو قائم رکھتے ہوئے حقوق کی مساوات ہونی چاہیے۔ وزادہ بسطۃً فی العلم والجسم معلوم ہو گیا کہ حاکمیت کیلئے فکری اور بدنی قوت کا زیادہ ہونا ضروری ہے۔ اور مرد عورت سے ان دونوں چیزوں میں فوقیت رکھتا ہے۔ یورپ نے تو عورت کو مرد کا حاکم بنا دیا ہے عورت کو آسمان پر چڑھا دیا ہے۔ آج یورپ آسمان پر تو چڑھ رہا ہے مگر زمین کے مسائل تو حل نہیں کر سکا۔ یورپ کے سیکڑوں آدمیوں نے خطوط شائع کئے ہیں کہ مرد دفتر گئے جب گھر لوٹے تو کچھ نہیں صرف میز پر ایک چٹھی پڑی ہے کہ میں آپکو ناپسند کرتی ہوں اس لئے گھر سے چل پڑی ہوں۔ اپنی پسند کا خاوند کروں گی باقی اپنی اولاد کا خرچہ ادا کرنا وگرنہ عدالت مین

مقدمہ کرونگی۔ یہ ہے یورپی نظام۔

کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

عورت کے خالق سے پوچھو کہ عورت کی زندگی کو کس نظام کے تحت رکھنا ہے۔ یورپ نے عورت کو تعلیم بھی دی۔ ہم بھی دینی تعلیم کے قائل ہیں۔ یورپ نے عورت کو تعلیم دے کر زن کو نازن بنا دیا۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ کا یہ شعر یاد آیا۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن

کہتے ہیں اس علم کو ارباب عقل موت

بس قرآن مجید کا علم اور دستکاری سکھلا دو بس کافی ہے۔

جب حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک قریش تھے مہاجرینؓ اور ایک غیر قریش تھے انصارؓ۔ مزاج کا فرق تھا۔ ایک مرتبہ ایک مہاجر قریش صحابیؓ تشریف لائے عرض کی کہ عورت اس طرح کا جواب دے چلی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں حق ہے کہ شوہر کا ادب سکھا دو حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنی اجازت دی تو مدینہ میں عام پٹائی شروع ہو گئی۔ آخر کافی عورتیں مار پٹائی کیوجہ سے حضور کریم

صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ تو فرمایا کہ آپ خدا کیلئے عورت پر سختی نہ کریں۔ تو معاملہ بین بین ہو گیا۔ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے ذکر کیا کہ جس وقت تم مجھ سے خوش اور ناخوش ہوتی ہیں تو مجھے پتہ ہوتا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ چشم پوشی بھی کرنی چاہیے۔ فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو تو میرے نام پر خدا کی قسم کھاتی ہو اور غصہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب کی قسم کھاتی ہو۔ تو بی بی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا نے جواب عرض کیا کہ یہ زبان سے ہوتا ہے قلب سے نہیں۔

درس نمبر ۱۴
۲۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء

حقوق
زوج و والدین

عورتوں کے حقوق کے متعلق تین حالات کا بیان ہو چکا تھا۔ (1) لڑکی۔ (2) بیوی۔ (3) ماں، اب تک عورت کے حقوق بیان کئے جو خاوند پر تھے۔ اب خاوند کے حقوق عورت پر جو ہیں بیان ہونگے۔ ہمیشہ مشترک زندگی میں دو طرفہ حقوق ہوتے ہیں۔ اب شوہر کے حقوق بنیادی طور پر (1) حفاظت، (2) اطاعت، (3) ترک ایذا۔ حفاظت کا معنی یہ کہ شوہر چاہے حاضر ہو چاہے غیر حاضر دونوں حالتوں میں بیوی کی اپنی ذات، یعنی عزت، شوہر کی امانت ہے۔ اور گھر کے اندر سامان یہ بھی شوہر کی امانت ہے۔ شوہر کی غیر حاضری میں ممکن ہے کہ خیانت ہو جائے۔ تو عورت امانت ذاتی اور امانت مالی دونوں کی حفاظت کریگی۔ ذاتی حفاظت یہ کہ کسی غیر محرم کو شوہر کے بغیر یعنی موجودگی اور غیر موجودگی میں گھر میں نہ گھسنے دے اور مالی یہ کہ مال وغیرہ میں بغیر اجازت شوہر کے تصرف نہ کرے۔ قرآن فالصلحت قنتت اللہ جو خالق کائنات ہے فرماتا ہے۔ نیک عورت وہ جو اپنی حفاظت کرنے

والی ہو۔ نگرانی کرنے والی ہو اپنی ناموس کی حفاظت کرے اس وجہ سے کہ اس عورت کو اپنے شوہر کے مال کا امین مقرر کیا ہے۔ آج کل اسلامی تعلیم نہ ہونیکی وجہ سے عورتیں شوہر کی اجازت کے بغیر مال میں بے جا تصرف کرتی ہیں۔ یا شوہر کی طرف سے اجازت صریح ہو یا حکمی ہو تو پھر تصرف کر سکتی ہے۔ صریح یہ ہے کہ شوہر صاف کہدے کہ آپ کو تصرف کی اجازت ہے۔ اور حکمی یہ کہ شوہر کے سامنے تصرف کرے اور وہ منع نہ کرے خاموش رہے تو بھی اجازت تصور کیجائیگی۔ اس کے علاوہ اگر سالن کا ایک چمچہ بھی ہو تو سوال کیجائیگی قیامت کے دن۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کسی پڑوسن نے سالن بھیجا تو پوچھا کہ آپ کا شوہر گھر پر موجود ہے کہا نہیں تو کہا کہ حکمی اجازت ہو گی۔ تو فوراً اپنے برتن میں ڈال دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کے ہاں سے کوئی چیز آئے تو اپنے برتن میں چیز نکال لو کیونکہ اس برتن میں پہنچانے کی اجازت ہے کھانیکی تو نہیں۔ تو ایک تو عورت اپنے نفس کی حفاظت کرے دوسیرا مال کی حفاظت کرے۔

(3) اطاعت کہ جائز امور میں عورت کا فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے۔ اس کے حکم کو رد نہ کرے۔ کیونکہ اس کے بغیر معاشرہ چلتا ہی نہیں۔ فالصلحت قنتت نیک بیبیاں وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ اور شوہر کی اطاعت کریں۔ جب صحابہ کرامؓ ملک شام کو تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ عیسائی قوم اپنے پادریوں

کو سجدہ کرتی ہے۔ انہوں نے آکر عرض کی کہ ہم آپ کو سجدہ کر سکتے ہیں۔ حضرت ابی ھریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوھر کو سجدہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا سجدہ کسی کو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت پر سب سے زیادہ تابعداری شوہر کی ہے۔

(4) ترک ایذاء ہے کہ عورت اپنے قول و فعل سے شوہر کو ایذاء نہ دے، تکلیف نہ دے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابی ھریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ جب کوئی عورت خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو ادھر جنت میں حور کو تکلیف ہوتی ہے تو وہ اس عورت کو برا بھلا کہتی ہیں کہ یہ تھوڑا عرصہ تیرے پاس ہے عنقریب تو یہ میرے پاس آ جائیگا۔ قرآن وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احساناً کہ عبادت بجز خدا تعالٰی کے کسی کی نہ کی جائے آگے فوراً دوم نمبر پر احسان والدین لایا اور یہ فرمایا کہ والدین اولاد کی شفقت کے زیادہ محتاج بڑھاپے میں ہوتے ہیں۔

اما یبلغن عندک الکبر احدھما۔ او کلا ھما فلا تقل لھما اف۔ انہیں اف تک نہ کہو ادب سے بولو۔ اف کا معنی یہ کہ ایسی حالت کا اظہار نہ کرو کہ ان کو تکلیف پہنچے۔ واخفض لھما جناح الذل اور آگے فرمایا اپنے ہاتھ کو شفقت کے ماتحت والدین کے ہاتھ کے نیچے رکھو اوپر نہ رکھو۔ نیچے کا معنی یہ کہ والدین کے اختیار پر ہاتھ

پاؤں چلاؤ من الرحمتہ فرمایا کہ بناوٹی تابعداری نہ ہو بلکہ دل کی شفقت سے۔(1)احسان والدین، (2)ترک ایذا فلا تقل لھما اف (3)تقدیم منشئی والدین کہ ان کی مرضی کے مطابق چلو۔ (4)اس کے بعد دعاوالدین کیلئے وقل رب الرحمھما ان کے لئے دعا بھی کیا کرو کہ یااللہ انہوں نے ہماری پرورش کی تھی ان پر رحمت فرما تو معلوم ہو گیا کہ ماں باپ کا درجہ بہت بلند ہے۔

ایسی اور بھی کئی آیتیں آئی ہیں۔ حدیث حضرت ابی حریرہؓ سے روایت ہے۔ ایک آدمی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا عرض کی کہ میرے احسان کا حقدار کون زیادہ ہے۔ فرمایا ایک تیری ماں تین مرتبہ سوال پر ماں کا نام فرمایا پھر چوتھی مرتبہ ثم من قال ابوک کہ تیرا باپ۔

باپ کو درجہ چہارم ملا۔ معلوم ہو گیا کہ روپے میں سے 12، حق ماں کا اور 4 آنہ باپ کا۔ محقیقن نے اس کی ایک حکمت تحریر کی ہے۔ کہ جہاں تک تربیت کا تعلق ہے تو دونوں ماں باپ برابر ہیں لیکن تین چیزیں ایسی ہیں جو صرف ماں سے متعلق ہیں۔(1) زمانہ حمل کی تکلیف کہ 9 ماہ تکلیف سے پیٹ میں رکھا۔ (2) وضع حمل کی تکلیف جو موت کا منظر ہوتا ہے۔ (3)رضاع۔ دودھ پلانا یہ حقیقت میں ماں کے بدن کا حصہ ہے۔ اس سے ماں کی صحت پر اثر پڑتا ہے۔ اب جب دودھ ترک ہو گیا تو اب کما کر باپ لاتا ہے اور پکا کر ماں کھلاتی ہے۔ تو اس لئے ماں کے تین حق اور باپ کا ایک جو درجہ چہارم کہلایا۔ قرآن کی آیت میں

دونوں شریک ہیں۔ احدھما اوکلاھما آج کل والدہ کی نافرمانی بہت کی جاتی ہے۔ ترمذی شریف اور بخاری شریف کی حدیث پاک ہے۔ کہ حضرت ابی ھریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا عرض کی کہ میں مدینہ میں آپ کی زیارت، دیدار اور جہاد کیلئے حاضر ہوتا ہوں۔ دریافت فرمایا "کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟" عرض کی ہاں۔ فرمایا جاؤ ان کی خدمت کرو یہ تمہارا جہاد ہے۔ فرمایا جو ماں باپ کو بڑھاپے میں پالے اور پھر جنت حاصل نہ کرے وہ ذلیل ہوا۔ حدیث شریف من ادرک والدیہ فی الکبر۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو آدمی یہ چاہے کہ میرے رزق میں فراخی اور عمر میں درازی ہو تو وہ والدین اور دیگر رشتہ داروں سے نیکی کرے۔ ایک بزرگ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص ایک بزرگ کے ہاں آیا کہا کہ میری والدہ بوڑھی ہے میں نے اسے اٹھا کر حج کرایا ہے۔ پھر اسے دستوں کی بیماری لگ گئی کافی عرصہ اسکی خدمت کی ہے۔ اب وہ فوت ہو گئی ہے کیا میں نے ماں کا حق پورا کیا ہے فرمایا نہیں کیونکہ اس کی خدمت جو تو نے کی ہے تو تیرے دل میں یہ خیال ضرور آیا ہو گا کہ پہلے مر جاتی تو اچھا تھا مگر والدہ نے جو تیری بچپن میں خدمت کی تھی وہ تیری درازیِ عمر چاہتی تھی۔ کہا بالکل درست ہے۔ اور ایک وہ ماں جس نے دودھ پلایا ہے۔ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اصلی والدین کو تو دیکھا ہی

نہیں۔ والدہ ماجدہ بی بی آمنہؓ کے وقت آپ کی عمر مبارک چھوٹی تھی۔ غزوۂ حنین ایک اہم واقعہ ہے۔ 8ھ میں مکہ المکرمہ فتح ہوا۔ پورے عرب پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اقتدار ہوا۔ اس جنگ کے موقعہ پر دس ہزار تو صحابہ کرامؓ تھے اور دو ہزار مکہ کے نومسلم صحابہ کرامؓ تھے۔ کل بارہ ہزار کی تعداد تھی یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ اور کفار کی کم تھی۔ ثقیفہ اورھوازن ان دو قوموں نے حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنی چاہی۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی عورتیں بچے اور زیور گھریلو سامان سب میدان میں لے آئے تاکہ ان اشیاء کی غیرت سے وہ آخری سانس تک لڑیں۔ خیر حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع مل گئی کہ چار ہزار فوج حملہ کرنے والی ہے۔ تو حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم 12 ہزار کا لشکر جرار لیکر روانہ ہوئے۔ ایک صحابیؓ کے منہ سے نکلا لن اغلب الیوم کہ آج کے دن ہم پر کون غلبہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو یہ کلمہ پسند نہ آیا جب مسلمانوں کا لشکر دو پہاڑوں کے درمیان سے صبح کے وقت گذرنے لگا۔ تو دشمن کی فوج نے تیر برسانے شروع کر دئے۔ یہ دونوں قومیں نہایت ہی تیر انداز تھیں۔ صحابہ کرامؓ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ چند صحابہ اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں باقی رہ گئے۔ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم تنہا اپنے خچر مبارک سے اترے اور فرمایا کہ میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔ تو مہاجرین اور انصار لوٹے تو جب اللہ تعالےٰ کے آگے جھکے تو فتح

نصیب ہوئی۔ اور جب اپنی افرادی قوت، طاقت پر ناز کیا تو اللہ تعالےٰ نے دکھا دیا کہ سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم......ثم ولیتم مدبرین۔ پھر آگے معافی کی آیت نازل کی تا کہ شیعہ ان پاک صحابہؓ پر ہاتھ نہ اٹھائے۔ اس جنگ میں مال غنیمت بہت ہاتھ لگا۔ 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں، 6 ہزار قیدی، 4 ہزار اوقیہ چاندی یعنی 6 من 10 سیر اور مال غنیمت تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دن قیام فرمایا۔ قیدیوں کی خاطر ان قبائل کی طرف سے ضمیر ابن صرد ایک آدمی آیا جو یحد مقرر تھا۔ اس نے کہا کہ ہم نے بیوقوفی کی ہے۔ ان قیدیوں میں سعد قبیلہ کے کچھ لوگ تھے۔ آپ کی رضاعی ہمشیرہ بھی تشریف لے آئیں۔ ان کا نام شیما تھا یہ بھی حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دودھ پیا کرتی تھی۔ اس قبیلے کے لوگوں نے کہا کہ دنیا کے کسی بادشاہ نے ہماری عورت کا دودھ پیا ہوتا تو وہ آج یقیناً ہم پر رحم کرتا۔ جب یہ عورت آپ کی رضاعی ہمشیرہ آئی تو آپ 12 ہزار فوج کے درمیان فوراً کھڑے ہو گئے۔ اپنی چادر بچھا کر اسے اوپر بٹھا دیا اور خود نیچے بیٹھ گئے اور فرمایا میں کیسے یقین کروں کہ آپ وہی بھی ہیں۔ اس نے کہا کہ بچپن میں میں نے آپ کو پیٹا تھا تو آپ نے اپنے دانت مبارک چبھوئے تھے وہ نشانی دکھا دی۔ تو حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک نکل آئے۔ فرمایا شرعی تقسیم تو ہو چکی تو اب یا قیدی لیلو یا رقم۔ آپ نے بھی بخش دیا صحابہ کرامؓ نے بھی بخش دیا۔

حق کو ادا کرنا اس لئے اقام الصلوۃ کا لفظ آیا ہے۔ اقامت کا معنی یہ کہ نماز کے پورے حقوق ظاہری اور باطنی مثلاً خشوع و خضوع کرنا ہے۔ عربی زبان میں صلوۃ بمعنی دعا کے ہے۔ تو نماز بھی ایک دعا ہے ومما رزقنٰھم ینفقون ہر وہ چیز جس سے انسان فائدہ اُٹھائے یہ اسکی روزی ہے۔ انفاق خرچ کرنے کو کہتے ہیں بالآخرۃ یعنی زندگی کا وہ جہان جو اس کے پیچھے آنیوالا ہے۔ یوقنون کہ یقینی ہو جائے یعنی کوئی شک باقی نہ رہے۔ ھم المفلحون لا الظفر بکل منفعتہ۔ ہر نفع حاصل اور ہر نقصان سے بچنا (لفظی ترجمہ) کہ یہ ایسی کامل کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں راہ بتلانے والی ہے۔ متقین کیلئے جو ان دیکھی چیزوں پر یقین رکھتے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائے اور قبل والوں پر وہ اس دنیا میں ہدایت پر ہیں اور پوری کامیابی پائیں گے۔

پہلے درس میں رضاعی بہن کا واقعہ بیان کیا تھا کہ آپکے بچپن کے دانت مبارک چبانے کا یہ فائدہ ہوا کہ 6ہزار قیدی آزادی حاصل کر گئے۔ یہ ہے رحمتہ اللعلمین۔ اب عورتوں کے مسئلہ میں پردہ کا مسئلہ بیان کرنا ہے الحجاب۔ اسلام دین فطرت ہے مرد و زن کو بنانے والا اللہ ہے۔ اس کے خلاف جو چلتے ہیں نقصان اٹھاتے ہیں۔ سب سے قبل حجاب البیت کہ عورت بلاضرورت مردوں کی طرح ہر جگہ نہ پھرے وقرن فی بیوتکن۔ تم اپنے گھروں میں رہا کرو اور سیر سپاٹا کیلئے نہ نکلا کرو۔ جس طرح پہلے پرانی جہالت

والی کیا کرتی تھیں۔ حجاب جلد۔ یدنین علیھن من جلابیبھن بڑی بڑی چادریں اوڑھ کر نکلنا۔ حجاب نظر کہ نظر پر کنٹرول ہو اگر باہر نکلے تو مرد کی نگاہ سے بچا کرے اسی طرح مرد بھی۔ یغضو من ابصارھم و یحفظو فروجھم۔ یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن۔ اسلام پوری زندگی کو پاکیزہ بنانا چاہتا ہے۔ اور یہ ان تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے فائدہ اللہ کو نہیں ہم کو ہے۔

پردہ کے متعلق اتنی آیتیں کافی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حجاب میں حکمتیں بہت ہونگی۔ چند ایک میں بھی بیان کرتا ہوں۔ (1) حفاظت ناموس، (2) حفاظت معاشرہ، (3) حفاظت رشتہ ازدواجی یعنی نکاح کا رشتہ مضبوط کرنا، (4) تزکیہ قلب۔

حفاظت ناموس۔ دنیا میں ایمان کے بعد قیمتی چیز عورت کی ناموس کی حفاظت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں ہر مصیبت کو برداشت کیا مگر عورت کی ناموس کی حفاظت کی۔ راجہ داہر نے حج کے راستہ سے چند عورتیں قید کر لیں۔ ایک عورت نے حجاج بن یوسف ثقفی سے درخواست کی تو اس کے نتیجہ میں ملتان تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ اس وقت زمانہ بدمعاش نہ تھا۔ مگر عورت کو گرفتار کرنا بھی برداشت نہ تھا۔

ناموس میں خلل اندازی میلان سے ہوتی ہے۔ مثلاً دودھ کے ساتھ بلی کا میلان ہے۔ کہ وہ دودھ پر حملہ کر کے پی جاتی

ہے۔ تو اس میلان کو دیکھ کر دودھ کی حفاظت کیجاتی ہے۔ اب حفاظت کے دو طریقے ہیں یا تو بلاؔ کو رسی سے باندھ دیا جائے۔ یا دودھ کو محفوظ کر لیا جائے۔ عام طور پر بلی کو نہیں باندھتے بلکہ دوسرا طریقہ برتن کو ڈھکن دیا جاتا ہے۔ یہ پردہ ہے۔ اب یقینی بات کہ ایک اجنبی مرد اور عورت کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ بلکہ یہ میلان بلی سے زیادہ ہے۔ کیونکہ وہاں میلان یکطرفہ ہے اور ادھر دو طرفہ میلان ہے مگر یہاں ڈھکن کی تو پرواہ ہی نہیں کرتے۔ تو یہ کھوپڑی نادانی سے بھری ہوئی ہے کہ یکطرفہ میلان میں تو ڈھکن ہے اور دو طرفہ میلان میں ڈھکنا نہیں۔ یہ چارہ تو نہیں ہو سکتا کہ مرد کو رسی سے باندھ دیں کیونکہ کاروبار نہیں چلے گا۔ تو دوسری وجہ بیان کی کہ مرد تو پھرتا اور کام کاج کرتا رہے۔ اور عورت جب نکلے تو وہ پردہ پہن کر نکلے۔

(2) حفاظت معاشرہ۔ بہترین معاشرہ وہ جس میں محبت ہو اور بد ترین معاشرہ وہ جس میں نفرت ہو۔ اب اگر جانوروں کیطرح بے پردگی عام ہو جائے۔ مثلاً کسی بیل کی بیٹی پر دوسرا بیل دست درازی کرے تو وہ بیل کوئی دخل نہیں دے گا۔ کیونکہ جانور میں غیرت اور شعور نہیں رکھا۔ انسان کے اندر (1) غیرت، (2) حسِ اخلاقی، (3) حس ایمانی رکھی اسی لئے اگر وہ معاملہ خراب دیکھتا ہے۔ تو بگڑ کھڑا ہوتا ہے۔ تو اب اگر مرد اور عورت آزاد پھریں تو معاملہ بگڑ کر رہ جائے گا۔ تم دیکھتے نہیں کہ کتنے قتل عورتوں کیوجہ

سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ قانون بنایا تھا بے غیرت حکومت نے اور قوم باغیرت تھی۔ اس لئے ہم خود پستول وغیرہ لیکر ننگ و ناموس کا بدلہ لے لیتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو معاشرہ درست ہو جائے اور محبت پیدا ہو جائے۔ (3) حفاظت ازدواجی میاں اور بیوی کے درمیان محبت ہو تو کنبہ اور خاندان مضبوط ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ مردوزن کے رشتہ کو مستحکم چاہتا ہے۔

اگر پردہ کا قانون نہ ہو تو ہر مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔ تو قاعدہ یہ کہ ایسی کوئی عورت نہیں کہ اس کے شوہر سے کوئی نہ کوئی شوہر خوبصورت ہو۔ اور ایسا ہی کوئی مرد نہیں کہ اسکی عورت سے خوبصورت عورت نہ ہو۔ اب اگر آزادانہ میل ملاپ ہو تو محبت ختم۔ کیونکہ محبت میں اگر ایک پلڑا بھاری تو دوسرا کم ہو گا۔ اگر کسی غیر مرد سے عورت کی محبت زیادہ ہو گئی تو اپنے شوہر کی محبت والا پلڑا ہلکا ہو جائیگا تو رشتہ درہم برہم ہو جائیگا۔ تو رب العزۃ نے قانون ازدواجی رکھا تا کہ مرد و زن میں فولادی محبت ہو جائے۔ مولانا روم نے فرمایا کہ ہر گناہ قلب کے شیشہ پر ایک زنگ ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے۔ اذا اذنب العبد نقطت فی قلبہ نقطۃ سوداء اور کما قال صلے اللہ علیہ وسلم جب آدمی گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے۔ فان تاب و استغفر جب توبہ کی استغفار کیا تو قلب صاف ہو جاتا ہے۔ اگر توبہ نہ کی تو پورا قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ جو درس وغیرہ سننے کے باوجود

گناہ کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ ان کے قلب سیاہ ہو چکے ہیں۔ سب سے بڑی بات طہارت قلب ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں تزکیہ قلب بھی تھا۔ یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ کہ قرآن و حدیث کے درس کے علاوہ قلوب کو پاک کرتے ہیں۔ درس القرآن و حدیث یہ تو بادشاہی سے بھی بڑی چیز ہے۔ کیونکہ بادشاہی تو کافر بھی کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں قلب کے متعلق فرمان ہے۔ کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست تو سارا جسم درست اگر وہ بگڑا تو سارا جسم بگڑا۔ تو یقینی بات ہے کہ اگر قانون حجاب نہ ہو اور مرد و زن آزادانہ طور پر ایک دوسرے کو دیکھا کریں تو دونوں کے قلب ناپاک ہو جائیں۔ تو ناپاک دل والوں سے کار خیر کی کیا امید ہے۔ مجاہدین اسلام صحابہ کرام و تابعین حضرات نے مراکش سے لیکر دیوار چین تک علاقے فتح کئے ہیں۔ اور ظاہر یہ کہ جہاد کی صورت میں بیوی تو گھر پر ہوتی ہے۔ تو کافر بھی اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تمام جنگوں میں زنا کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا ہے۔ جب عیسائیوں کی بڑی حکومت کو فتح کیا گیا اب دوسرے روز انطاکیہ پر حملہ کرنا تھا۔ تو عیسائیوں نے میٹنگ بلائی بڑے بڑے پادری بھی تھے کہنے لگے کیا وجہ ہے کہ آلات حرب اور تعداد دونوں میں کمی کے باعث یہ لوگ کس طرح فتح پاتے ہیں۔ یہ پاس ہوا کہ ان کے دل پاک ہیں اور ہمارے ناپاک ہیں۔ تو

ان سے ہم اس وقت جیتیں گے جب ان کے دل ناپاک کر دئے جائیں۔ تو خوبصورت ترین دوشیزائیں سڑک کے دونوں کناروں لا کر کھڑی کر دی گئیں۔ جب مسلمانوں کا لشکر گذرنے لگا تو پہلے سپاہی نے اونچی آواز سے کہا قل للمومنین یغضوامن ابصارہم۔ تو سب نے نگاہیں نیچے کر دیں اور آرام سے گذر کر انطاکیہ فتح کر لیا۔ تو وہ انگریز کہنے لگے کہ ان کو خدا کی اتباع سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ آج کل ہنود سے ڈر رہے ہیں۔ حقیقت میں فوج لڑتی ہے نہ کہ عوام تو پہلے زمانہ میں ہندو میں چند قومیں لڑنے والی تھیں۔ (1) راجپوت، (2) مرہٹے، (3) جاٹ۔

احمد شاہ ابدالی رحمۃ اللہ علیہ نے جب مرہٹوں سے جنگ لڑی تو اس کی فوج بیس (20) ہزار سے زائد نہ تھی اور مرہٹوں کی تیس لاکھ تھی چند دنوں کے بعد 2(دو) لاکھ مرہٹوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ انگریز نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک روئے زمین پر اتنا آدمی قتل نہیں ہوا۔ لیکن ابدالی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اعتراض ضرور ہے کہ یہ ثمرقند کی بجائے دہلی پر بیٹھ جاتا تو آج یہ معاملات نہ ہوتے۔ کیونکہ مغلیہ خاندان تعیش کی وجہ سے جنگی قوۃ کھو بیٹھے تھے۔ اب بنیا تو اتنی طاقت بھی نہیں رکھتا کہ اگر اس کے سامنے مرغی ذبح کی جائے تو بیہوش ہو جائے۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے سارے مسلمان جنگجو ہیں۔ سوال یہ کہ تعداد کثرت کا ڈر قلب سے نکالو۔ جہاں تک لڑنے والے ہیں تو وہ

ہمارے ہاں زیادہ ہیں۔ اور روٹی کھانے والے وہاں زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ دیکھو وہ تعداد یا آلات حرب پر نظر نہیں رکھتے تھے بلکہ خدا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم دیکھتے تھے اور سر کٹاتے تھے انجام کار اللہ تعالٰی پر چھوڑتے تھے۔ دیکھئے دس لاکھ مبلغ ملیں تو اس قوم کو متحد نہ کر سکتے مگر ایک شاستری نے گولی چلائی تو رب العزۃ نے پوری قوم کو متحد کر دیا۔ بعضوں ملحدین کا بیان آیا ہے کہ اس جنگ نے ہمیں خدا منوایا ہے۔ بہرحال پردہ بہت عمدہ چیز ہے۔ تو کچھ شعراء نے بھی کہا ہے۔ اکبر مرحوم کہتے ہیں۔ع

بے پردہ جو کل آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو پردہ گیا کہاں اے بیبیو
کہتی ہیں کہ مردوں کی عقل پر پڑ گیا

ایک مولوی صاحب نہایت سادہ مزاج تھے ایک دفعہ کالج کے طلبا دوران تقریر ان سے خفا ہو کر چلے گئے۔ انہوں نے ایک بیجا علامہ اقبال رحمتہ اللہ کا شعر پڑھ دیا تھا

شعر یہ تھا۔

وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

معلوم ہو گیا کہ دونوں شعراء کا پردہ کے معاملہ میں

اتفاق ہے۔ ہاں اگر کلب گھر اور چمن میں عورتوں کو مردوں سے ضروریات ہوں تو ہم ان پر لعنت کرتے ہیں۔

اگر ضروریات ہوں۔ مثلاً تعلیم ایک بنیادی ضرورت ہے تو تعلیم سے مراد دین کی تعلیم ہے تو ہم صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ پردہ کے زمانہ میں دین کا علم عورتوں میں کثرت سے تھا یا بے پردگی کے زمانہ میں۔ یہ فیصلہ تاریخ سے کرو۔ پردہ کے زمانہ میں بہت سی عورتیں مصنفہ گذری ہیں۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی زیب النساء قرآن کی حافظہ۔ فقہ وحدیث و تفسیر اور فارسی کے شعراء میں مشہور تھیں۔ تو یہ بات غلط ہے کہ پردہ سے تعلیم نہیں ہوسکتی۔ (2) جنگی ضرورتوں کے سلسلہ میں کبھی عورتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ پردہ کی حالت میں بھی عورتیں جنگ میں گئی ہیں مگر لڑی نہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ اگر عورتوں پر حملہ ہوگیا تو وہ دفاع کرینگی۔ مگر خود محاذ پر جاکر نہیں لڑیں گی۔ جنگ خندق میں جب متحدہ عرب کا حملہ مدینہ طیبہ پر ہوا تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ ہم تو جنگ میں شریک ہونگے اور یہود جو آج کل کے ہندو کی طرح بزدل تھا اور جھوٹا تھا۔ بزدل اور جھوٹا انتہائی ظالم ہوتا ہے۔ تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص مکان میں عورتوں کو جمع کیا اور حضرت حسان ابن ثابتؓ کو حفاظت پر مامور کیا۔ کچھ یہودی اس قلعہ پر حملہ کرنے آئے تو ایک اندر دیوار پھلانگ کر اترا کہ دیکھے اندر مرد ہیں یا نہیں

تو حضرت بی بی صفیہؓ جو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں انہوں نے ڈنڈے سے سر پھوڑ کر یہودی کو مار ڈالا۔ پھر حضرت حسانؓ ابن ثابت کو بلا کر کہا کہ یہ غیر محرم ہے میں تو ہاتھ نہیں لگاتی آپ اس کی زرہ بھی اتار لیں اور اس کا سر تن سے جدا کر کے باہر پھینک دیں۔ جب سر باہر پھینکا گیا تو یہودی ڈر کر بھاگ گئے کہ اندر تو فوج موجود ہے۔ حضرت بی بی عائشہؓ مقام بدر میں موجود تھیں اور کام بھی کیا پانی وغیرہ پہنچایا اور محرم حضرات کی مرہم پٹی بھی کی۔ تو اسلام میں تعلیم بھی ہے نیز جنگی ضروریات بھی مگر اس بےحیائی کی اجازت نہیں۔ جو آج کی یورپی تعلیم کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

درس نمبر ۱۶
۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء

کامل ہدایت

اس سورة کے ابتدائی تین جملوں کا بیان گذر چکا ہے۔ اعتقادی اور معاشی آنیوالا ہے۔ الف۔ل۔م۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ قرآن مجید جن حروف سے بنا ہے وہ حروف آپ کے پاس موجود ہیں۔ لیکن قیامت تک کوئی ایک آیت تم سے نہیں بن سکے گی اب تو یقین کر لو کہ یہ قرآن اللہ کا ہے۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ یہ کتاب کامل ہےاور اس میں کوئی شک نہیں۔ ہر کتاب کسی خاص مقصد کیلئے لکھی جاتی ہے مثلاً فقہہ وغیرہ، فقہہ کیلئے پہلے یہ سمجھ لو کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتابیں بھی خاص مقصد رکھتی ہیں۔ تو یہ ہدایت کیلئے ہیں۔ ان کا مقصد ھدایت ہوا۔ اس کتاب میں چونکہ ھدایت ہے تو یہ ھدایت کے لئے کامل ہے۔ ھدی للمتقین۔ دوسری جگہ ھدی للناس بھی فرمایا ہے۔ یہ دونوں مضمون اپنی جگہ درست ہیں۔ قرآن میں ہدایت دو معنی میں استعمال ہوئی ہے۔ (1) ہدایت بمعنی بتلانے کے ھے۔ (2) دوسرا یہ کہ حق پر پہنچانا ہے۔ تو جہاں ھدی للناس ہے اس کا معنی یہ کہ حق بتلانا

ہے۔ اور ھدی للمتقین حق پر پہنچانا ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ تقویٰ والوں کے پاس تو ھدایت موجود ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان راستہ میں جا رہا ہو اور بچوں کی پرورش کرنیوالی دایہ آ رہی ہو۔ تو کوئی کہدے کہ یہ عورت اس کو دودھ پلانے والی ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ جوانی میں نہیں بچپن میں پلایا تھا۔ اس طرح یہ بھی قرآن کی ہدایت سے متقین بنے ہیں۔ اور تیسرا جواب یہ کہ تقویٰ اور ہدایت کے بہت درجے ہیں۔ اور مرتبے ہیں۔ جس طرح مختلف رقمیں رکھنے والے ہیں تو سب مالدار مگر درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے فرق ہے۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ نے سب سے پہلے قرآن کا اردو ترجمہ تحت اللفظ کیا ہے۔ ترجمہ تو ایک لفظ مگر معانی کے لحاظ سے مکمل۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ھدی للمتقین کا لغوی معنیٰ کیا ہے۔ یہ کتاب راہ بتلاتی ہے ڈر والوں کو۔ اور اس معنی میں تمام پیچیدگیاں حل کر دیں۔ تشریح کرتا ہوں۔ اللہ کا دینی نظام تقریباً دنیا کے نظام سے ملتا جلتا ہے۔

انسان کو عالم آخرت اور عالم دنیا میں غذا کی ضرورت ہے۔

دنیوی غذا میں اور چیزوں کے علاوہ چند بنیادی چیزیں پیدا کی ہیں ایک غذا کا خزانہ، دوم تخم، سوم پانی۔ خزانہ زمین ہے۔ زمین انسانی روزی کا خزانہ ہے۔ اور انسان کو کہا گیا ولکم فی الارض

مستقر و متاع الی حین۔ کہ خاص وقت تک تم زمین سے خوراک حاصل کرو گے۔ یعنی تم مسافر خانہ میں ہو۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آدم کو جب زمین پر اتارا تو تخم بھی غذائیت کے ساتھ دیئے گئے۔ تو خزانہ زمین اور تخم اللہ کی طرف سے بیج جب زمین میں ڈالتے ہیں اور پانی بھی اللہ کا دیتے ہیں۔ صرف ہاتھ ہلانا ہے۔ بعینہٖ یہی معاملہ آخرت کا ہے۔ آخرت کا معاملہ دینی زراعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے ایک زمین دی مگر وہ دل کی زمین ہے روحانی زمین۔ دوم تخم لاالٰہ الااللہ دیا اور ایک پانی دیا قرآن و حدیث کی صورت میں کہ اس پانی سے اس تخم کو سیراب کرو۔ آپ کو یہ نظر نہیں آئے گا مگر اس کا فائدہ دنیا کے تخم سے ہزار گنا زیادہ ہو گا۔ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے کہ میری مثال اور قرآن پاک کی مثال بارش کی مانند ہے۔ جس طرح بارش سے دنیا کی زراعت کو ترقی ہوتی ہے اسی طرح اس سے قلب کو ترقی ہوتی ہے۔ کشجرۃ طیبۃ کہ کلمہ طیبہ عمدہ درخت کی طرح ہے۔ اس کی شاخیں جنت میں ہیں۔ پھل دار درخت تو کسی خاص موسم میں پھل دیتا ہے مگر اس کا پھل تو ہر وقت تیار ہے۔ اور اللہ کے حکم سے جاری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بقائے حیات دنیویہ کا دارومدار دنیا کی زراعت پر ہے۔ اور بقائے حیات اُخروی کا دارومدار زراعت اُخرویہ پر ہے۔ جس طرح دنیا کی بعض زمین قابل کاشت نہیں ہوتی جو بھی تخم ڈالو ضائع کر دیتی ہے۔ اسی طرح بعض دل کی زمین بھی خراب ہوتی ہے۔

زراعت کے قابل نہیں ہوتی۔ قرآن نے بھی خود اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ والبلد الطیب یخرج نباتہ الخ۔ جو عمدہ زمین ہے اس سے غلہ اگتا رہتا ہے۔ والذی خبث الخ اور جو خبیث زمین ہے وہ کچھ نہیں اگاتی۔ اسی طرح ہم پھیر کر تمہیں آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ تم یقین کرو۔ کہ دل بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ دل کی عمدگی کیا چیز ہے یعنی اللہ کا ڈر اور خوف۔ جس کے قلب میں ڈر ہو خوف خدا ہو بس کلمہ پڑھتے ہی نشو نما شروع ہو جاتی ہے۔

اب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر ترجمہ ڈر والوں کیلئے ہدایت ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اردو سمجھنا بھی مشکل ہے۔ مطلب یہ کہ ہر چیز کیلئے استعداد کی ضرورت ہے۔

تقویٰ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں ایک۔ (1) حیاۃ دنیوی کا تقویٰ۔ (2) حیاۃ اخروی کا تقویٰ۔ دنیوی حیاۃ کی ہدایت صرف انسان سے مختص نہیں بلکہ ہر جاندار اور نباتات کو کی گئی ہے۔ مثلاً سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق فسوی خدا وہ ذات ہے جس نے چیزوں کو خاص خاص اندازہ سے پیدا کیا ہے۔ پھر دنیوی زندگی کیلئے ہدایت بھی دیدی۔ مثلاً عجب نمونہ کی ہدایت دی کہ درخت اپنی جگہ سے چل نہیں سکتے۔ تو ان کو جڑیں عطا فرمائیں تاکہ غذا حاصل کر سکے۔ حیوانات کو حرکت دی ہے اسے جڑیں نہیں دیں۔ کیونکہ تم چل پھر سکتے ہو۔ جو کیڑے مکوڑے زمین سے پیدا ہوتے ہیں انہیں انڈے اور نطفہ نہیں دیئے۔

لیکن جو زمین سے پیدا نہیں ہوئے انہیں نطفہ اور انڈے دئے ہیں۔ اور ان کے لئے سب چیزوں کا انتظام کر دیا ہے۔ مثلاً مرغی جب انڈوں پر بیٹھتی ہے تو اتنی خشک مزاج ہو جاتی ہے کہ کسی کو ملتی نہیں اور کھانا تک بہت مشکل سے کھاتی ہے۔ بس ہر وقت انڈوں پر بیٹھی رہتی ہے۔ جب بچہ تیار ہو جاتا ہے تو اسے اس کا علم ہو جاتا ہے۔ تو یہ اللہ تعالےٰ نے بے علم مرغی کو تعلیم دی۔ پھر اسے ہدایت دی کہ ان بچوں کو اپنے پروں کے نیچے رکھو تا کہ سردی اور شکاری جانوروں سے محفوظ ہوں۔ پھر دانہ بھی خاص انداز سے انہیں دیتی ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ دنیا کی ہدایت میں سب شریک ہیں، ہاں انسان کا نظام دنیوی درجہ میں زیادہ ہے۔ لیکن اُخروی زندگی کی ہدایت کا انتظام عجیب طریقہ سے فرمایا ہے۔ نبی بھیجے اور ھدی للمتقین فرمایا کہ پہلے خوف پیدا کرو پھر ہدایت ہو گی۔ معلوم ہو گیا ھدی للمتقین سے ہدایت دینی اخروی ہے۔ جو پیغمبر علیہ السلام سے ملی ہے۔ تقویٰ کے متعلق قرآن کی دوسری آیت میں کہ

(۱) انسان کو اللہ تعالےٰ سے ڈرنا چاہیئے، (2) کب ڈرنا، (3) کس قدر ڈرنا۔ تو تقوی کا ثمرہ ہے جنت اتباع حق کا نور جو پیدا ہوتا ہے وہ بھی تقویٰ سے۔ دورانِ جنگ اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تم دشمن سے کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اللہ سے نہ ڈرو گے تو پھر تم دونوں ایک ہی حالت میں برابر ہو گئے۔

اتقوا تم اس سے اتنا ڈرو جتنا کہ ہو سکے۔ ہر زور والے

سے جتنا ڈرتے ہو اس سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ قول سے تقوی نہیں پورا ہوتا۔ عمل سے ہوتا ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں توبہ صابن کی مانند ہے جس طرح صابن ظاہری میل صاف کرتا ہے اور توبہ دل کے میل کو صاف کرتی ہے۔ میرے خیال میں اگر آدمی سوتے وقت توبہ کرے تو بہتر ہے۔

توبہ کیا ہے کہ گذرے ہوئے گناہ پر پچھتانا۔ فی الحال گناہ کا ترک کرنا اور آئیندہ کیلئے گناہ چھوڑنے کا پختہ ارادہ کرنا۔ توبہ کا لفظ ہو اور عمل نہ ہو تو پھر کیا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک آدمی دھوبی صبح سے یہ کہتا رہے کہ دھوتا ہوں، دھوتا ہوں اور دھوئے نہیں تو کیا کپڑے دھل جائینگے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اگر ایک شخص اللہ تعالےٰ سے ڈر کر نیکی کرے اور بدی چھوڑ دے تو یہ تو ڈرنا ہے اور اگر بدی نہ چھوڑے اور زبان سے ہزاروں دفعہ استغفراللہ پڑھتا رہے تو کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم ساری رات کروٹیں بدلتے رہے۔ صبح وجہ پوچھی فرمانے لگے رات ایک کھجور کا دانہ گھر میں پڑا تھا کھا لیا تھا تحقیق نہیں کہ یہ صدقہ و خیرات کا تو نہیں تھا اسی پریشانی میں ساری رات پریشان رہا ہوں۔ آپکے لئے زکوۃ، صدقہ و خیرات جائز نہیں البتہ ھدیہ جائز ہے۔ کیونکہ ھدیہ ثواب کی غرض سے نہیں دیا جاتا ہے بلکہ جس کو دیا جاتا ہے اس کی خوشی مطلوب ہوتی ہے۔ تو ہمیں بھی ناجائز کھانے سے پرہیز کرنی چاہیئے۔

درس نمبر ۱۷

۳۱ اکتوبر ۱۹۶۵ء

تقویٰ پر بحث

ھدی للمتقین تقویٰ بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالےٰ کا
ارشاد والعاقبۃ للتقوی کہ پچھلا جہان تقویٰ کیلئے ہے۔ اعدت للمتقین۔
جنت کی تیاری اصل میں تقوی والوں کیلئے ہو گی۔ ان اولیاؤہ
للمتقون اللہ کے دوست تقویٰ والے ہیں۔ اب ھدی للمتقین کی
صفات بیان کرتا ہوں۔ دنیا میں متقی کہلانے والا خدائی فہرست میں
کون ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے پانچ صفلت فرمائی ہیں۔ نمبر
ایک جو وصف لایا ہے وہ (1) ایمان بالغیب کہ بلا دیکھے یقین
رکھے۔ (2) اقام الصلٰوۃ۔ ویقیمون الصلوۃ کہ نماز کی ادائیگی۔ (3)
انفاق فی سبیل اللہ مما رزقنھم ینفقون کہ اللہ کے راستہ میں خرچ
کرے۔ (4) حق کو ماننا ہے۔ چنانچہ ایمان جامع یہ کہ حق کو ماننا ہے
وما انزل من قبلک جو تجھ سے پہلی کتب سماویہ نازل ہوئی ہیں ان کو
بھی ماننا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام
وغیرہ ہر ایک کو پیغمبر مانتے ہیں۔ مطلب یہ کہ حق ناقابل تقسیم
ہے۔ حدیث شریف کلمۃ الحق ضالۃ المومنین حق بات مومن کی

گمشدہ چیز ہے۔ مثلاً راستہ میں کچھ رقم گم ہو جائے تو وہ تلاش کریگا تو ہر مسلم و غیر مسلم سے کریگا اسی لئے فرمایا کہ حق بات مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں سے ملے، پاؤ۔ بس یہ کہو کہ حق مانتا ہوں۔ جس مولوی سے ملے چنانچہ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اور یہ نہیں فرمایا کہ آپ کے بعد جو آئیگا کیونکہ پیغمبری کا دروازہ بند ہے۔ معلوم ہو گیا کہ وہ حق جو حضور کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور جو حق ان سے قبل تمام پیغمبروں پر اترا دونوں پر ایمان ہے۔ لیکن یؤمنون بما انزل الیک میں فرق یہ ہے کہ آپؑ پر جو حق اترا ہے اس پر عمل ہو گا اور عقیدہ دونوں پر ہو گا۔ گذشتہ پیغمبروں پر جو حق اترا ہے ایمان، اعتقاد ہے مگر عمل نہیں کیونکہ وہ قرآن سے منسوخ ہے۔ اور جو منسوخ نہیں وہ قرآن میں موجود ہیں۔ اور یہ عام قاعدہ ہے کہ دنیا میں ایک حاکم پر دوسرا حاکم آئے تو اس سے قبل والے احکام ختم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح قبل والے حق پر ایمان ضروری ہے مگر عمل نہیں اور جس پر عمل کرنا ہو اس کو جاننا ضروری ہے۔ ایمان جامع کہ ایمان تقسیم شدہ نہیں۔

(5) ایمان بالاخرت۔ (1) ایمان بالغیب ہے۔ اب ان کی علیحدہ علیحدہ تفصیل ہو گی۔ حضور کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو احکام اللہ تعالے کی طرف سے لائے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم ایسی ہے کہ ان احکام کو خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ معنی یہ

کہ کوئی مسلمان شک نہیں رکھتا۔ جاہل علاوہ ہے۔ ایسی چیزوں کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تو ہیں مگر سب کے سب نہیں جانتے۔ وہ غیر ضروریات دین ہیں۔ (1) اللہ ایک ہے۔ (2) حضور کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر ہیں، (3) آپ خاتم النبیین ہیں، (4) ملائکہ، دوزخ، جنت وغیرہ ہے۔ یہ ساری چیزیں اکثر مسلمان جانتے ہیں۔ اور شک وشبہ نہیں ان کا نام ہے ضروریات دین۔ پختہ یقین ہو یعنی شک نہو اس کا نام ہے ایمان۔ کہ خدا کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو باتیں بتائیں، پہنچائیں ان میں شک وشبہ نہیں یہ ایمان ہے۔

هوالیقین بضروریات الدین کھلی باتوں پر پختہ یقین رکھنا ایمان ہے۔ آپ یاد رکھیں جو چیزیں آنکھ دیکھے ان کو شریعت میں شہادت کہتے ہیں۔ یعنی کھلی چیزیں۔ اور جن چیزوں تک نہ ہاتھ نہ عقل، نہ پاؤں وغیرہ کی رسائی ہو تو ان کو غیب کہتے ہیں۔ آسمان، زمین، نباتات وغیرہ شہادت ہیں یعنی کھلی چیزیں۔ لیکن یہ مسئلہ کہ مرنے کے بعد قبر کا ثواب وغیرہ یا حساب وکتاب یا جنت اور دوزخ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ کسی صورت سے نظر نہیں آتیں ان کو غائب کہتے ہیں۔ عالم الغیب والشهادة کہ خدا عالم الغیب ہے پوشیدہ اور کھلی چیزوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ ایمان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ ہم دیکھنے پر ایمان لائیں۔ انسان کی

خصوصیت ہے ایمان بالغیب کہ پوشیدہ چیز پر ایمان لائے۔ کھلی چیزوں پر تو جانور کا بھی ایمان ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں تم نے اللہ تعالےٰ اور اس کے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بھروسہ کیا کہ نہ دیکھی چیزوں پر یقین رکھا تو اللہ تعالےٰ نے اس کی قیمت پوری کائنات سے زیادہ رکھی معلوم ہو گیا کہ ایمان بالشہادات میں حیوانات سب کے سب شریک ہیں۔ ایک پرندہ ایک جگہ سے اڑ کر گھر آتا ہے۔ ان کو کون بتلاتا ہے بہرحال مشاہدات کا علم ان کو بھی ہے۔ اور غیب کا نہیں۔ اور قیمت غیب کی ہے۔ قرآن میں۔ (1) علم الیقین۔ (2) عین الیقین۔ الھکم التکاثر میں۔ (3) حق الیقین سورۃ حاقہ میں ذکر ہے کہ حق کا یقین رکھے وانہ لحسرۃ علی الکفرین۔ قرآن حسرت اور ندامت کا سبب ہے ان کے لئے جو اس کا انکار کریں یہ حق الیقین۔ فرمایا کہ یقین کا آخری درجہ ہے فلا اقسم بمواقع النجوم مجھے قسم ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اب جو کھوپڑی پانی کے ناپاک قطرے سے بنی ہوئی ہے۔ وہ نہ مانے باوجود اس کے کہ خدا نے قسم کھائی ہے۔ صاحب روح المعانی نے تفسیر معانی اور کوثر نے علامہ الوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (1) علم الیقین ۔(2) عین الیقین۔ (3) حق الیقین، ہر آدمی ان تینوں پر یقین رکھتا ہے۔ علامہ الوسی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یقین ہونے میں برابر ہے مگر یقین کے درجات مختلف ہیں مثلاً ہر آدمی یقین رکھتا ہے کہ قیامت آئیگی اور عظیم الشان مقام کیطرف چل پڑیں گے۔

تو موت کا یقین ہر آدمی کو ہے یہ درجہ علم الیقین ہے۔ لیکن جب موت کا وقت آ جائے گا اور ہم معائنہ ملائکہ کرینگے۔ قبض روح کرنے والے فرشتے اور کچھ اور فرشتے۔ فالمدبرات امراً کے تحت۔ تو جس وقت موت آ رہی ہو گی ملائکہ نظر آئیں گے یہ عین الیقین ہے۔ اور جب روح کا قبض کرنا شروع ہو جائیگا اور موت کی کیفیت خود ہماری جان پر جاری ہو جائیگی یہ حق الیقین ہو گیا۔ میں نے ایک دوسری مثال دی مثلاً یہ یقین ہے کہ آگ گرم ہے یہ آگ کی گرمی علم الیقین ہو گئی۔ لیکن جب اس کے قریب جائینگے تو یہ عین الیقین ہے اور اگر آگ میں داخل ہو کر جل جائے تو یہ حق الیقین ہے یہ گویا ایمان بالغیب ضروری ہے۔ دین اور آخرت کا کارخانہ ایمان بالغیب سے وابستہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالٰے نے ایمان بالغیب کا تخم دنیا میں ڈالکر مہربانی فرمائی۔ مثلاً اللہ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے ذریعے فرما دیا۔ چونکہ ایمان بالغیب ضروری چیز تھی اسی پر جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہے تو ایمان بالغیب کا نمونہ رکھا۔ مثلاً کسان عنقریب گندم کاشت کریگا۔ مثلاً ایک آدمی نے دس من تخم کاشت کیا تو جو علم الشہادۃ ہے وہ تو صرف اتنا ہے کہ وہ دس من گندم کو جانتا ہے۔ اور مٹی میں ملا کر خاک کر دیا ہے۔ یہ ہوا علم الشہادۃ اور باقی اس کا نتیجہ کہ کچھ عرصہ بعد پودا وغیرہ ہو گا اور بعد میں گندم کئی گنا زیادہ آئیگی یہ نتیجہ علم الغیب ہے۔ جو کچھ کھویا اس کو علم الشہادت اور اس کھوئے ہوئے کا نتیجہ وہ علم الغیب

ہے۔ تو مطلب یہ کہ اس علم غیب کا نتیجہ تھا کہ ایک من کھویا اور دس من پایا۔ اسی طرح ایمان بالغیب کے تحت راہ خدا میں جو دو گے۔ کھو دینا ہے بظاہر۔ مگر قیمت میں اس کا نتیجہ کئی گنا گندم کیطرح زیادہ ہو گا۔ (1) مال، (2) جان جو بھی کھوئینگے۔ آخرت میں نفع زیادہ پائیں گے جو غائب ہے۔

تعلیم کو دیکھو کہ کسی بچہ کو ایم۔اے کراؤ تو پندرہ، سولہ سال عمر اور مال و دولت کھوئی گئی مگر غیبی نتیجہ میں کچھ پانا ہے کہ کوئی اچھی پوسٹ مل جائے گی۔ معلوم ہو گیا کہ یہاں بھی کچھ غیب کا معاملہ ہے۔ یہ ایک نمونہ ہے۔ یہ اس لئے رکھا کہ تم جو نماز، روزہ وغیرہ کرو گے تو راحت وغیرہ کھوئی گئی مگر اس کا نتیجہ جو غائب ہے وہ کئی گنا زیادہ ہے۔ اور خود قرآن میں فرمایا ہے۔ ان اللہ اشتری من المومنین نفس اور مال اگر راہ خدا میں کھوئے تو بان لھم الجنتہ۔ وعداً علیہ حقاً فی التوراتہ والانجیل والقرآن اس تجارت پر خوش ہو جاؤ کہ تم نے خدا کی چیز نفس اور مال خدا پر بیچ ڈالی۔ اس سے مطلب یہ کہ غیب کا جو نمونہ دنیا میں ہے اسی طرح دین میں ہے۔ جو مال و جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں صرف کرتا ہے۔ بظاہر تو صرف کرنا ہے مگر آخرت میں پا لینا ہے۔

درس نمبر ۱۸
۵ نومبر ۱۹۶۵ء

تقویٰ پر بحث

یؤمنون بالغیب کے بیان سے قبل تقویٰ کی چند چیزیں بقیہ۔ قرآن پاک میں سب سے زیادہ ذکر تقوی کا آیا ہے۔ معلوم ہو گیا خدا کے ہاں تقویٰ بڑی چیز ہے۔ خاص کر یہ تین چیزیں انسان کے پیش نظر ہوں تو تقویٰ کی اہمیت معلوم ہو جاتی ہے۔ (1) یہ کہ قرآن سے فیض وہ اٹھائے گا جو اللہ کا ڈر رکھتا ہو اس کے لئے ھدیً للمتقین کا اشارہ ہے۔ جس طرح بارش پودے کو بغیر تخم کے نہیں اگا سکتی۔ اگر دل میں قرآن برسے اور قلب میں تخم خوف خدا کا نہ ہو تو پودا نہ اُگے گا۔ واعدت للمتقین جنت کا سارا سامان تقویٰ والوں کیلئے جمع کیا۔ کون انسان ہے کہ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں اور اللہ مجھ سے کرے۔ قرآن ان اولیاء اللہ کہ تقویٰ والے اللہ کے دوست ہیں۔ تقویٰ عربی زبان میں دو معنوں میں مستعمل ہے۔ (1) ڈرنا، (2) بچنا۔ اور دونوں معنوں میں تلازم ہے۔ کیونکہ آدمی بچتا اس سے ہے جس سے ڈر ہو۔ تو آپ کسی چیز سے بچتے ہیں تو یہ دلیل ہے کہ وہ چیز اس قابل ہے کہ اس سے

ڈرا جائے۔ کفر اور گناہ وغیرہ سے آدمی بچیگا تب جب ڈریگا۔

تقویٰ کے متعلق قرآن کی روشنی میں۔ (1) محل تقویٰ۔ (2) ماحول تقویٰ۔ (3) اسباب تقویٰ۔ (4) موانع تقویٰ جن سے تقویٰ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ (5) بقاءِ تقویٰ۔ ہر چیز کیلئے ایک محل، خزانہ، سرچشمہ ہوتا ہے۔ کہ چیز بنتی وہاں ہے اور پھیلتی ہے دوسری جگہ پر۔ مثلاً بجلی پاور ہاوس وغیرہ میں بنتی ہے اور آگے جا کر پھیلتی ہے۔ اگر پاور ہاوس میں بجلی نہ ہو تو کہیں بھی بلب روشن نہ ہوسکے گا۔ اسی طرح ٹینکی سے پانی۔ گویا اللہ نے انتظام کیا بہت کا۔ چیزیں ایک مرکز سے وابستہ کر رکھی ہیں۔ تمام کرۂ ارضی میں آفتاب کی روشنی پھیلتی ہے مگر اس کا اصلی خزانہ مرکز آفتاب رکھا ہے۔ اسی طرح تقویٰ کیلئے بھی اللہ تعالےٰ نے ایک مرکز تجویز فرمایا ہے۔ کہ اس مرکز سے بدن میں تجلیاں پھیلتی ہیں۔

(1) صحیحین کی حدیث التقویٰ ھھنا فرمایا دل پر انگلی رکھ کر کہ تقویٰ یہاں ہے۔ یعنی قلب میں تقویٰ ہے۔ یعنی مرکز تقویٰ قلب ہے۔

بخاری شریف ان فی الجسد لمضغتہ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الخ ان دو حدیثوں کے بعد تشریح کی ضرورت نہیں۔ معلوم ہو گیا کہ قلب مرکز ہے تقویٰ کا۔ تو اگر قلب میں تقویٰ نہ ہو تو سر سے پاؤں تک تقویٰ سے خالی ہو گا۔ اس میں مختصر طور پر محل تقویٰ کو بیان کیا گیا۔ معلوم ہو گیا کہ مسلمان کو ہر وقت دل کا خیال رکھنا چاہیئے۔

ایک بار صحابیؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب آپ جنت اور جہنم کا تذکرہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سامنے ہیں۔ مگر گھر کی طرف جاتے ہیں تو مال اور اولاد کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے فرمایا اگر تمہاری کیفیت ویسی رہتی تو فرشتے تم سے ہاتھ ملاتے۔ اور قلب عربی میں پلٹنے کو کہتے ہیں۔ دل ہر وقت پلٹتا ہے تو دل کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے۔ دوسری چیز نفس کی نگرانی کیلئے ماحولِ تقویٰ۔ قرآن میں فرمایا کہ قلب محل ہے تقویٰ کا اور ہر محل کیلئے ماحول ہونا چاہیئے۔ جیسا ماحول ویسا ہی بنے گا۔ الانسان خلیق ماحولہ یہ عرب کی ضرب المثل ہے۔ تو محل تقویٰ کیلئے اس ماحول کو کوئی نہ کوئی قوت اختیار کرے کہ اس ماحول سے تقویٰ پیدا ہو۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و کو نوامع الصدقین۔ تم ان لوگوں سے ماحول پیدا کرو جو ایمان میں سچے ہیں تو ماحولِ تقویٰ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ یعنی چوبیس گھنٹہ میں کچھ وقت نیک لوگوں کو دو ۔ خود صحابہ کرامؓ کی حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مجلس ہوتی اور درایت ہوئی تھی تو معلوم ہو گیا کہ نیکوں کی مجلس کی حالت کہیں اور نہیں ہوتی یہ ہے ماحول تقویٰ۔ ہر چیز کیلئے اسباب ہیں۔ تقویٰ کیسے حاصل ہو۔ تقویٰ کی رکاوٹیں کیسے دور ہوں تیسری چیز کہ تقویٰ کو باقی کیسے رکھا جائے۔

قرآن پاک نے یہ تینوں چیزیں ایک آیت میں جمع کی ہیں۔ لیس البران تولوا جو ھکم ------

حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں شروع میں
نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہے۔ بعد میں جنوب کو
رخ مکہ کو کیا اور یہود کا کعبہ شمال میں تھا انہوں نے شور مچایا کہ
یہ کیسے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ تو جواب یہ کہ حضور کریم صلے
اللہ علیہ وسلم جامع الکمالات ہیں۔ کچھ پیغمبروں کا کعبہ بیت المقدس
رہا اور اکثر پیغمبروں کا کعبہ مکہ مکرمہ خانہ کعبہ رہا تو اس لئے سولہ۔
(16) یا سترہ۔ (17) مہینے بیت المقدس کا حکم دیا بعد میں تا قیامت
کعبہ کو مقرر کیا۔ لیس البر ان تولوا وجوہکم الخ کچھ ساری نیکی یہ نہیں
ہے کہ انسان کسی خاص سمت کیطرف رُخ کرے مفسرین نے لکھا
ہے کہ ایک سمت کی طرف تو ہم بھی نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہ کیا ہو
گا کہ رخ کسی خاص سمت کیطرف رکھو۔ کسی رخ کو سمت کرنا یہ نیکی
نہیں کیونکہ یہ ہے اللہ کا حکم۔ اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کا حضرت نبی
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ ہوتا تو وہ نیکی نہ ہوتی مطلب یہ کہ مرکز
جہتہ نیکی نہیں بلکہ جہاں بھی اللہ کا حکم جس طرح کا بھی آ جائے وہ
ہے نیکی تو اللہ نے بنیادی نیکی بتلادی ولکن البر۔۔۔۔ الخ یعنی پانچ
چیزوں پر ایمان رکھنا۔ (1) خدا پر، (2) قیامت پر، (3) فرشتوں پر،
(4) کتاب پر، (5) اور نبیوں پر ایمان لائے۔ ان پانچ چیزوں کا
مضبوط ایمان جڑ ہے تقویٰ کی۔ یہ ہے اسباب تقوی کا بیان۔ یہ پانچ
چیزیں اسبابِ تقویٰ ہوئیں۔ ایمان کی راہ میں سب سے زیادہ
رکاوٹ ڈالنے والی غلبہ حُبِ دنیا ہے۔ تو یہ موانع تقویٰ ہے۔ تو اللہ

نے اس سے بچنے کیلئے فرمایا وآتی المال علی حبہ ذوی القربی الخ کہ مال سے محبت ہونیکے باوجود اس مال کو صرف کرو غالباً چھ۔ (6) مصارف میں خرچ کرو۔ (1) غریب رشتہ دار، (2) غریب یتیم اور (3) مفلس، (4) نادار مسافر، (5) مجبوری سے مانگنے والے کو، (6) وفی الرقاب اور لوگوں کی گردنیں آزاد کرنا مثلاً کوئی آدمی قیدی یا غلام ہو تو اس کو آزاد کراؤ۔ ان چھ چیزوں پر مال صرف کرنے سے محبت دنیا ختم ہو جائیگی اور تقویٰ کی راہ سے رکاوٹیں ختم ہو جائیگی مثلاً ہل چلانے سے قبل زمین سے گند نکال لیتے ہیں زمین پر سے جھاڑیاں وغیرہ کاٹ لی جاتی ہیں۔ پہلے بیان کیا کہ تقویٰ کے اسباب کیا ہیں۔ پھر موانع تقویٰ بیان کئے۔ اسکے بعد بقاء تقویٰ کہ اگر تقویٰ آجائے تو اس کے بقاء کا سامان کرنا پڑے گا وہ عجب طریقہ سے فرمایا واقام الصلٰوۃ کہ نماز کا تسلسل یہ تقویٰ کیلئے حفاظتی قلعہ ہے۔ اگر آپ نے نماز کے ذریعہ سے انتظام نہ کیا تو تقویٰ ختم ہو جائے گا۔ طاعت بدنیہ میں سے نماز اور طاعت مالیہ میں سے زکوۃ اور طاعت قولی کہ انسان یا خدا سے وعدہ کیا ہوا اس کو پورا کرو والموفون بعہدھم اور بقا کیلئے آخری سبب صبر ہے۔ صبر فی المواقع الثلاثہ تقویٰ قلب میں مکمل اس وقت ہوتا ہے۔ کہ ہمت ہو کوئی کام بغیر ہمت کے نہیں ہو سکتا۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک مرید نے لکھا کہ تہجد میں سستی ہوتی ہے فرمایا کہ سستی کا علاج چستی ہے بس چستی کرو۔ تو بقاء تقویٰ کا چوتھا علاج کہ ہمت اور استقلال کو

عمل کرو جو ہمت اور استقلال کیساتھ صبر کرتے ہیں۔ فی الباُساء والضراء وحین الباس کہ یہ تین موقع ہیں۔ (1) سختی، (2) بیماری، (3) جنگ۔ یہ ہمت کو پست کرنے والی ہیں۔ تم ان موقعوں میں ہمت اور استقلال کو پختہ کر لو۔ یہ عجیب بات کہ مکہ سے مدینہ شریف ہجرت کی تو آب وہوا کی تبدیلی کیوجہ سے تمام صحابہ کرامؓ بیمار ہو گئے۔ سبحان اللہ صحابہ کرامؓ وطن، مال اور رشتہ دار چھوڑ آتے ہی بیمار ہو گئے بخار ہو گیا۔ بخار کی حالت میں کبھی کبھی شعر پڑھتے تھے اوروں کے تو یاد نہیں صدیق اکبرؓ کے سناتا ہوں۔ کل امرءِ الخ معنی: ہر آدمی کو گھر میں صبح ہو جاتی ہے اور موت سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کو کتنا صبر واستقلال تھا۔ ہر نماز کو آخری نماز تصور کرو تو خلوص پیدا ہو جائیگا۔ اس کے بعد حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ مدینہ کا بخار ہٹا کر جو مدینہ میں یہود تھے وہاں منتقل فرماؤ۔ یہ تو تھا مرض کا حال۔ غربت کی یہ حالت تھی کہ صحابہ کرامؓ میں سے بڑے حضرت علیؓ تھے۔ فرمایا ایک آدمی کیلئے ایک دانہ خرما کا بھی نہ تھا تو میں نے مزدوری کا ارادہ کیا تو یہودی کے باغ میں جھانکا تو یہودی نے کہا اے بدو نوکری کرو گے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کہ یہ ایک ڈول جو ایک اونٹ کے چمڑے کا ہے۔ ایک ڈول کے بدلے میں ایک دانہ خرما کا دینگے تو پانچ چھ دانے کمائے۔ ایک سیر خرما لیا اور چین تک فتح کیا۔ بہت سے غزوات میں صحابہ کرامؓ کو ایک ایک خرما بھی نہ میسر ہو سکا۔ تو

پتے کھانے لگے۔ اور جوتی نہ تھی لیکن اللہ کے مضبوط بندے تھے۔ نہ غربت نہ بیماری اور نہ جنگ نے ان کی ہمت کو ختم کیا۔ جنگ قادسیہ اور بدر میں ہاتھ کٹا کچھ رگ اٹکی ہوئی تھی تو دوسرے ہاتھ سے اور گھٹنے سے توڑتا ہے تاکہ رکاوٹ نہ بنے۔ معلوم ہو گیا کہ ان کی ہمت اور استقلال آخری درجہ کا ہے۔ اب یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے کہ جو یہ کام پورا کریں وہی ہیں تقویٰ والے۔

نوٹ: ایک صحابیؓ کا ہاتھ کٹا۔

درس نمبر ۱۹
۷ نومبر ۱۹٦۵ء

ایمان بالغیب

ایمان بالغیب کا بیان تھا یہاں چند چیزوں کا بیان ضروری ہے۔ غائب گویا پوشیدہ چیزوں کو کہا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے متقین کی پہلی صفت بیان کی یہ کہ وہ غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔ (1) تفصیل غائب (2) تفصیل ایمان (3) ایمان بالغیب کو ہماری زندگی سے کیا تعلق ہے۔ یہاں پہلا شبہ یہ کہ عام طور پر مشہور ہے کہ الغائب الی اللہ کہ غائب اللہ ہی جانتا ہے۔ تو متقی کیلئے قرار پایا کہ غائب پر یقین رکھتا ہو۔ جب غائب معلوم ہی نہیں تو یقین کیا رکھے گا۔ جواب یہ کہ غائب دو قسم ہے (1) کہ وہ غائب جو اللہ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا وہ غائب غیر مدلل ہے (2) غائب مدلل۔ کہ اس کے علم کی دلیل بتلائی ہے۔ اور وہ کون کون سی چیزیں ہیں وہ پانچ گذشتہ چیزیں ہیں۔ (1) اللہ تعالےٰ اور اس کی صفات پر یقین۔ (2) والیوم الاخر قیامت کا یقین۔ (3) ملائکہ۔ (4) قرآن۔ (5) پیغمبر علیہ السلام کا یقین۔ کہ تقویٰ والے ان پانچ چھپی چیزوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اور یہ پانچ ہی

غائب ہیں پوشیدہ ہیں۔ اب اللہ تعالےٰ، فرشتے، قیامت یہ تین تو نظر نہیں آتے باقی کتاب اور پیغمبر علیہ السلام تو نظر آتے ہیں البتہ کتاب اور پیغمبر تو نظر آنیوالی چیز ہے۔ تو جواب یہ کہ کتاب کے الفاظ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی نظر آتی ہے۔ تو ذات اور کتاب کے الفاظ ایمان بالغیب میں نہیں۔ لیکن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی پر ایمان لانے کا معنی یہ کہ عہدہ پیغمبری پر ایمان لانا۔ ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔ سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے تو آتے وقت بزرگ نے خیال نہ کیا مگر رخصت کے وقت ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ ہو گذرے ہیں ان کے متعلق سلطان رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ کے پیر نے یہ کہا ہے کہ جو مجھے دیکھے وہ دوزخ میں نہیں جائیگا یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے تو کیا وہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی بڑا ہے۔ کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو ابولہب نے دیکھا مگر جہنم میں جائے گا۔ تو ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا جس چیز کا تم کو علم نہیں چپ ہو جاؤ۔ کہا کہ ابولہب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا اس نے اپنے بھتیجے کو دیکھا تھا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا تو بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی مقصد ہے۔ رخصت کے وقت بزرگ نے تعظیم کی پوچھا کہ جب میں آیا تو میری تعظیم نہ کی تھی۔ جواب دیا کہ اب تو درویش ہو کر

جا رہا ہے۔ تو کہا مجھے ہندوستان پر حملہ کی خواہش ہے۔ تو کچھ دعا کرو اور کچھ تحفہ بطور تبرک دو تو انہوں نے اپنا چغہ دیا۔ تو جنگ کیلئے اسی بہاول پور کے راستہ سے محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں۔ بادشاہ کو آخرت کا بھی خیال ہوتا تھا۔ سومنات فتح ہوا تو ہندوؤں نے درخواست کی کہ سومنات کے بت کو توڑیں نہ ہم اس کے وزن کے مطابق سونا دیں گے۔ تو وزیروں سے مشورہ کیا وزیروں نے کہا کہ فتح تو کر لیا اب چاہے بت رہ جائے یا توڑا جائے۔ سونا ملیگا رقم بڑھ جائیگی ایک وزیر نمازی مسعود سپہ سالار تھا وہ اس رائے سے مختلف تھا اس نے کہا اب تو آپ مشہور ہیں بت شکن اور اس معاملہ کے بعد بت فروش ہونگے۔ کچھ طبیعت میں اضطراب تھا تو خواب میں دیکھا کہ فرشتہ دوزخ کیلئے تیار کھڑا ہے۔ تو بیدار ہوا تو بت فروشی کا ارادہ ترک کر دیا اور بت توڑ دیا۔ پہلا کلھاڑا جو مارا تو ہزاروں قیمتی موتی، ہیرے جواہرات نکلے۔ سونے کو چھوڑا تو اس سے قیمتی سامان ملا۔ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عہدہ نبوت یہ دونوں غائب ہیں۔ تو تفصیل غائب تو بتلادی یہ پانچ چیزیں قرآن نے بیان کی ہیں۔ اس کے بعد غائب پر ایمان لانا ہے۔ اس کے دو درجہ ہیں۔ (1) ایمان کامل۔ (2) ایمان ناقص۔ یہ دو ہو گئے۔ اس کی مثال دیکھو آپ کی زمین کے قریب ایک نالہ آرہا ہو اس میں تھوڑا سا پانی ٹپک ٹپک کر آرہا ہو تو یہ پانی سیرابی کیلئے کافی نہیں۔ اور ایک نالہ

یہ کہ مکمل طور پر پانی آرہا ہے وہ خوب سیراب کر سکتا ہے۔ دونوں نالے کو پانی کہا جائیگا۔ لیکن نمبر ایک یعنی پہلا پانی ناقص اور دوسرا پانی کامل اور مؤثر ہے۔ ایک آدمی مکان میں بیٹھا ہے سو روپیہ اس کا کرایہ ہے اور سو روپیہ باندھی کا خرچ اور سو روپیہ کپڑے کا خرچ اور فرض کرو کہ اس کی آمدنی پچاس روپیہ ہے۔ تو یقینی بات کہ پچاس مال تو ہے مگر ناقص مال ہے ناکافی ہے۔ تو یقینی بات کہ کوئی عقلمند آدمی اس بات پر صبر نہیں کر سکتا کہ میرے کھیت کیلئے مطلق پانی ملے چاہے کھیت کیلئے ناکافی ہو یا کافی حالانکہ ہر آدمی کوشش کرتا ہے کہ پانی یا رقم کامل، کافی اور مؤثر ملے۔

اب ہمارے لئے اُخروی زندگی ہمیشہ کیلئے بھی کچھ پانی کچھ رقم کی ضرورت ہے یہ زندگی مفت ہے۔ اور آگے والی زندگی قیمت سے ملیگی۔ شکم مادر سے زمین پر سانس لینے کیلئے ہوا، پانی، آگ وغیرہ کیلئے کوئی قیمت نہیں تو یہ زندگی مفت ہے۔ اللہ کی طرف سے۔ آخرت کی زندگی قیمت سے اور قیمت ایمان ہے لیکن ایمان بھی وہ جو بازار آخرت میں مقبول ہو اللہ تعالیٰ کو۔ یعنی جس طرح نوٹ پر حکومت کی مہر ہوتی ہے۔ ایمان پر بھی اللہ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی چھاپ ہو تو۔ اگر چند روزہ زندگی میں آدمی معمولی رقم اور معمولی پانی کھیت کیلئے پر صبر نہیں کر سکتا تو آخرت میں کم ایمان پر کس طرح صبر کر سکے گا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے بادشاہ دین کے ادنیٰ حصہ پر راضی ہو گئے ہیں اور میں ان کو نہیں

دیکھتا ہوں کہ دنیا کے ادنی حصہ پر تو کوئی صبر نہیں کرتا بادشاہ کہتے ہیں ایمان تو ہے۔ ایمان کے بھی درجہ ہیں۔ ایمان میں اعلیٰ ہونا چاہئے۔ یہ عجیب بات کہ ناقص زندگی میں تو ادنی عہدہ پر اکتفا نہیں کرتے ہو اور ابدی زندگی کیلئے ادنی عہدہ قرار دے رکھا ہے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے مثال دی کہ ہمارے لوگ ادنی ایمان پر اکتفاء کئے ہوئے ہیں۔ ہندو اپنے چمڑے پر تصویر بنواتے تھے۔ تو ایک ہندو نے کسی کو کہا کہ میری پیٹھ پر شیر کی تصویر بنا دو جب اس نے نشتر لگایا تو پوچھا کیا بنا رہے ہو کہا کہ شیر کی دم بنا رہا ہوں کہا کہ دم کے بغیر بھی تو ہوتا ہے۔ جب دوبارہ نشتر لگایا تو پوچھا کیا بنا رہے ہو کہا کہ ٹانگ بنا رہا ہوں کہا کہ لنگڑا نہیں ہوتے وغیرہ اس کاریگر نے کہا صاف کیوں نہیں کہتے کہ تکلیف ہوتی ہے ختم کرو۔ یہ مسلمان کا حال ہے کہ کامل ایمان میں کچھ تکلیف ہے اس لئے ترک کر دیا ہے۔ تو ایمان کی دو قسم ہیں (1) ایمان کامل (2) ایمان ناقص۔ اگر انسان کسی کے متعلق کہے کہ مالدار ہے تو معلوم ہو گیا کہ کامل مالدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقین کے بعد یؤمنون بالغیب سے ان کی تعریف کر دی کہ ان کے پاس کامل ایمان ہے جو مؤثر ہے۔ ایمان کامل اور غیر کامل کی وضاحت۔ محققین نے کہا ہے کہ ہر ایمان جس کا اثر عملی زندگی پر پڑے تو یقین کرو کہ وہ کامل اور جس کا اثر اعمال پر نہ پڑے وہ ناقص ہے۔ اس میں یقینی بات ہے کہ ناقص اور کامل واضح ہیں کہ ایمان دل میں ہے لیکن

عمل تک نہیں پہنچ سکتا تو معلوم ہو گیا کہ ناقص ہے۔ کھیت میں پانی نہیں پہنچ سکتا گر نالے میں ہے مگر ہے کم اسلئے ناقص ہوا۔ یہی بات ہے کہ صحابہ کرامؓ کی زندگی مبارک کو دیکھیں تو وہ اپنے نقص کو ہٹاتے تھے اور کامل کے متعلق کوشش کرتے تھے۔ مثال ایک آدمی کو اللہ پر ایمان ہے کہ نیکی میں فائدہ اور بدی میں نقصان ہے۔ یہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے تو ایمان لانے کا معنی یہ کہ ان باتوں میں اللہ سچے ہیں۔ اب اگر ایک آدمی کو اللہ پر ایمان ہو اور اللہ تعالٰی کو سچا مانتا ہو، تو پھر ہم نیکی ترک کریں اور اللہ کو چھوڑیں تو اللہ پر اس یقین اور ایمان کا فائدہ کیا۔ مثال یہ کہ ایک آدمی دیوار کے قریب جا رہا ہو اس میں ایک سوراخ ہو۔ دوسرا کہے کہ اس سوراخ میں انگلی نہ ڈالنا سانپ ہے۔ تو کہتا ہے کہ واقعی آپ معتبر شخص ہیں مگر پھر انگلی ڈالتا ہے سانپ نے ڈس لیا تو اس کا اس کو معتبر جاننے کا کیا فائدہ۔ اسی طرح اللہ کہتا ہے کہ یاد رکھو ہر گناہ سانپ کی مثل ہے پہلے مسلمان چھوٹی چھوٹی چیزوں کے متعلق پوچھتے تھے کہ یہ گناہ ہے کہ نہیں اسلئے کہ وہ اللہ تعالٰی پر مکمل یقین رکھتے تھے اور عمل کرتے تھے۔ اب تو گناہ کا نام ہی نہیں لیتے بلکہ پوچھتے ہیں کہ گناہ صغیرہ ہے کہ کبیرہ۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ فلاں کام شرعاً کیسا ہے فرمایا گناہ ہے۔ پوچھتا ہے صغیرہ کہ کبیرہ؟ فرمایا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے صندوق میں آگ لگی ہو۔ آگ بجھاؤ گے یا تحقیق کرو گے کہ

آگ چنگاری سے لگی یا انگارے سے۔ میاں چنگاری ہو یا انگارہ دونوں سے آگ لگ جاتی ہے۔ صغیرہ ہو یا کبیرہ دونوں گناہ آگ ہیں۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے قصہ لکھا کہ پہلے زمانہ میں ایک مولانا فارسی پڑھایا کرتے تھے۔ بچوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم عام لوگوں کیطرح بات نہ کرنا وزن دار بات کرنا اور یہ نہ بتلایا کہ اس بات کا محل کہاں ہے۔ ایک بار مولانا بیٹھے تھے کہ ایک بچے نے پتاخا کیا چنگاری اڑ کر مولانا کی پگڑی میں جا پڑی تو وہ بچہ نصیحت کے مطابق وزن دار بات کرتا رہا اتنے میں مولانا کی پگڑی کیا سر بھی جل گیا۔ بچے کو فرماتے ہیں کہ یہ کیا کیا جلدی بتانا تھا۔ بچہ نے کہا کہ آپ نے خود تو فرمایا تھا کہ ادب سے بات کیا کرو۔ پھر محل فرمایا کہ ہر جگہ ادب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر صغیرہ گناہ ہمیشہ کیا جائے تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ جس طرح ہر آدمی آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ ہر بڑی چیز چھوٹی چیز سے بنتی ہے۔ ہر گناہ دل میں ایک تاریکی پیدا کرتا ہے رفتہ رفتہ تاریکی بڑھتی گئی پھر قلب کی حالت ناقابل اصلاح ہو گئی۔ تو یہ صغیرہ گناہ مہلک بنے۔ تو صغیرہ کے مسلسل کرنے سے ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ شقاوت اور بدبختی ہو جاتی ہے زنگ چڑھ گیا مہر لگ گئی ختم اللہ علی قلوبھم۔ بدن اگر ناقابل علاج ہو تو کوئی بات نہیں۔ دین ایمان اگر ناقابل علاج تو پھر دونوں جہان میں مارے گئے۔

بزرگان نے کہا ہے کہ مسلمان کو پیغمبروں پر ڈاکٹر جتنا یقین ہو تو ہر مسلمان ولی بن جاتا۔ یقین کا مطلب یہ کہ جس طرح ڈاکٹر پر مسلمان کو یقین ہوتا ہے اتنا ہی پیغمبر علیہ الصلوۃ السلام پر یقین ہو تو ہر مسلمان ولی بن سکتا ہے۔

درس نمبر۲
۱۲ نومبر ۱۹۶۵ء

ایمان بالغیب

ایمان بالغیب یومنون بالغیب کے تحت یہ چیزیں بیان ہونگی جو آنکھ دیکھے اوراس پر یقین کرے وہ ایمان بالشہادت اور جو اللہ اور رسول کے کہنے پر یقین کرے۔ بالغیب، ایمان بالشہادت کی کوئی قیمت نہیں اور غیب پر ایمان لانے سے اللہ کی عظمت کا ثبوت ہے اس لئے اسکی قیمت ہے۔ انسان اور حیوان کا فرق ایمان بالغیب سے ہے۔ (2) ایمان بالغیب کا اثر ہماری زندگی پر کیا پڑتا ہے۔ ایمان بالغیب اور اصلاح معاشرہ۔ ایمان بالغیب اصلاح عبادات ایمان بالغیب اصلاح معاملات۔ ایمان بالغیب اصلاح سیاسیات کو بڑا دخل ہے۔ پہلی چیز بیان کرنے سے قبل یقینی بات ہے کہ ایمان بالشہادت کہ دیکھی چیز کو ماننا اس میں جانور اور انسان دونوں شریک ہیں مثلاً جانور گھاس دیکھے تو گھاس کی طرف دوڑتا ہے۔ مثلاً بکری نے گھاس دیکھی تو دوڑ پڑتی اور بھیڑیا سے بھاگنا شروع کیا یہ حیوان کے دو عمل ہیں۔ دودھ کو چوہا دیکھ لے تو آتا ہے۔ اگر بلی دیکھے تو بھاگتا ہے یہ ایمان بالشہادت

ہے۔ بکری وغیرہ کو اپنی فائدہ اور مضر چیز کا علم ہو جاتا ہے معلوم ہو گیا کہ نظر آنے والی چیزوں میں سے کچھ فائدہ مند اور کچھ ضرررساں ہیں۔ تو ایمان بالشہادت میں انسان کے ساتھ تمام حیوانات شریک ہیں۔ انسان کا خاص وصف یہ ہے کہ ایک چیز نظر نہیں آتی لیکن اس کے متعلق یہ یقین ہو کہ یہ فائدہ مند ہے مثلاً نیکی اور کچھ چیزیں مضر ہیں یعنی بدی یہ چیزیں آنکھ نے نہیں دیکھیں تو منفعت طاعت اور مضرت بدی آنکھ نہیں دیکھتی بلکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی پر یقین ہے۔ ایمان بالغیب کا اتنا یقین ہو کہ ایمان بالشہادت زبان کرے۔ حضرت صہیب رض روم کے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اس وقت ایمان لانا کل دنیا کی مصیبت کے سامنے سینہ رکھنا تھا۔ ایک صحابی کا واقعہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد انہوں نے ہجرت فرمائی تو ان کے پاس تیر اور تلوار موجود تھی کافروں نے ان کو گھیرا ہوا تھا تاکہ ان کو قتل کر دیں مسلمان کا کام یہ کہ موت سے قطعاً نہ ڈرے قریش کو کہا کہ ٹھہر جاؤ تمہیں معلوم ہے کہ مکہ میں میرے برابر تیر انداز کوئی نہیں خدا کی قسم جب تک تیر رہیں گے میں ایک ایک کو قتل کرتا رہوں گا جب تیر ختم ہو جائیں گے تو تلوار استعمال کروں گا تو کافروں نے کہا کہ اپنا مال دیدو کہا کہ سامان فلاں جگہ پڑا ہے۔ بس مجھے ایمان دیدو یہ مدینہ منورہ گئے تو وحی اتری۔

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔ (حضرت صہیب رومی کی ہجرت کا واقعہ ہے) کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ اپنی جان و ایمان بچانے کیلئے ساری قیمت ادا کر دیتے ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما رہے تھے تو مکہ کی طرف رخ مبارک کر کے دیکھا فرمایا کہ خدا کی قسم تمام شہروں میں مجھ کو زیادہ محبوب ہے اگر تمہاری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں نہ نکلتا وطن تو پیارا ہوتا ہے مگر مکہ کی خصوصیت اور ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین۔

کائنات میں سب سے برگزیدہ گھر مکہ ہے تو ایسے شہر میں سے ہجرت کرنا یہ کسی چیز پر اتنی قربانی ہوئی۔ مال، شہر، رشتہ دار قربان کرنا ایمان بالغیب پر قربانی کی۔ اسد الغابہ نے صحابہ کرامؓ کی تاریخ لکھی۔ فاروق اعظمؓ نے خلافت کے وقت پوچھا کہ کفار کی تکالیف تو بیان کرو تو حضرت خبابؓ نے کہا کہ میری پیٹھ دیکھ لو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسی پیٹھ کسی کی نہیں دیکھی۔ کہ روزانہ انگارے بچھا کر مجھے لٹایا جاتا تھا تو چربی سے انگارے بجھ جاتے تھے۔

یہ بزرگ بصرہ میں فوت ہوئے ہیں تو ایک بار حضرت عمرؓ بصرہ سے گذرے ایک قبرستان دیکھا کہا کہ یہ کس کا ہے فرمایا کہ خباب بن الاعرابی کا ہے۔ تو روئے اور فرمایا کہ بڑے بڑے قبرستان ان کے ناخن پر قربان۔ حضرت بلالؓ کو گرم ریت پر لٹا دیا اور پتھر اوپر رکھ دئے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا بلال صبر کرو تو عرض کی واقعی اسی جنت کیلئے تو سب

کچھ کر رہا ہوں۔ ایمان بالغیب پر یقین تھا پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کیا۔

میرا مقصد یہ کہ ایمان بالشہادۃ میں انسان اور حیوان شریک ہیں اور ایمان بالغیب میں انسان جدا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے جنت و قیامت نہیں دیکھی تھی لیکن دیکھی ہوئی دولت کو بن دیکھی پر قربان کر ڈالا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ انسان کیلئے کار آمد ایمان بالغیب ہے تو اس کی فطرت میں رکھی۔ مثلاً اگر بیمار ہو جائے تو ڈاکٹر اگر کڑوی دوائی یا اپریشن تجویز کرے تو خوشی خوشی رضا مند ہو جاتا ہے۔ یہ اسلئے کہ تندرستی کا یقین ہے۔ یہ ایمان بالغیب ہے کہ ان تکالیف کو برداشت کرو تو فائدہ ہوگا۔ یہ جانوروں میں نہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان بالغیب میں فائدہ ہے۔ جس طرح کڑوی دوائی یا آپریشن پر یقین رکھتے ہو اسی طرح نماز وغیرہ پر بھی یقین رکھو۔ ایمان بالغیب ہے کہ کسان نے زمین میں تخم خراب کر دیا لیکن اس بات پر وہ خوش ہوتا ہے حالانکہ تخم سڑ جاتا ہے یہ اسلئے کہ آٹھ ماہ بعد جو پھل پوشیدہ ہے اس پر یقین ہے یہ ہے ایمان بالغیب یا جس طرح بچہ کو تعلیم دیتا ہے کہ رقم بھی خرچ اور عمر بھی خرچ یہ اسلئے کہ مستقبل میں نفع ہوگا۔ حالانکہ گندم اور بچہ کی تعلیم کیلئے خدا نے نہیں کہا بلکہ اپنا تجربہ ہے۔ لیکن اللہ و اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان بالغیب کے تحت کام ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا بدلہ کیا ہوگا۔ حضرت سیدنا حمزہؓ شہید

ہوگئے۔ ان کو بہت تکالیف دیں جنگ ختم ہوگئی تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاشیں اٹھائیں تو چچا کی لاش کو اس ہولناک منظر سے دیکھا کہ ناک، کان، وغیرہ نہیں خاموش رہے۔ آنکھوں مبارک سے آنسو آگئے پھر فرمایا قسم خدا کی اگر صفیہ کا ڈر نہ ہوتا۔ یہ پھوپھی ہیں آپکی، تو میں تیری لاش کو میدان میں چھوڑتا اور پرندے کھاتے اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے سرخرو حاضر ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا حضرت صفیہؓ تشریف لارہی ہیں تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زبیرؓ ماں کو روکو ماں نے دھکا دیا تو دوڑتی ہوئی جارہی ہیں زبیرؓ نے کہا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں۔ کہا ہاں تو رک گئیں کہا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہدو کہ مجھے اپنے بھائی کی تمام چیزوں کے متعلق اطلاع ملی ہے مگر میں اس شہادت سے خوش ہوں تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی۔ تو کفن کی دو چادریں لائیں قریب ہی ایک انصاریؓ کی لاش پڑی تھی اور وہ بھی بے کفن تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو کپڑے اپنے بھائی کیلئے لائی ہے تو بہتر یہ ہے کہ ایک انصاریؓ کو دیدو اور ایک حضرت حمزہؓ کو عجیب بات کہ ایک چادر لمبی تھی اور ایک چھوٹی تھی اب تقسیم کا سوال تھا تو قرعہ اندازی ہوئی تو لمبی چادر انصاریؓ کے حصہ میں آئی۔ تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر کی طرف سے پوری کرکے باقی پاؤں پر گھاس ڈالدو تو حضرت حمزہؓ کے پاؤں مبارک پر گھاس

ڈال کر دفنا دیا گیا۔ یہ تھا ایمان بالغیب کا یقین خوشی بھی ایمان بالغیب کے سوا نہیں ملتی۔ یہ ایمان بالغیب کا نتیجہ تھا کہ مدینہ سے تمام دنیا میں اسلام پہنچا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے فرمایا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو صحابہ کرامؓ میری کمان میں سمندر پر بھیجے کفار تو بھاگ گئے ہم نے سمندر کے کنارہ پر قیام کیا پھر طعام ختم ہو گیا تو میں نے اعلان کیا کہ جس کے پاس خرما کے دانے ہیں وہ اس چادر پر جمع کرو تو ایک ایک دانہ چوبیس گھنٹے میں ایک سپاہی کو ملتا پھر پتے ابال ابال کر کھاتے رہے وہ بھی ختم ہو گئے تو حکم دیا کہ تین اونٹ روزانہ ذبح کرو تین دن 9 اونٹ ذبح کئے گئے پھر یہ معاملہ ترک کر دیا۔ بھوک کی حالت یہ کہ دیواریں نظر نہیں آتی تھیں مگر دل میں خوشی ہے کہ خوشی سے سینہ پھٹتا ہے۔ اتنے میں سمندر میں لہر آئی تو کنارے پر ایک مچھلی آئی تین سو آدمی نے رجکر گوشت کھایا۔ 18 دن خوب سیر ہو کر اور پھر بھی بچی رہی۔ بخاری شریف میں ذکر ہے کہ اس کی پیٹھ کی ہڈی موڑ کر کھڑی کی اور اونٹ پر آدمی بٹھا کر گذارا تو سر نہ لگا۔ ہم نے مدینہ تک کھایا پھر بھی بچی رہی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ سنایا فرمایا کہ کچھ بچی ہوئی ہے تو وہ لیکر تناول فرمائی تو معلوم ہو گیا کہ اللہ جو رزق دیتا ہے وہ برکت کے طور پر کھایا جائے۔ ایسے واقعات اور بھی ہیں ابن علاحروی کو حضرت فاروق اعظمؓ نے حکم دیا کہ ایران فتح کرو۔ بحرین اور ایران کے درمیان خلیج فارس ہے تو کشتیاں بنوائیں تا کہ بحری

سفر کیا جائے تھوڑی دیر سوچا کہ ہم مسلمان ہیں بحری بیڑہ تیار کرنے میں تو بہت وقت لگے گا کہا کہ بس گھوڑوں کو سمندر میں ڈالدو اور اوپر اشارہ کرو کہ اب تو ہمارا محافظ ہے فوج کا ایمان بالغیب تھا تو فوج نے مان لیا گھوڑے سمندر میں ڈالدئے سمندر کا پانی گھوڑوں کے سینوں تک آیا چلتے چلتے گھوڑے تھک گئے تو آپ نے کہا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ تو سمندر میں آگے چٹان آئی وہاں اتر کر تھکان دور کرلی بہرحال فوج پار ہو گئی تو ایرانی دیکھ رہے تھے تو ایرانیوں نے کہا دیوان آمد کہ جن آگئے۔ یہ پہلا مضمون ختم کیا کہ ایمان بالشہادۃ کو بالغیب پر قربان کیا ابھی ہمارے کتنے مجاہد ایمان بالغیب کے یقین کے ساتھ شہید ہوئے ہیں۔ آج کل ایمان بالغیب مسلمانوں کا ختم ہو گیا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ مکہ فتح کیا تو صحابہ کرامؓ کے مکان موجود تھے صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ ہم اپنے مکان لے سکتے ہیں فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مکان لوگے تو لے سکتے ہو اگر چھوڑو گے تو آخرت میں بڑا فائدہ ہے تو فرمایا کہ قبول ہے۔ مطلب یہ کہ یہ چیزیں اللہ پر قربان ہو چکی ہیں۔ جنگ بدر میں ایک صحابیؓ نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی تیاری فرما رہے ہیں اور فرمایا کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ اس جنت کیلئے جس کی چوڑائی تمام زمین آسمانوں سے زیادہ ہے تو اس کے بعد عمیرؓ ابن حمام

کھڑا ہو گیا کہ میرے لئے دعا کرو کہ میں جنت میں جاؤں فرمایا کہ تو اس کے اہل میں سے ہے۔ تو ایک خرما کا دانہ بھوک کی وجہ سے کھانے والے تھے اس کو پھینکا کہ اس کے کھانے میں جنت کے داخلے میں تاخیر ہوگی تو جنگ لڑی شہید ہو گئے۔ آج انگریز کے دور سے مسلمان کا ایمان بالغیب کمزور ہو گیا ہے۔

درس نمبر ۲۱
۱۴ نومبر ۱۹۶۵ء

ملائکہ پر بحث

ایمان بالغیب کے متعلق قبل والے درس میں عنوانات لکھوائے گئے ہیں ان کا سمجھنا ان پر موقوف ہے کہ غائب کی چیزوں پر جن پر ایمان لانا ہے انکی حقیقت جانے۔ (1) ایمان باللہ ہے۔ (2) ملائکہ پر ایمان لانا یہ غیب میں سے ہے اللہ کے بعد ملائکہ پر ایمان لانا ذکر فرمایا گیا باقی چیزوں پر ایمان لانا بعد میں ذکر کیا۔ حدیث شریف میں بھی یہی تدریج و ترتیب رکھی گئی ہے کہ اول خدا پر دوم ملائکہ پر اسکے بعد باقی پر ایمان لانا جب تک ان چیزوں پر یقین نہ ہو اور حقیقت کا علم نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں۔ خدا پر ایمان لانا بعد میں آئے گا پہلے۔ (2) ملائکہ پر ایمان لانے کے بیان کا ذکر کرتا ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ملائکہ پر ایمان لانیکی کیا ضرورت ہے سب سے پہلے اسلام میں ملائکہ کی حقیقت جو فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر میں جمہور المسلمین کا عقیدہ یہ نقل کرتے ہیں کہ ملائکہ اجسام نورانیہ ھدائیہ ہوا کی طرح نظر نہیں آتے اور وہ مختلف شکلوں کے تبدیل کرنے کا اختیار رکھتے ہیں ہم جس

طرح لباس کو آسانی سے تبدیل کر سکتے ہیں وہ اسی طرح شکلوں کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ ملائکہ کی قوۃ کتنی ہوگی؟ ملکی نظام پر علماء کم بیان کرتے ہیں حالانکہ ایمان میں دوم نمبر پر ہے ملائکہ کی طاقت کا اندازہ یہ ہے حدیث شریف، کہ تمام آسمانوں کے مجموعہ سے اللہ تعالی کی کرسی بڑی ہے۔ وسع کرسیہ السموات والارض کہ کرسی تمام زمین اور آسمانوں سے وسیع ہے۔ حدیث شریف، کہ کرسی ایسی ہے جیسے چھوٹا سا کڑا ڈالدیں اسی طرح وہ کرسی عرش معلی کے آگے ایک کڑا ہے، اللہ تعالی ملائکہ کا محتاج نہیں۔ بس ایک اسکی قدرت ہے۔ قیامت کے دن عرش معلی اپنی جگہ سے ہٹ کر قیامت کے میدان میں لایا جائے گا اور عدل و انصاف ہوگا اس کو اٹھانے والے صرف آٹھ فرشتے ہونگے۔ اس وقت

عرش معلے کو کتنے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ روح المعانی کہ چار ہیں۔ محققین نے لکھا ہے کہ سات ہیں اس لئے کہ اللہ کی صفات ذاتیہ سات ہیں۔ اور قیامت کے دن صفت عدلیہ کا ظہور ہوگا۔ اس لئے ایک فرشتہ اور بڑھ جائے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک ان میں سے اسرافیل علیہ السلام ہیں اور اس کا زور اتنا کہ اسکی پھونک سے تمام دنیا تباہ ہو جائے گی۔ تو اندازہ لگائیے کہ ایک فرشتہ کی کیا طاقت ہوگی۔ انسانوں نے ہزاروں سال جو کچھ بنایا ہے وہ ایک فرشتہ کی پھونک کے برابر ہے پھر دوسری پھونک سے سارے لوگ زندہ ہونگے ملائکہ کی قوۃ اور حقیقت بیان کی۔ (3) تیسری چیز یہ کہ ملائکہ کو

انسانی زندگی سے تعلق ہے اس کیلئے تخلیق ہے ایک بقاء ہے انسانی زندگی کیلئے۔ انسان جب سے پیدا ہوتا ہے تو اللہ نے تخلیق کے وقت فرشتہ کا تعلق رکھا ہے چنانچہ بخاری و مسلم شریف میں ہے۔ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود کی حدیث ذکر کرتے ہیں۔ آج بڑے بڑے سائنس دانوں کو نطفہ دیکر کہو کہ ایک بال تو بناؤ تو عاجز ہونگے حدیث شریف کہ مادہ منویہ کا قطرہ جب ماں کے رحم میں پڑتا ہے تو چالیس دن نطفہ کی حالت میں رہتا ہے۔ ثُمَّ تکون علقۃً پھر جما ہوا خون ثُمَّ تکون مضغۃً پھر گوشت کا ٹکڑا ثُمَّ یعبث اللہ الملائکۃ پھر اللہ تعالی فرشتہ بھیج دیتا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر رحم میں چار سو فرشتوں کی کاروائی ہو رہی ہے۔ ہر فعل پر فرشتے اللہ سے درخواست کرتے ہیں تو جو فیصلہ اللہ کرے شقی ام سعید کہ کافر یا مومن لکھیں حضرت فاروق اعظمؓ ایک بار حج کر رہے تھے تو بار بار رو رہے تھے کہ اگر آپ نے کافر لکھا ہے میں اب مسلمان ہوں وہ مٹادو۔ الرزق والاجل روزی اور موت کتنی لکھیں یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے مسند احمد میں دو لفظ زائد ہیں کہ نطفہ پڑ جانے کے بعد اللہ فرشتے بھیجتا ہے۔ کہ اس کا نقشہ بناؤ۔ (1) لمبی قامت والا یا کم قامت والا۔ اعضاء کا تناسب وغیرہ سب اللہ تعالی سے اجازت لیکر نقشہ بناتا ہے۔ تو گویا فرمان الٰہی کے مطابق نقشہ بناتا ہے۔ مٹی لیکر اس گوشت کے ٹکڑے سے گوندھ لیتا ہے مطلب یہ ہے کہ جہاں موت کے بعد دفنانا مقدر ہو اس جگہ کی مٹی لیکر

اس گوشت کے لوتھڑے سے گوندھ لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ فلاں جگہ واپسی ہوگی اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ ہماری تخلیق یا پیدائش جو اللہ کے ارادے سے ہوتی ہے اس میں ملائکہ کو دخل ہے تو ہماری صورت و سیرت دونوں میں فرشتوں کو دخل ہے تعلق ہے۔ آگے حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ ملائکہ کی یہ کاروائیاں لکھنا۔ چنانچہ یہ معاملہ عالم غیب کا ہے۔ نہ لکھنے والا نہ سیاہی نہ کاغذ کوئی بھی نظر نہیں آئے گا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو معلوم نہیں کہ حافظ کے دل و دماغ میں قرآن مجید لکھا ہوا ہوتا ہے۔ تو جس طرح دل و دماغ پر قرآن تو لکھا ہوا ہے مگر نہ نقشہ نہ قلم نہ سیاہی نظر آتی ہے۔ معلوم ہوگیا کہ ایک تحریر حسی اور ایک غیبی ہے۔

تخلیق کے بعد ہے بقاء وجود کہ وجود کو کس طرح باقی رکھیں تو بقاء وجود کیلئے کچھ چیزیں تو عالم اعلیٰ میں ہیں مثلاً سورج چاند اور ستارے سات سو کروڑ ستارے۔ تو سائنس دان لکھ چکے ہیں اور ہر ایک حجم زمین سے کروڑوں حصہ زیادہ ہے ان میں سے اگر ایک ستارہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو زندگی ختم ہوجائے۔ حضرت علیؓ و حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ کی روایت میں ہے سید امام الوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سورت اذا الشمس کورت کی تفسیر میں لکھا ہے یہ ستارے کسی سہارے یا ستون پر کھڑے ہیں۔ الکواکب قنادیل بین السماء والارض بسلاسل من النور۔ کہ نورانی تار سے بندھے ہوئے

ہیں فرشتے کے تعلق سے/آسمان میں جڑے ہوئے نہیں۔ اس سے ایک عقدہ حل ہوا کہ ایک صاحب نے کہا کہ روس اور امریکہ سیارے چھوڑ رہے ہیں، کیا وہاں جاتے ہیں اس سے تو مسلمانوں کا نظام یہ غلط ہو گیا۔ یہ یونانی تخیل تھا کہ ستارے مختلف آسمانوں میں ہیں۔ حدیث میں جبکہ ستارے زمین و آسمان کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں تو اب تک تو روس اور امریکہ ایک ستارہ تک نہیں پہنچے تو آسمان تک کب پہنچیں گے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ یہ درمیان میں ہیں نہ کہ آسمان پر۔ مغرب کے ماہر یہ کہتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر چاند تک رسائی ممکن ہو سکتی ہے مگر وہ بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ چاند کا ایک رخ ہماری جانب اور دوسرا رخ خلاف جانب ہے۔ دونوں رخوں میں گرمی اور سردی کے اعتبار سے فرق ہے۔ جو رخ سورج کی جانب ہے وہ اتنا گرم کہ لوہا پگھل جائے اور دوسرے رخ میں اتنی سردی کہ جم کر چیز ہلاک ہو جائے یہ خود یورپین نے لکھا ہے کہ ایک سائنس دان نے لکھا ہے کہ چاند کے ارد گرد جو باریک دائرہ ہوتا ہے شاید اس میں کوئی اعتدال ہو یہ دائرہ الہالۃ القمر کہلاتا ہے۔ اگر یہ کوششیں اربوں سال جاری رہیں تو اسلام کو نقصان نہیں دے سکتے تو معلوم ہو گیا کہ مقام علوی کا تعلق ملائکہ کے ساتھ ہے تو بقاء کا سامان یہ سب چیزیں ملائکہ کی قوت کے اندر تمامی ہوئی ہیں۔

حدیث۔ علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ سے للملئکۃ اسجدوا والی آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ آسمان سے ایک قطرہ نہیں

ٹپکتا مگر اس کے ساتھ فرشتہ ہوتا ہے اس کے سکون سے زمین پر آگرتا ہے تو قطرات کی تعداد میں بھی فرشتہ مقرر ہے۔ ایک امام نے لکھا ہے کہ دریاؤں کی ریت اور درختوں کے پتوں کی تعداد سے فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وما یعلم جنود ربک الاھو اللہ تعالی کی مخفی فوج ملائکہ کو کوئی نہیں شمار کرسکتا مگر اللہ۔ اور عالم سفلی پر ملائکہ الگ مقرر ہیں۔ حدیث صحیحین کہ آسمان چر چر کرتا ہے جس طرح چار پائی آوازیں نکالتی ہے۔ یا جس طرح گھوڑے کی نئی زین سے آوازیں نکلتی ہیں اور چاہیے بھی کہ وہ آسمان آواز کرے کیونکہ آسمانوں میں چار انگل کے برابر بھی جگہ خالی نہیں کہ سجدہ میں فرشتے ہیں تو معلوم ہوگیا کہ یہ صرف تو سجدہ کرنے والے ہیں اور باقی کتنے ہیں۔ حدیث میں ہے فرمایا کہ قریش نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تو میں غصہ میں آگیا تو پہاڑوں والے فرشتے کا سردار آگیا کہ اگر آپ چاہیں تو پہاڑوں کو آپس میں چمٹا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ رہنے دو شاید ان کی پشت سے مومن پیدا ہوجائیں۔ بعض روایات میں ہے کہ سمندروں کے فرشتوں کا سردار آیا تھا مگر آپ نے انکار فرمایا تھا۔ کیونکہ رحمتہ للعلمین تھے۔ بہرحال رعد۔ برق۔ علامہ الوسی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بادل کے انتظام پر فرشتے مقرر ہیں۔ اور الرعد صوت ملک کڑک فرشتہ کی آواز ہے۔ زمین کی ہمواری کرنی ہو تو ٹریکٹر کے ذریعے کرتے ہیں اور لاکھوں میل بادلوں کا ہموار کرنا فرشتوں کے انتظام میں ہے ملائکہ بادل کو تو مکمل طور پر درست

کریں گے۔ مگر حکم جہاں ہو گا وہیں برسائیں گے۔ صحیحین کی حدیث مبارک ہے کہ بادل سے ایک شخص نے آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ میں برسو تو وہ آدمی اس باغ میں آیا تو باغ کے مالک سے پوچھا تو کیا کرتا ہے؟ کہا کہ یہ حلال کی کمائی ہے اللہ تعالی کا حصہ پورا نکالتا ہوں۔ اور اپنے حصہ کو حلال اور جائز کام میں صرف کرتا ہوں۔ مطلب یہ کہ بادل کا انتظام اور برسنے کے متعلق فرشتوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کسی ملک میں بارش کا اندازہ ایک نہیں۔ یہ نظام انسانی کھوپڑی کو توڑنے کیلئے ہیں کہ ہمارے پاس ہے سب کچھ تمہارے ہاں کچھ بھی نہیں۔ تو ہماری بقا کا سامان اگر ستارے یا بارش یا نباتات سے ہے تو ان سب کا نظام فرشتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ نباتات تو مٹی اور پانی سے بنتے ہیں۔ تخم کا نمونہ پتوں کا نمونہ اور درخت وغیرہ کا نمونہ یہاں بھی ملائکہ کام کرتے ہیں۔ بہر حال غذا مٹی سے حاصل کرتے ہیں۔ تو زمین کو حکم ہے کہ پھل کو پتوں اور شاخوں سے زیادہ نمی دو تاکہ پھل کو زیادہ طاقت جائے جس سے انسان کی روزی وابستہ ہے۔ یہ ملکی نظام ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ ہماری بقاء میں تخلیق اور بقاء چاہے جو عالم سفلی وعلوی سے متعلق ہو وہ فرشتوں کے ساتھ متعلق ہیں۔ جن جو ہمیں دیکھتے ہیں اور ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں ویرسل علیکم حفظاً کہ فرشتو موت تک ان کی حفاظت کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر محافظ فرشتے نہ ہوتے تو جن اور ارباب خبیثہ انسان کی ایک ایک

بوٹی اڑا لیتے مثلاً بچھو اور سانپ کو درخت پر چڑھتے دیکھا ہے مگر چارپائی پر نہیں چڑھ سکتے یہ ملائکہ کی حفاظت ہے۔ جراثیم سے بھی حفاظت ہے۔ علم الجراثیم ہے ایک شخص نے کہا کہ آزاد قبائل کے لوگ کم بیمار ہوتے ہیں اور یہاں تو شہر میں بہت بیمار ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ شہری لوگوں نے مادی اسباب پر نظر رکھی تو حفاظتی نظام کم ہوگیا۔ اور دیہاتیوں نے اللہ کے اسباب پر نظر رکھی اس لئے ان پر پوری حفاظت فرما رکھی ہے۔ ایک عبدالحمید خان ہیں ان کی عمر میری اولاد کے برابر ہوگی۔ مولوی کے متعلق بحث چلی آج کل لندن سے علماء کیلئے گالی دینا سیکھ آتے ہیں۔ اس نے کہا کہ مولوی بیکار آدمی ہے۔ میں نے کہا کہ اس پر تو بحث بعد میں ہوگی۔ آپ اور امریکہ وغیرہ کیا کر رہے ہیں۔ اس کا لب لباب بتلائیں وہ خاموش ہوگیا۔ میں نے کہا کہ صرف روٹی۔

درس نمبر ۲۲
۱۹ نومبر ۱۹۶۵ء

رأسُ الحِکمۃِ مَخافۃُ اللّٰہ

اس سے قبل والے درس میں اس کا بیان تھا کہ بعض چیزیں جو ہم نہیں دیکھتے ان پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ ملائکہ، اللہ، کتب، رسل، وغیرہ ایمان ایسی نعمت ہے کہ جب تک ایمان نہ ہو تو کوئی نیکی نہیں بن سکتی۔ وہ ہے ایمان راس لئے کفار جتنا ہی خیرات کرتے رہیں ایک کوڑی ثواب نہیں اس ایمان بالغیب میں زندگی کی اصلاح ہے۔ معاشرہ، عبادت وغیرہ ایمان بالغیب سے درست ہوجاتی ہیں۔ ایمان بالغیب کے تصورات ہیں۔ (1) اللہ (2) ملائکہ (3) کتاب (4) نبی (5) آخرت۔ یہ پانچ غیب ہیں۔ جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ایمان بالغیب سے زندگی درست ہوجاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو زندگی کی اصلاح چاہے لاکھوں قانون بنائے جائیں اصلاح نہیں ہوسکتی۔ انسان کی اصلاح یا خارجی حکومت سے یا داخلی حکومت سے خارجی حکومت یہ کہ جس طرح ہماری حکومتیں ہیں اور ایک یہ کہ آدمی کے دل کے اندر حکومت ہوجائے۔ یہ ہے داخلی حکومت بہرحال اصلاح کیلئے دنیا میں بڑی

چیز حکومت خارجی کی ضرورت ہے کہ ان کے واسطہ سے آدمی غلط راستہ سے بچ جاتا ہے۔ اصلاح کی ایک چیز قانون حکومت ہے۔ (2) تعلیم ہے اس سے بھلائی اور برائی کی پہچان ہوجاتی ہے۔ (3) ایمان بالغیب ہے۔ زندگی اور معاشرہ کی اصلاح کیلیے یہ تین چیزیں ضروری ہیں۔ ہم ان پر نظر ڈالتے ہیں۔ کہ تجربہ کے لحاظ سے ان میں موثر چیز کونسی ہے قانون ہو مگر سوفیصد اصلاح قانون سے نہیں ہوتی کیونکہ جب تک مجرم دماغ میں یہ احساس نہ کرے کہ یہ میرا جرم میرے لئے ضرر مند ہے تو وہ جرم سے بازنہ آئے گا۔ قانون تنہا اکیلا اصلاح نہیں کرسکتا۔ اصلاح کا معنی یہ کہ آدمی کی جان ومال محفوظ ہو۔ اگر مجرم جان ومال چھین لے تو اس نے معاشرہ میں بگاڑ پیدا کیا۔ تو اس مجرم کی اصلاح کرتے ہیں کہ مقدمہ دائر کریں گے اور مقدمہ کی تکمیل کیلئے خاص رقم کی ضرورت ہے۔ پہلے دور میں تو راستہ سے کاغذ اٹھا کے درخواست لکھے تو فوراً فیصلہ شروع ہوجاتا تھا۔ مگر آج کل انگریز کی وجہ سے خاص رقم کی ضرورت ہے۔ اگر یہ مظلوم جن کا مال یا جان چھینی گئی ہے ان کے پاس رقم نہیں ہے تو بیڑا غرق ہوگیا۔ مجرم آزاد پھرتا ہے۔ اور مظلوم اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے خاموش پھر رہا ہے۔ مقدمہ گواہ کے ذریعہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ تو بسا اوقات گواہ نہیں اور جرم کرلیا تو قتل اور چوری کا ملزم شہادۃ پر سزا پائے گا تو یہ دوسری صورت میں حکومت کے قانون سے مجرم بچ گیا۔

(3) تیسری صورت یہ کہ گواہ موجود ہیں ان کو گواہی کیلئے کہیں گے تو وہ پہلے یہ کہیں گے کہ ہم اس معاملہ میں نہیں پڑتے پھر بھی مظلوم مظلوم رہا اور جرم ویسا رہا۔

(4) کہ یہ قرآن میں ہے حق کی گواہی نہ چھپاؤ۔ کیونکہ جو بھی گواہی نہیں دے گا وہ مجرم کا ساتھ دے گا۔ اب مجرم گواہ کو کہے گا کہ اگر گواہی چھوڑ دو تو دو سو روپے آپ کو دونگا اگر گواہی دی تو کچھ نہیں۔ یا پھر ترغیب کے بعد ترہیب ہے کہ اگر تم نے گواہی دی تو تمہیں قتل کردوں گا۔ تو ایسی صورت میں گواہ نے گواہی ترک کر دی۔ ایک صورت اور بھی ہے کہ گواہی بھی بھگت گئی سب کچھ درست ہو گیا۔ آگے وکیل بیٹھے ہیں جرح کی اور اسکی سچی گواہی میں شک پیدا کر دیا۔ ہمارے ایک مولوی صاحب عدالت کے کمرہ میں گئے اور سچی گواہی دی تو مولوی صاحب نے کہا کہ فلاں کمرہ میں جہاں یہ فعل ہوا تو وکیل نے کہا کہ اس کمرہ کی کھڑکیاں کتنی ہیں۔ خیر آپ نے کہا کہ آپ سر نہ اٹھائیں اس کمرہ کی کھڑکیاں بتلائیں۔ 7ویں صورت یہ کہ گواہی تو ہو گئی آگے بیسویں صدی کا جج بیٹھا ہے کوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ تو نہیں بس جج کا ہاتھ گرم کیا تو فیصلہ غلط دیدیا۔ 8ویں صورت یہ کہ اگر فیصلہ بھی درست ہو گیا تو آگے اپیل ہوتی ہے۔ وہاں بھی یہی بات ہوتی ہے یہ گرداگرد، مثلاً عدالت اور پولیس وغیرہ جو محافظ ہیں۔ یہ حقیقت

میں بچھو ہیں ہمیں ڈنک لگانے کیلیے ہیں انگریز بھی بات سنتا تھا پرانے زمانہ میں دیسی جج کے اوپر انگریز جج ہوتا تھا مسلمان کو انگریز جج سے صحیح فیصلہ کی توقع تھی نہ کہ اپنے دیسی جج سے۔ تو اصلاح کیلئے قانون کی حالت تو دیکھ لی۔ دوسرا ہے تعلیم۔ تعلیم بھی دینی ہو تو ایک بھلائی جاننا ہے اور ایک کرنا ہے۔ بہت لوگ نماز کو بھلائی اور رشوت کو برائی جانتے ہیں مگر عمل نہیں۔ معاشرہ کی اصلاح تصور سے نہیں عمل سے ہوتی ہے کہ جو نیکی ہے شروع ہوجائے اور جو برائی ہے رک جائے۔ تو اصلاح کیلئے بنیادی چیز ایمان بالغیب ہے تو اسلئے قرآن پاک نے کہا کہ ھدی للمتقین۔ متقی وہ جو برائی سے بچے برائی سے بچتا کون ہے الذین یومنون بالغیب کہ غیب پر ایمان ہو تو جرم سے بچاتی کون ہے حکومت داخلی جو انسان کے دل میں قائم ہوجائے۔ یعنی حکومت قاہرہ قلبیہ یعنی دل کہدے کہ یہ نہیں کرتا اس حکومت دل میں (1) اللہ کا یقین ہو کہ وہ قادر مطلق ہے ایسا کوئی کام نہیں جو وہ کر نہ سکے جب قادر مطلق ہے اس سے کوئی مجرم بچ نہیں سکتا۔ مجرم کا بچ جانا ایک کمزوری ہے اور اللہ کمزور نہیں ہے۔ اگر مجرم جرم کے بعد کہیں چلا جائے تو بچ سکتا ہے مگر اللہ تعالی کے آگے یَقُولُ الانسَانُ یَوْمَئذٍ اینَ المَفَرّ -کہاں بھاگنے کی جگہ ہے/ایک یہ کہ اس پر ایمان ہو کہ وہ قادر مطلق ہے۔ بچاؤ کی اس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں۔ اس کے بعد۔ (2) تصور معیت وھو معکم اینما کنتم۔ کہ میں نے جو کچھ کیا اللہ میرے ساتھ ہے۔

مثقال حبۃ من خردل اے فرزند عزیزا اگر گناہ رائی

کے دانہ کے برابر ہو اور وہ کسی بڑی چٹان کے اندر ہو۔ یا آسمان کی آخری اونچائی پر ہو یا کہیں زمین کی پستی کی آخری سرحد پر کیا جائے تو اس کو قیامت کے دن صاف لایا جائے گا۔ معیت کا مطلب یہ کہ تصور ہو کہ اللہ ہمیشہ ساتھ ہے۔ (1) قدرت مطلقہ۔ (2) تصور معیت۔ (3) تصور اقربیت۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ (4) تصور علمیت کہ اللہ تعالی کا عمل اتنا محیط ہے کہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔ اللہ آنکھ اور سینہ کی چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے۔ ہاتھ میں تسبیح بھی ہے اور منہ پر داڑھی بھی۔ مگر اسٹیشن پر ایک غیر عورت پر نگاہ ڈالی۔ تو اللہ نے کہا کہ تیری بدمعاشی عرش پر پہنچ گئی۔ (5) تصور بصریت مطلقہ۔ کہ اللہ سب کو دیکھتا ہے۔ واللہ سمیع بصیر۔ (6) تصور عادلیت کہ اگر تم نے کسی کی عزت پر حملہ کیا یا کوئی اور جرم کیا اسکی سزا پاؤ گے۔ قائما بالقسط عدل کے ساتھ قائم ہے۔ وما ربک بظلام اللعبید اگر قلب کے اندر یہ تصورات ہوں بظاہر گواہ وحاکم وجج وغیرہ نہیں مگر دل کی حکومت درست چل رہی ہے یہ ہے خشیۃ اللہ۔ صحابہ کرامؓ کی تاریخ سنہری تاریخ کا باب ہے۔ ایک مرید نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سستی وکاہلی کے بارے میں خط لکھا کہ نیکی کرنے میں طبیعت میں سستی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ چستی کا کام کرو سستی چلی جائے گی جب نفس اور شیطان کا پہلوان سستی پر زور لگاتا ہے تو تم ان سے چستی کی کشتی لڑو کشتی میں اگر اس نے

گرایا تو ایک مرتبہ تم بھی اسے گراؤ گے اگر گرا نہیں سکتے تو اللہ تعالی تو دیکھ رہا ہے تو وہ ساتھ دے گا تو اس وقت نفس اور شیطان مغلوب ہو جائیں گے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مثال دی کہ انسان کا فرض ہے کہ ہر نیکی میں پورا زور لگائے اور بدی سے بچنے کیلئے پوری قوت استعمال کرے۔ مثلاً نیا بچہ جب چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو پہلے باپ انگلی دیتا ہے کہ بچہ چل آ تو بچہ جب کچھ چل پڑے تو انگلی چھوڑ دیتا ہے۔ تو جب بچہ گرنے لگتا ہے تو باپ لپک کر اس کے ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ تو اللہ تعالی اور انسان کا معاملہ بھی بچے اور باپ والا ہے کہ جب بچہ لولے لنگڑے پاؤں سے کوشش کرتا ہے تو گرتے وقت اللہ تعالی اسکی امداد کرتا ہے کل اکوڑہ خٹک سے جامعہ اسلامیہ میں ایک رسالہ آیا اس میں مودودی صاحب نے ایک بیان دیا ہے کہ جنرل کری اپا کا بیٹا جو جنگ کے دوران گرفتار ہوا ہے میں چند ساتھیوں کے ہمراہ اسے ہسپتال میں ملنے گیا میں نے اس سے کہا کہ تم بظاہر تو بیمار نظر نہیں آتے آخر تمہیں اندرونی طور پر کیا بیماری ہے۔ تو اس نے کہا کہ میرے دل میں ہیبت ہے خوف ہے اس لئے کمزور ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھے بھیجا گیا کہ ہر قیمت پر دریا کا پل اڑا دو تو جب بم کا سوچ دبانے لگا تو آواز آئی خبردار تو ایسا اثر پڑا کہ کپڑے پسینہ سے تر ہو گئے تو میں واپس چلا گیا۔ دوبارہ جب آیا تو دوبارہ جب بم گرانے لگا تو آواز

نہیں آئی مگر دور بین سے دیکھا کہ دریا کی پل پر ایک آدمی کھڑا ہے
وہ بم لیکر دریا میں پھینک رہا ہے۔ تو ان کا یہ اثر ہے کہ باوجود مکمل
علاج کے دل ٹھکانے پر نہیں آتا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی امداد اور ایمان
بالغیب کا کرشمہ۔ تو آج سے تین دن قبل ایک میرا شاگرد آیا اس
نے کہا کہ قصور سے سرحد اڑھائی میل ہے رات کو چار بجے آخری
رات میں ایک ڈویژن فوج ٹینک اور ہوائی بیڑہ سے بھی حملہ شروع
ہو گیا تو دن کے دس بجے تک دس گھنٹے صرف رینجرز کے دستہ نے
روکے رکھا اور جتنے بم گرے ان میں سے ایک بھی نہیں پھٹا۔ جب
فوج آئی تو کچھ پھٹنے لگے آدمی تو بچ گئے کچھ مکانات تباہ ہو گئے تو وہ
کہتا ہے کہ اگر میں کافر ہوتا تو یہ منظر دیکھ کر ضرور مسلمان ہو جاتا جو
چیزیں اس نے سرحد پر دیکھیں ہیں وہ سب ایمان بالغیب سے
تعلق رکھتی ہیں۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر
دنیا کا بادشاہ ہمارے ہاں رہے تو میں اس سے قسم سے دریافت
کروں گا کہ مزہ یہاں ہے یا وہاں (مزہ)۔

درس نمبر ۲۳
۲۱ نومبر ۱۹۶۵ء

تصوّر ملائکہ اور اصلاح بشری

ایمان بالغیب اور اصلاح بشری اس سے قبل بیان ہوچکا ہے۔ کہ انسان اور اولاد آدم کیلئے ایمان غائب کی ضرورت ہے اس میں نمبر (1) تصور قادر مطلق۔ اس تصور سے قلب میں اللہ تعالی کی حکومت ایسی پیدا ہوتی ہے کہ انسان گناہ نہیں کرسکتا۔ جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالی قریب ہے نظر نہیں آتا۔ جس طرح جان موجود ہے مگر نظر نہیں آتی اور تن نظر آتا ہے۔ تو غیبیات میں تصور الٰہی ان صفات سے کہ قادر، علیم، بصیر وغیرہ ہے تو ان تصورات کی وجہ سے انسان گناہ نہیں کرسکتا۔ حضرات صحابہ کرامؓ کو اس تصور نے فرشتہ بنایا تھا۔

(2)۔ دوم چیز ایمان ملائکہ، ملائکہ اللہ کی ایک مخلوق ہے فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا سے فرمایا کہ اللہ کی ساری مخلوق چرند، پرند، انسان وغیرہ سے ملائکہ کی تعداد زیادہ ہے اور گذشتہ درس میں بیان کیا کہ اللہ کا مخفی لشکر ملائکہ کا اس کو انسان کی زندگی سے بڑا تعلق ہے۔ جس طرح ایمان کا تصور الٰہی

ضروری ہے اس طرح تصور ملائکہ بھی ہے۔ کہ جو کام میں کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے مشرف ملائکہ اسے لکھ رہے ہیں۔ اور وہ نظر نہیں آتے۔ کیونکہ اگر کوئی چیز نظر آجائے تو غیب غیب نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں جو

عزت والے فرشتے ہیں وہ تمہارے متعلق صحیح صحیح رپورٹ لکھیں گے۔ یعلمون ما تفعلون جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔ قول و فعل و عمل تو ظاہر ہیں وہ جانتے ہیں۔ قلبی خیالات بھی جانتے ہیں۔ جو دل میں مخفی ہیں ملائکہ کو ان کا علم الہاماً ہو جاتا ہے کہ قلب میں فلاں بات بد یا عمدہ آرہی ہے۔ مرغی کے متعلق میں نے بیان کیا کہ بچہ نکلنے کے وقت اللہ اسے الہام کر دیتا ہے وہ ٹھیک وقت پر چونچ مار مار کر بچہ باہر نکال لیتی ہے۔ اسی طرح اور جانوروں کو بھی الہام کر دیتا ہے۔ اللہ پر ایمان کے بعد ایمان بالملائکہ ہے۔ تو جب یہ تصور ہوگا کہ یہ رپورٹ لکھتے ہیں تو منہ تھامنا چاہیئے تاکہ یہ گندہ کلمہ آخرت میں پہنچ کر نقصان نہ دے تو ضبط اعمال کا تعلق ملائکہ سے ہے۔ اور دوم دنیا سے آخرت کی جانب چالان بھی ملائکہ سے متعلق ہے۔ یعنی موت کا وقت یہ ملائکہ کی وجہ سے ہے۔ والملائکۃ باسطوا ایدیھم فرشتے جانوں کے لینے کیلئے ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر قبر اور عدالت کے مقدمہ میں بھی فرشتے کے متعلق معاملہ ہے اس کے بعد جنت و دوزخ کے داخلہ تک ملائکہ کا تعلق ہے۔ دوزخ کے متعلق 19 فرشتے مقرر ہیں جو قرآن نے فرمایا ہے

علیھا تسعتہ عشرہ۔ کہ 19 فرشتے تمام جہنم کا انتظام کریں گے۔ اور جنت میں یدخلون علیھم کہ فرشتے سلام کریں گے۔ اور کہیں گے کہ آرام کرو اب تم جنت کو پہنچ گئے ہو۔ بہرحال پیدائش، موت، قبر و آخرت اور جنت و جہنم میں بھی ملائکہ سے تعلق ہے۔ اس لئے امنت باللہ وملائکتہ کہ اللہ کے بعد ملائکہ پر ایمان رکھنا ہے۔ آج کل ٹیپ ریکارڈر نکلا ہے تو اللہ نے بھی بدن کو ٹیپ ریکارڈر بنایا ہے انسان جو کچھ عمل اور قول و فعل کرتا ہے تو وہ نیکی و بدی ریکارڈر میں موجود ہیں لیکن اظہار قیامت کے دن ہوگا۔ الیوم نختم علی افواھھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم ۔ جب انسان دوزخ کی مصیبت سے انکار کریگا کہ ہم تو دنیا میں مولوی کی بات کو مذاق جانتے تھے آج تو یہ حقیقت بن گئی۔ تو اللہ تعالی زبان بند کردیگا اور بدن ٹیپ ریکارڈر بجنے لگے گا۔ ہر عضو کہے گا کہ ہم نے یہ کام کیا ہے۔ اس تصور کے بعد یقینی بات ہے کہ انسان خلوت اور جلوت میں کوئی کام نہیں کرتا۔ تو ایمان بالملائکہ کو اصلاح انسان میں دخل ہے۔ وکتبہ اور کتاب پر ایمان یہ شاہی حکم نامہ ہے۔ اگر اس پر انکار کرے تو جس طرح مدعی اور مدعی علیہ مقدمہ میں دونوں وکیل کے پاس دوڑتے ہیں۔ نہ کہ وکیل ان کے پاس جاتا ہے۔ تو مسلمان خود مولوی کے پاس جاکر اپنے مقدمہ کی حیثیت معلوم کریں۔

ورسلہ پھر پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا تصور رکھنا۔ قیامت میں یہ عذر کرنا کہ پیغمبر علیہ اسلام نے کچھ نہیں فرمایا یہ غلط

ہے۔

حدیث جامع صغیر میں ہے پیر کے دن اور جمعرات کے دن اجمالی طور پر امت کے اعمال کی پیشی ہوتی ہے کہ اتنے بگڑ رہے ہیں اور اتنے سدھر رہے ہیں تو کیا یہ ہمارا عمل پیش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قابل ہے یا نہیں۔ (1) تصور اللہ۔ (2) تصور ملائکہ۔ (3) تصور کتاب (4) تصور رسول۔ یہ سب ایمان بالغیب میں داخل ہیں۔ معراج جو آج ہے یہ بھی ایمان بالغیب کے متعلق ہے۔ تمام پیغمبر علیہم السلام کے معجزوں کا تعلق زمین سے ہے اور ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزوں کا تعلق آسمان سے ہے ایک معراج کا واقعہ اور دوسرا چاند کے دو ٹکڑے ہونا۔ قرآن نے سبحان الذی اسری ذکر کیا معراج کو سیڑھی۔ اسری کے معنی راتوں رات لے جانا۔ علما حدیث و تفسیر اور تاریخ و سیرت وغیرہ نے معراج کا واقعہ کس سال پیش آیا اس میں بہت اقوال ہیں۔ راجح قول یہ کہ ہجرت سے ایک سال پہلے آیا اور پیغمبری کے 12ویں سال پیش آیا اور راجح قول ہے کہ ماہ رجب میں واقعہ پیش آیا تعین ماہ کے بعد تعین لیل راجح قول یہ کہ پیر کی رات تھی۔ پیر کے دن سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا تعلق ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ولادت طیبہ، وحی مبارک، ہجرت کی روانگی وفات و وصال مبارک پیر کے دن ہوئے ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ سے ہوتے تھے۔

آگے تعین مکانی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کس مکان میں تھے۔ آپ کو جب معراج کا واقعہ پیش آیا تو آپ ام ہانیؓ کے گھر میں تھے۔ یہ حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ہیں بعض روایات میں ہے کہ آپ حطیم میں تھے جو خانہ کعبہ کے ساتھ ایک جگہ ہے۔ ام ہانیؓ کا گھر شعب ابی طالب میں ہے یعنی آپ ابی طالب کے محلہ میں تھے قرآن نے صرف مسجد الحرام لکھا ہے من المسجد الحرام۔ ام ہانی اور جگہ جو بیان کی گئی ہے ان میں کوئی اختلافات نہیں ہے۔ کیونکہ ام ہانیؓ کا گھر شعب ابی طالب کے محلہ میں ہے۔ دروازہ نہیں کھولا گیا بلکہ مکان کی چھت کو پھاڑ دیا گیا اور اوپر اٹھا لیا گیا غالباً اوپر چڑھنے کا اشارہ تھا اس کے بعد آپ مسجد حرام میں حطیم میں لائے گئے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے لٹایا گیا تو میرا سینہ چاک کر دیا گیا۔ ملائکہ کا آپریشن بھی عجیب ہے کہ اتنا عظیم الشان سفر درپیش ہے اور اپریشن ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے کوئی پتہ نہ لگا تو دل میں ایک چیز تھی وہ نکالی گئی پھر عالم بالا کی خاص چیز ڈالی گئی ان دونوں کا کوئی علم نہیں۔ اس کو شق صدر کا واقعہ کہتے ہیں۔ ایک واقعہ شق صدر بچپن میں حلیمہ سعدیہؓ کے گھر میں پیش آیا اور عمر مبارک 52 سال میں معراجی سفر سے قبل دل چاک کیا گیا۔ علماء بیان کرتے ہیں کہ پہلا چاک اس لئے کیا گیا کہ آپکے قلب مبارک میں وہ قوت ڈالی جائے تاکہ پوری قوم کو تبلیغ کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ دوسرا سینہ چاک کرنا یہ اسلئے ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات اقدس عالم بالا کے سفر کے قابل ہو جائے۔ تو قابلیت نبوت کیلئے بچپن کا شق صدر مبارک ہوا اور قابلیت سفر معراج کیلئے دوسری بار سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ اس سفر کا تجزیہ کیا جائے تو چند ٹکڑے ہیں۔ ایک مسجد حرام سے مسجد الاقصیٰ تک اس ٹکڑے کو قطعہ ارضی کہیں گے من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ بیت المقدس سے آسمان تک فضائیہ قطعہ ہے۔ اور آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک قطعہ سماویہ ہے اس کے بعد عرش تک قطعہ عرشیہ ہے۔ اور اس کے بعد قطعہ لاہوتیہ آج کل کفر بھی اور بھی ہو رہا ہے۔ ملحدین کو معراج کے واقعہ میں شک ہے کیونکہ یہ ان کی کھوپڑی کے خلاف ہے۔

ازالۃ الشکوک والشبہات معراج کے سلسلہ میں کسی نے اعتراض کردیا کہ یہ خواب ہے بیداری میں نہیں ہے حالانکہ میں آگے چل کر بیان کروں گا کہ یہ عقل کی توہین ہے کہ اس کو خواب بیان کریں۔ (1) مختصر طور پر جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ پیش کیا تو کفار نے مذاق اڑایا اگر یہ خواب ہوتا تو کافر مذاق نہ اڑاتے۔ بلکہ یہ کافر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس گئے کہ تیرے پیغمبر پہلے تو کچھ تھے اب معراج کا واقعہ فرماتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے پوچھا کیا میرے پیغمبر علیہم السلام نے فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا پھر بالکل درست ہے کچھ ضعیف الایمان اس واقعہ سے مرتد ہو گئے۔ اگر

خواب ہوتا تو مرتد کیوں ہوتے۔ دوسرا واقعہ یہ کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس نہیں دیکھا تھا اور کفار مکہ ہر سال تجارت کیلئے جاتے تھے تو انہوں نے کہا کہ بیت المقدس کے علامات بتلاؤ بیت المقدس کی شکل۔ دروازے اور گردا گرد سب کچھ پوچھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے بیت المقدس کو میرے سامنے کردیا۔ وہ پوچھتے گئے میں بتلاتا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک قافلہ آنے والا ہے اس کے متعلق کچھ بتلاؤ گے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قافلے میں سب سے پہلا اونٹ خاکستری رنگ کا ہے اور فلاں جگہ ان کا اونٹ گم ہوگیا تھا اور اسکی تلاش میں لگے رہے۔ وہ قافلہ آیا تو کفار پہنچ گئے ان سے پوچھا فلاں رات کہاں تھے انہوں نے کہا فلاں جگہ یہ وہی جگہ تھی جس کے بارے میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔ کہ ہم معراجی واقعہ سے لوگوں کا امتحان لینا چاہتے ہیں اگر خواب ہوتا؟ تو پھر یہ کیوں فرماتے۔ پھر قرآنی الفاظ ہیں ان میں خواب کا تصور بھی ناممکن ہے۔

بیداری کے دیکھنے کو کہا جاتا ہے۔ بہرحال

سبحان الذی اسری بعبدہ قرآن کا بیان ہی ایسا ہے کہ کوئی عظیم تر واقعہ ہے خواب نہیں۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالی ہر کمزوری سے پاک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ واقعہ جو پیش آتا ہے کوئی واقعہ

عظیم ہے۔ سبحان عربی زبان میں تعجب کے واقعہ سے آتا ہے۔ اسریٰ بعبدہ راتوں رات اپنے خاص بندے کو۔ بہت پیغمبروں کی امتیں معجزوں کی وجہ سے اپنے پیغمبروں کو خدا سمجھ بیٹھیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعبدہ کا لفظ لگایا کہ بندہ ہے خدا نہیں تاکہ اس عظیم واقعہ سے امت مرتد نہ ہوجائے۔ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ بیداری کے قطع کرنے میں ابتداءِ سفر اور انتہاءِ سفر کا بیان ہوتا ہے۔ (1) ایک رات اور دوسرا سفر لمبا ہے یہ ایک اشکال ہے کہ سفر طویل اور وقت کم ہے۔ جواب اعتراض وہ کرے گا جو فلسفہ سے واقف نہیں۔ فلاسفر کہتے ہیں کہ رفتار کی حد نہیں تو جب فلسفہ قدیم اور جدید متفق ہیں کہ تیز رفتاری کی حد نہیں جو مسافت لاکھ سال میں طے ہو تو وہ ایک منٹ میں بھی ہوسکتی ہے۔ مثال جدید سائنس اور فلسفہ متفق ہیں کہ سورج 9 کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے زمین کا سارا محیط 24 ہزار میل ہے۔ لیکن سورج جب مشرق سے ابھرتا ہے تو اسکی کرنیں زمین پر جو پڑتی ہیں تو وہ یہ فاصلہ ایک سیکنڈ میں طے کرتی ہیں۔ تو اب بھی معراج میں انکار ہے۔ رات میں تو لاکھوں سیکنڈ ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تیز رفتاری کے متعلق ایک الٰہی بیان ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جانے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور سب چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جس طرح زمین کی کشش پتھر کو کھینچتی ہے دس میل اونچائی سے جو پتھر پھینکو گے جدید اور قدیم سائنس متفق ہے کہ جتنا زمین کے

قریب آئے گا اتنا ہی تیز ہو گا۔ کیا اللہ اس بات پر قادر نہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیزی سے بلا لے ؟

درس نمبر ۲۴
۲۶ نومبر ۱۹۶۵ء

معراج شریف

ایمان بالغیب کے سلسلہ میں کچھ بیان بسلسلہ معراج گذر چکا۔ دو چیزیں مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔ (1) معقولیت معراج۔ (2) معراجی سفر کے نتائج سفر کے نتائج امت کے حق میں کیا ہوئے۔ معراج کے سفر کے بارے میں دین سے ناواقف حضرات تین اشکال پیش کرتے ہیں۔ (1) کم وقت میں لمبا سفر کیسے۔ (2) اوپر بہت سردی ہے اسے کیسے برداشت کیا گیا اور زندہ رہنے کیلئے ہوا کی ضرورت ہے اور اوپر ہوا نہیں یہ غلط ہیں۔

کم وقت میں زیادہ سفر کا شک دور حاضر میں ایماندار کو شک نہیں کرنا چاہئے تھا کیونکہ سیارہ اور راکٹ جو چاند پر اتار رہے ہیں وہ انسان ہیں کیا خالقِ کائنات یہ کام نہیں کرسکتا؟ فلسفی نقطہ نظر میں چند باتیں ہیں۔ (1) پہلی عقلی وجہ یہ ہے شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے اندر ایک بدن اور ایک روح ہے۔ بدن زمینی اور روح سماوی ہے۔ روح بدن میں گھرا ہوا ہے۔ مگر ملائکہ کیلئے دور نہیں جبرائیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ سے ایک جھپک میں مدینہ شریف میں وحی لاتے تھے اور واپس چلے جاتے۔ تو شاہ جی

رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے جب ارادہ کیا کہ انسان کو زمین پر بسائے تو بدن میں روح ڈالی اور بدن کے احکام کو غالب اور روح کے احکام کو مغلوب کیا۔ بدن میں ثقل ہے مسافت طے نہیں کرسکتا۔ روح میں اگر رکاوٹ نہ ہو تو وہ طے کرلیتی ہے۔ ملائکہ کی طرح ان دو چیزوں کو جب رکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے اپنی حکمت کے تحت یہ کیا ہے کہ چونکہ انسان نے زمین میں رہنا ہے اور زمین ہی سے کام لینا ہے۔ اس لیے بدن کی خاصیت کو غالب کردیا اور معراج کی رات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کے احکام کو مغلوب کردیا اور روح کو غالب کردیا یہ ہوتو ہر وقت سکتا تھا مگر حکمت الٰہی کے تحت صرف ایک رات یہ جسمانی بوجھ ختم کردیا گیا۔ بزرگان دین کے سلسلہ میں کبھی کبھی ذکراللہ کے اثر سے یہ ہوجاتا ہے یعنی جسم کا وزن ختم ہوجاتا ہے۔ یہاں ایک لائل پور کا شخص رہتا تھا اس نے اتنا ذکراللہ کیا جب پوری طرح وظیفہ میں استغراق کیا تو اس کا وزن چارپائی پر محسوس نہیں ہوتا تھا یعنی ڈھیلی ڈھالی چارپائی پر جب وہ بیٹھتا تھا تو چارپائی کا بان نیچے نہیں ہوتا تھا۔ (ان مولوی صاحب کو میں نے خود دیکھا تھا اور انہوں نے یہ بات مجھے اپنی زبانی فرمائی تھی اور مجھے اسی شخص نے حضرت کے ساتھ پہلی ملاقات میں آپکی شخصیت کے بارے میں حالات بتائے تھے درمیانہ قد کے سادہ سے آدمی تھے حضرت کے

زمانے پر تعلیم ظاہری چھوڑ کر باطنی تعلیم شروع کردی پھر کچھ عرصہ بعد کبھی نظر نہیں آئے) (عبدالغنی) صدر الدین شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ذکر اللہ سے جب روح کا اثر غالب آجاتا ہے تو بدن کا وزن مغلوب ہوجاتا ہے۔ (2) جدید سائنس نے یہ تسلیم کیا کہ اوپر سے پتھر وغیرہ گرائیں توزمین کھینچ لیتی ہے۔ یعنی کشش ارضی اور شمسی نظام کی کشش سے ستارگان قائم ہیں۔ یہ تو خالق کی ادنٰی سے ادنٰی چیز میں کشش ہے کیا مالک کائنات کے اندر اتنی قوت نہیں کہ وہ اپنے محبوب کو کھینچ لے ؟ (3) عقلی وجہ یہ ہے کہ براق ایسی سواری تھی کہ گھوڑے سے کم اور گدھے سے اوپر تھی۔ رفتار کا بیان یہ کہ ہماری نگاہ سورج کو دیکھنے میں کتنا وقت لیتی ہے؟ کچھ بھی نہیں اور یہ شعاع بصری اس تک پہنچتی ہے۔ تو سورج نظر آتا ہے۔ حدیث شریف کہ براق کی نگاہ کی آخری سرحد اس کا ایک قدم تھا باقی سواری کی کیا حقیقت تھی یہ شریعت نے نہیں بیان کی البتہ قیاس سے اتنا معلوم ہوا کہ براق برق سے اور برق بجلی کو کہتے ہیں جو آسمان میں پھیلتی ہے یا تو یہ برقی طاقت نے سواری کی شکل اختیار کی اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ کہ ملائکہ کے متعلق میں نے بیان کیا کہ فرشتے ایسی مخلوق ہیں کہ جس طرح ہم کپڑے آسانی سے تبدیل کرسکتے ہیں وہ اسی طرح آسانی سے شکل بدل سکتے ہیں۔ کیا عجیب ہے کہ فرشتہ سواری کی شکل میں بدل کر آیا ہو۔ باقی رہی گرمی اور سردی تو ایک کمزور انسان ایئر کنڈیشنڈ تیار کرسکتا

ہے اللہ تعالی تو بہت غالب ہے۔ دوسرا ہوا کا معاملہ آبدوز کشتی میں انسان نے ہوا کا انتظام کرلیا اور خدا تعالی تو خالق کائنات ہے اس سے انتظام نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالی تو غالب ہے۔ (2) نتائج امت۔ اگر اللہ کو محبوب ملانا تھا تو ہر جگہ مل سکتا تھا۔ آخر معراج پر جانے کا مقصد کیا تھا۔ لزیہ من ایتنا کہ وہاں خدائی کارخانے کو دکھانا تھا۔ کارخانہ جنت و جہنم و سماوات و عرش و ملائکہ دکھانے تھے۔ تو لزیہ من ایتنا کا معنی یہ کہ خدا تو ہر جگہ ہے مگر کارخانہ جات دیکھنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں جانا ضروری تھا۔ باقی دوم اشکال یہ کہ اللہ تو بغیر سواری کے بھی لے جاسکتا تھا تو سواری کا مطلب یہ کہ بادشاہ جس طرح اپنے خاص محبوب کو سواری بھیج کر بلاتا ہے یہ اسکی عظمت بتانا ہوتی ہے۔ برزخ اسکو کہتے ہیں کہ انسان مر کر دنیا سے رخصت ہوجائے اور حشر سے جو وقت پہلے ہو اس کو برزخ کہتے ہیں۔

نتائج معراج میں سے مثلاً امور برزخیہ کا معائنہ ہوا۔ مسلم شریف اور بخاری شریف کی حدیث کے مطابق چار چیزیں نظر آتی ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی لیٹا ہوا ہے دوسرا ہاتھ میں لوہے کا کانٹا لئے کھڑا ہے وہ منہ کے ایک طرف سے اس کانٹے کو ڈال کر کھینچتا ہے تو کان تک چیر دیتا ہے۔ پھر دوسرے کنارے کو چیرتا ہے اتنے میں پہلے والا درست ہوجاتا ہے فرشتہ سے پوچھا اس نے کہا

آگے چلیں۔ آگے ایک آدمی پتھر سے کسی کا سر پھوڑ رہا ہے۔ فرشتے نے کہا آگے چلیں ایک خون کی نہر ہے آدمی تیر تیر کر کنارے پر جاتا ہے تو ایک آدمی اسے پتھر مارتا ہے اور اسے کنارے سے پیچھے دھکیل دیتا ہے۔ پھر کہا کہ آگے چلیں آگے ایک تنور آیا تنور ایسا کہ اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ فراخ اس میں جو شعلہ نکلتا تھا اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں نظر آتی ہیں کہا کہ اب بتلاتا ہوں۔ (1) پہلا شخص وہ جو جھوٹ بولتا تھا یا جھوٹے مسئلے بیان کرتا تھا اور وہ پھیل جاتے تھے تو یہ سزا دیگئی ہے۔ (2) دوسرا یہ وہ شخص ہے جس نے قرآن اور نماز سے بے پرواہی کی۔ نماز کا نام غالباً اس لئے کہ نماز میں ہی قرآن پڑھا جاتا ہے تو علم کا تعلق سر سے ہے اور سر میں اسکے متعلق آنکھ ناک وغیرہ اعضا ہیں تو اس پورے سر کو پھوڑنا قیامت تک رہے گا۔ (3) سود خور تھا جب کنارے پر جاتا تھا تو پتھر مار کر درمیان میں دھکیل دیا جاتا تھا چونکہ انہوں نے لوگوں کا خون چوسا ہے اس لئے وہ جمع ہو کر وہ نہر بن گیا۔ (4) زنا کار مرد اور عورتیں ہیں۔ چونکہ شہوت آگ ہوتی ہے تنور میں جمع کیا کا غالباً مطلب یہ کہ یہ شہوت بدن میں تھی اور یہ بے حیائی کا معاملہ ہے اس لئے انہیں ننگا کر دیا گیا۔ تو ان چاروں مذکورہ گناہوں کی سزا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیکھ لی اور ہم تک پہنچا دی یہ صرف اس لئے کہ امت گناہوں سے بچ جائے۔ صرف اسی وجہ کیلئے امور برزخیہ دکھائے گئے۔ اعمال اربعہ جو ذکر

کئے ہیں امت کو ان کی سزا ظاہر کردی۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی مٹی کستوری کی خوشبو رکھتی تھی اور حضرت بلالؓ کو فرمایا۔ بلال جنت میں تیری جوتیوں کی آواز سنی تجھ میں کون سا نیک عمل ہے۔ عرض کرتے ہیں بلال کہ جب بھی وضو کیا تحیۃ الوضو پڑھی۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو فرمایا کہ ایک بڑا محل دیکھا کہ یہ فاروق اعظمؓ کا ہے میرا جی آیا کہ اندر داخل ہوجاؤں تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی کہ اس میں تیرے گھر کی حوریں بھی ہونگی تو فاروق اعظمؓ رو پڑے کہ میں آپکے داخلہ سے غیرت کرونگا؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے زمین میں اسلام کا بنگلہ بنایا ہے 22 لاکھ 55 ہزار مربع میل اسلامی جھنڈے کے نیچے داخل کیا یعنی مشرقی اور مغربی سات پاکستانوں کے برابر وہ بھی صرف دس سال کی فرصت میں اور ذرائع مواصلات بھی اونٹ پر تھے اور حضرتؓ نے جو علاقے فتح کئے ہیں وہ اب تک مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ نے چاہا کہ مدینہ منورہ کے بعد۔ عراق، شام، مصر، افغانستان کو مسلمان بنائے تو اللہ کا ارادہ فاروق اعظمؓ کے جسم میں لپٹ گیا تو آپ نے دس سال میں اسلام پھیلایا اور اسلام موجود ہے۔ لیکن دیگر مسلمان سلاطین نے علاقے فتح کئے مگر اکثریت کافروں کی ہے مثلاً ہندوستان پر ہزار سال مسلمانوں نے حکومت کی۔ مگر اسلام نہیں پھیلا وجہ یہ کہ انہوں نے پیٹ کو مدنظر

رکھا اسلام نہیں پھیلایا۔ تو پیٹ اختیار کیا دین سے بے پرواہی برتی۔ بدبختوں نے اللہ نے کئی ہزار سال کا موقع دیا مگر سوائے کھانے پینے کے دین کی اشاعت نہ کی اب یہ اللہ نے ہندو کی سزا دیدی کہ ملک ان کو دیدیا۔

اور یہ کہ نماز ایک مقدس چیز ہے مقدس چیز کو عرش پر روبرو مقرر کرینگے تا کہ اس کی فضیلت ہوجائے۔ قرآن کے تمام احکامات زمین پر آئے ہیں مگر نماز عرش پر اور چوتھی چیز عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تو آپ کو انبیاء علیہم السلام کا امام بنایا گیا اس سے امت محمدیہ کی بھی باقی امتوں پر عظمت ہوگئی۔ مگر اب اس امت نے کافروں سے بھی بڑھ کر کام شروع کردیئے۔

راولپنڈی میں متحدہ ہندوستان کے وقت ایک مرزائی سے مناظرہ کیا۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ مرزا کون ہے کہا کہ پیغمبر مولوی صاحب نے کہا میں خدا ہوں میں نے تو اسے نہیں بھیجا۔ (کیونکہ وہ بلا دلیل بن گئے۔ کیونکہ خدا پیغمبر کو بھیجتا ہے میں نے تو اسے نہیں بھیجا۔ اور معراج میں ایک عظمت انسانیت مراد تھی کہ انسانوں میں سے ایک ہستی سدرۃ المنتہا سے آگے گئی۔ اور افضل الملائکہ جبرائیل علیہ السلام کے پر اس مقام پر جلتے تھے باقی یہ کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا۔ مدینہ میں کیوں نہیں ہوا۔ حقیقت تو اللہ جانتا ہے مگر ظاہراً حکمت یہ کہ آدمی جس قدر اللہ کی راہ میں تکلیف اٹھاتا ہے

اس قدر مقبول بن جاتا ہے تو مکہ میں بہت تکالیف تھیں اور مدینہ میں یہ تکالیف نہ تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کیلئے جو تکلیف اٹھائے گا اتنا ہی آرام اور مقام حاصل ہو گا

درس نمبر ۲۵

۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء

ایمان بالغیب اور اصلاحی تصور

ایمان بالغیب کا بیان ہو گذرا ہے۔ جو چیزیں انسان کو نظر نہیں آتیں اللہ اور رسولؐ کے کہنے پر ان پر ایمان رکھنا اسے ایمان بالغیب کہتے ہیں۔ اللہ ملائکہ، کتاب، وغیرہ کا بیان تو گذرا اب یہ باقی ہے کہ اگر ایمان بالغیب نہ ہو تو ہماری عملی زندگی کا نظام بگڑا رہے گا۔ خواہ عبادات، خواہ معاشرات، خواہ سیاسیات سب اس وقت درست ہونگی کہ ایمان بالغیب ہو۔ ایمان بالغیب ہم کو کون سا اصلاحی تصور دلاتا ہے وہ یہ کہ ہم جو بھی عمل کرتے ہیں خواہ تصور دماغی ہو یا عضوی یعنی ہاتھ پاؤں عمل میں لائے۔ پھر یہ عمل عبادت سے متعلق ہو مثلاً نماز وغیرہ یا معاشرہ سے متعلق ہو مثلاً رشتہ دار یا پڑوسی کا حق ادا کرنا یا معاملات سے متعلق ہو تو ان سب کے متعلق ایمان بالغیب یہ تصور اصلاحی دیتا ہے کہ اسے انسان تو آزاد نہیں تو بندہ خدا ہے الا آتی الرحمن عبداً جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ اللہ کے بندوں کیلئے ہے۔ لہٰذا تم آزاد نہیں ہو بلکہ غلام ہو۔ اور تم پر ایک ایسا بادشاہ ہے جو تمہارے بدن

اور قلب سے زیادہ قریب ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید توجو کچھ تو سوچتا ہے یا کرتا ہے اس کے روبرو کرتا ہے حاکم ایسا ہے کہ اسکی نظر اور سننے سے اور خیال سے یتری کوئی چیز دور نہیں تو ایمان بالغیب میں تصور الوہیت کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔ موت و حیاۃ اور قبر وغیرہ سب اسکے ہاتھ میں ہے۔ اب چاہے تم اسکی بغاوت کرو یا اسی کی فرمانبرداری کرو۔ اللہ کے مخفی کارندے سب کچھ لکھ ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بس یہی ہے۔ وان علیکم لحفظین، کراما کاتبین موت کے پل سے گذر کر یہ معاملہ نظر آئے گا۔ کیونکہ ادھر ہم نے ایمان بالغیب کا پردہ لگایا ہے۔ یعلمون ما تفعلون وہ جانتے ہیں اور لکھ رہے ہیں خواہ عمل ہو خواہ تصور ہو۔ البتہ قرآن پاک یہ شاہی فرمان ہے اس پر چلا تو دنیا۔ قبر اور آخرت تینوں میں آباد ہے ورنہ برباد ہے۔ آگے چل کر قرآن میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ یہ تو سفارش کی امید لے کر آئے ہیں ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا میری امت نے شاہی فرمان قرآن کو چھوڑا ہے۔ اس کے تحت مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قرآن کے تین حقوق ہیں۔ (1) صحیح تلفظ۔ (2) صحیح علم (3) صحیح عمل ان تینوں کی بات باز پرس ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ایک شخص آیا اس نے یہ آیت پڑھی انما الصدقات للفقرآء اور فقرآء کی مد کو نہ کھینچا تو آپؐ ناراض ہو گئے۔ دیکھو ایک آدمی کے پاس صدر یا وزیر اعظم یا ڈپٹی کمشنر وغیرہ کا خط،

آئے تو جب تک اس کا مطلب نہ سمجھے گا چین سے نہیں بیٹھے گا۔
مطلب یہ کہ سمجھوں کہیں عمل میں غلطی نہ ہو جائے۔ قرآن پاک بھی
اللہ کا ایک خط ہے اگر نہ سمجھا تو دنیا قبر و آخرت میں بیڑا غرق
ہو جائے گا۔ ھذا القرآن مھجورا کے ذیل میں لکھا گیا ہے کہ حضور پاک
صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے تلفظ، علم اور عمل تینوں کو
میرے امتی نے ترک کر دیا تھا۔ وکتبہ کے آگے ورسلہ تصور
رسالت کہ یہ احکام کہاں سے ملے۔ یہ بذریعہ حضور کریم صلی اللہ علیہ
وسلم ملے۔ جو کچھ اس کتاب کے خلاف کریں گے وہ حضور کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کریں گے۔ تو اب دماغ اور بدن کو یہ
دیکھنا چاہیئے کہ جو کام کر رہے ہیں۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے مواقف یا مخالف کر رہے ہیں۔ دنیا میں بھیجے گئے ہو کہ
آخرت کی زندگی کو باغ بناؤ یا جہنم بناؤ۔ حضورت کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد گرامی۔ لایقبل العمل الاصوابا ولا یقبل العمل الا اذا
کان باخلاص۔ کہ ہر عمل میں صواب بھی اور اخلاص بھی ہو۔ صواب کا
معنی یہ کہ صحیح ہو۔ اور درست و صحیح اس وقت ہو گا جب حضور کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہو گا۔ اخلاص، یہ کہ وہ عمل
اللہ کیلئے ہو کوئی غرض نہ ہو۔ اللہ بھی اس وقت قبول کرتا ہے جب
پیغمبر علیہم السلام کے طریقے کے مطابق ہو۔ اور دوم پھر اخلاص ہو
حضرت عمرؓ فرماتے تھے اللھم اجعل عملی صوابا وارزقنی اخلاصاً۔ کہ
میرے عمل کو صواب اور میری قسمت کو اخلاص کر۔ اس لئے

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ کا اندر باہر سے بہت اچھا ہے۔ عبادت، تصور ربوبیت، تصور ملوکیت، تصور کتابیت، تصور رسالت یہ پانچ تصورات ایمان بالغیب کے ہیں۔ باقی سیاست پر روشنی ڈالتا ہوں۔

سیاست کے اصول اور رجال کار کیا ہونے چاہئیں

صحیحین کی حدیث کہ کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کہ انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کی سیاست کرتے تھے۔ تو آج کل یہ شیطانی تصور ہے کہ سیاست اور دین الگ الگ ہیں۔ تو اس حدیث کے آخر میں فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں مجھ سے پوری سیاست سیکھ لو۔ (1) تحفظ حقوق الٰہیہ۔ (2) تحفظ حقوق انسانیہ۔ بس کل سیاست یہ دو چیزیں ہیں کہ اللہ اور انسان کے حقوق کی حفاظت ہو یہ ہے سیاست عادلانہ۔ اللہ کا حقوق یہ کہ نماز کی پابندی کرے یقینی بات ہے کہ ایک آدمی جرم کرتا ہے تو حکومت اسکی گرفت کرتی ہے تو نماز کیلئے بھی حکومت گرفتار یا جو رمضان کے روزے نہ رکھے یا غنی لوگ حج نہ پڑھیں اور زکوۃ نہ دیں یا قرآن و حدیث پر عمل نہ کریں تو گرفت ہونی چاہئے کیونکہ حکومت اللہ کے حقوق کی محافظ ہے۔ الذین ان مکنٰھم اگر ہم انسان کو حکومت دیں تو ہم اس سے چار چیز کا مطالبہ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرائیں۔ زکوۃ ادا کرائیں۔ نیکی پھیلائیں۔ اور برائی روکیں۔ آگے فقرہ فرمایا وللہ عاقبۃ الامور کہ اللہ کے ہاتھ میں ہے ہر کام کی چابی کہ اگر ان فرائض اربعہ سے غفلت

برتی تو ہم تم سے حکومت بھی چھین لیں گے اور کسی نالائق کافر کو دیدیں گے۔ قرآن وتعز من تشاء وتزل من تشاء الخ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ قل اللھم ملک الملک سے آخر تک یہ آیت اگر تین سو تیرہ مرتبہ پڑھی جائے تو ہر مشکل حل ہوجاتی ہے۔ میں نے قرآن سے ثابت کر دیا کہ سیاست یہ کہ جس کو حکومت ملے کہ وہ حقوق انسانی کہ لوگوں کی عزت وغیرہ محفوظ ہو اور حقوق الہی بھی محفوظ ہوں اگر محفوظ نہ رکھے تو ہر ایک حاکم جو اپنے اپنے عہدہ پر ہے قیامت کے دن ان سے پوچھ ہوگی چنانچہ باپ سے لڑکوں کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی باقی ہے اصول کار ہم واشنگٹن سے لیں یا اللہ سے لیں تو کیوں نہ اس سے لیں جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ آج جو جرم کرے تو حاکم وقت اس کی گرفت کرتا ہے کیا اللہ جو سب سے بڑی ذات اقدس ہے اس کے حقوق کی حفاظت نہ کریں۔ مثلاً ایک سوار گھوڑے پر آیا تو گھوڑے کی تو خدمت کرو اور سوار کی خدمت نہ کرو تو کیا یہ عقلمندی ہے۔ آج کل سب کچھ یہ ہو رہا ہے کہ اللہ کے حقوق کی حفاظت نہیں کی جارہی ہے اصول کار کو موٹر جانو موٹر صحیح ہو اور چلانے والا صحیح ہو۔ اگر ناقابل ڈرائیور ہو تو کسی درخت سے ٹکرا کر ختم کردے گا منزل سے پہنچنے سے قبل۔ تو زندگی ایک موٹر ہے اس میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کی مشینری کو لگا دو اور اس کے چلانے والے بھی درست ہوں یعنی رجال کار بھی درست ہوں اگر چلانے والے درست نہ ہوں تو یہ ایک ایسی مثال بنے گی کہ سب کچھ درست ہے مگر ڈرائیور ناقابل ہے تو وہ مہلک بنے گا۔ یہ تصورات میں نے ذکر کئے آج سے قبل خلفاء راشدین کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کے وقت حقوق انسانیہ اور حقوق الہیہ کی پوری حفاظت ہوتی تھی اور چلانے والے بھی صحیح تھے تو کافر اقرار کرتے تھے کہ آسمان نے ایسی حکومت نہ دیکھی ہوگی۔ آج ہر کام رشوت سے چلتا ہے تو رجال کار درست نہیں۔

درس نمبر ۲۶
۵ دسمبر ۱۹۶۵ء

قائم الصّلوٰۃ

ویقیمون الصلواۃ ومما رزقنٰھم ینفقون۔ یہ متقین کے پانچ صفات تھے ایمان بالغیب اور اس کے بعد قائم رکھتے ہیں نماز کو ویقیمون الصلواۃ قرآن پاک جب بھی نماز کا ذکر کرتا ہے تو اقام یا یقیمون کا لفظ بیان کرتا ہے یہ حکمت سے خالی نہیں اللّٰہ یہ بتلانا چاہتا ہے کہ صرف نماز مقصود نہیں بلکہ قائم ہونا مراد ہے۔ عرب میں اقامت اس کو کہتے ہیں کہ ٹیڑھی لکڑی کو آگ پر سینک کر سیدھا کر لیتے تھے معلوم ہو گیا کہ اقامت کا ایک معنی عرب میں ٹیڑھی لکڑی کی کجی کو دور کرنا تھا اور دوسرا معنے یہ کہ عرب میں مختلف میلے ہوتے تھے جب کوئی میلہ زیادہ مشہور ہو جاتا تھا تو عرب کہتے تھے قائم السوق کہ بازار قائم ہے مطلب یہ کہ قرآن ہمیشہ نماز کے ساتھ اقامت کا لفظ لگاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتے ہیں کہ نماز کو قائم رکھو معنی یہ کہ نماز میں کجی یعنی ٹیڑھا پن نہ آنے دو۔ نہ نماز کے باطن میں مثلاً دل قصداً کسی اور توجہ میں ہے یہ بھی ایک قسم کی کجی

ہے ھم فی صلوٰتھم خشعون۔ خیالات اگر نماز میں بے اختیار آجائیں
تو نقصان نہیں اگر خود کرے تو نقصان دہ ہیں۔ ایک تصورات کا
آنا اور ایک لانا ہے۔ لانا مضر ہے اس لئے خشوع جو نماز میں
مطلوب ہے تو خشع بھی عربی کا لفظ ہے۔ معنی ٹھہرنا ہے مثلاً نماز
کے اندر ظاہری سکون ہو مثلاً قیام میں زبان قرآت سے چلتی ہے
رکوع اور سجدہ میں بھی اور غیر کام مثلاً خواہ مخواہ کھجلی وغیرہ کرنا تو یہ
غلط ہے۔ خشوع کا معنی سکون ہے مطلب یہ کہ مثلاً ظاہری طور پر جو
حرکت نماز سے تعلق نہیں رکھتی اس کو ترک کرو۔ مثلاً دائیں بائیں
دیکھنا یا سر سے حرکت کرنا یہ منع ہے اور باطنی سکون بھی ہو کہ
دماغ کو تصورات میں مت لے جاؤ۔ اس کو خشوع باطنی کہتے ہیں۔
اگر آدمی کے دل میں بے اختیار تصورات آجائیں تو نقصان نہیں
بلکہ شاید ترقی ہو۔ صحابہ کرامؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت اقدس میں آئے عرض کی ایسے تصورات آتے ہیں کہ لان
اکون حمما خیر۔ اگر ہم جل کر کوئلہ بن جائیں تو یہ بہتر ہے۔ اتنے
غلط تصورات آتے تھے تو ارشاد فرمایا کہ یہ تو عین ایمان کی نشانی
ہے۔ میں نے دو قسمیں بتائی تھیں ایک اختیاری اور دوسری غیر
اختیاری یہ ہے غیر اختیاری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
عین ایمان اس لئے فرمایا کہ دین کے دشمن نے یہ تصورات ڈالے
ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپکے دل کے صندوق سے ڈاکو کی طرح

کوئی چیز لینا چاہتا ہے۔ تو یقینی بات ہے کہ چور وہاں جاتا ہے جہاں مال موجود ہو تو ارشاد گرامی یہ ہے کہ یہ دلیل ہے کہ تمہارے دل کے صندوق میں دولت ایمان موجود ہے۔ شراب نوشی کے دوران کوئی تصورات نہیں آتے کیونکہ شیطان جانتا ہے خالی کوٹھڑی ہے کیا کرونگا۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ اگر رنڈی کا ناچ ہو تو سارے لوگ جاگتے رہتے ہیں اور اگر عالم کا وعظ ہو تو دس منٹ بعد نیند شروع ہو جاتی ہے۔ فرمایا نیند کا تعلق روح سے ہے قرآن و حدیث کا وعظ روح کیلئے ایسا فرش ہے جس طرح قالین اور گدا بچھا ہوا ہو تو ایسے بستر پر تو ہر ایک کو نیند آجاتی ہے اور سینما وغیرہ تو کانٹے ہیں وہاں نیند کس طرح آئے گی۔ مطلب یہ کہ فرش وعظ نرم اور فرش بدی کانٹے دار۔ بہر حال قرآن نے فرمایا نماز قائم کرو۔ کسی قسم کی کجی نہ آئے۔ نہ ظاہری نہ باطنی۔ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ فرماتے تھے کہ فوج روم یا فارس میں لڑتی تھی اور میں نماز میں کھڑے ہو کر فوجوں کو ترتیب دے رہا ہوتا ہوں۔ تو مطلب یہ کہ اگر نماز میں جہاد کا تصور آجائے تو نقصان نہیں کیونکہ جہاد خود ایک عبادت ہے۔ دوسری بات یہ کہ جب کوئی میلہ مشہور ہو جاتا تھا تو عرب قائم السوق کہتے تھے۔ تو مطلب یہ کہ نماز پڑھنے اور قائم کرنے میں فرق ہے کہ سب شرائط سنن و مستحبات وغیرہ بجالانے کے بعد آپ کو قائم الصلوۃ کہا جائے گا۔ جو

میلہ مشہور ہو وہ دائمی ہوتا ہے، تو اللہ بھی دائمی کا حکم فرما رہے ہیں۔ تو یقیمون الصلوۃ میں دو مفہوم ہیں ایک تو نماز کی ایسی درستی کہ مستحبات وغیرہ میں کمی نہ ہو اور دوسرا یہ کہ ہمیشگی ہو قضاء نہ ہو بہر حال نماز کے متعلق مندرجہ ذیل چیزیں عرض کروں گا کہ نماز کا نقلی مقام یعنی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نماز کا کیا مقام ہے۔ دوم الشعبتہ العقلیہ کہ نماز فلسفی نقطہ نے کیا ہے سوم شعبتہ الاخلاق کہ اخلاق پر کیا اثر کرتی ہے۔ شعبتہ السیاست، جمال الدین افغانی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی انگریز نے پوچھا مسلمانوں کا زوال کب ختم ہو گا کہا کہ نماز ادا کرنے سے تو سمجھایا اور وہ سمجھ گیا۔ آج کل ہندو، جہاز اور توپ وغیرہ سے نہیں ڈرتے بلکہ تکبیر سے ڈرتے ہیں اور ایک پانچویں معاشرتی حیثیت نقلی حیثیت یعنی خدا اور رسولؐ کے ہاں نماز کا کیا مقام ہے۔ ظاہر تو یہ ہے کہ ایمان کے بعد دوم نمبر نماز کا ہے۔ الصلوۃ بمنزلتہ الراس من الجسد۔ نماز کو ایسا جانو کہ جس طرح جسم میں سر ہے جس طرح دماغ کو جسم میں برتری ہے اسی طرح نماز کو اسلام میں برتری ہے نقلی حیثیت سے امام منذری رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث عبداللہ بن شفیق سے روایت کی ہے لایرون شیئاً ترکہ کفراً الا الصلوۃ عبداللہ ابن شفیق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ تابعی بزرگ ہیں کہ ہم نے صحابیؓ سے ملاقات کی ہے تو صحابیؓ نماز کو ترک کرنے میں کفر سمجھتے تھے

اس میں قرآن پاک کا طرز بھی یہی ہے۔ واقیموا الصلوۃ ولاتکونوا من المشرکین تم نماز قائم رکھو اور مشرک نہ بنو کہ بے نمازی ہونا کافرانہ عمل ہے۔ اب خود خیال کرلیں کہ اس طرح سخت لہجہ جو اللہ تعالی نے بیان کیا تو معلوم ہوگیا کہ نماز بڑی چیز ہے۔ دیگر عبادتیں بیان کی ہیں تو ہر عبادت کی وجہ بیان کی ہے۔ نماز کیلئے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ کہ اللہ کی یاد بڑی چیز ہے یہ ہر برائی سے روکتی ہے۔ نماز ایک تو مانع معاصی ہے دوم یہ یاد الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ کی یاد کا جو درجہ نماز میں ہے وہ کسی اور عبادت میں نہیں۔ ذکر تمام عبادتوں کی روح ہے اور نماز میں تو ذکری کا لفظ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ واقم الصلوۃ لذکری تو ایک خاصیت اللہ کی یاد اور ایک گناہوں کا روکنا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے وقت جامع مسجد میں سے جوتا چوری ہوگیا تو لوگوں نے چوٹ لگائی کہ نمازی چور نکلا کیونکہ آپ نے دوران تقریر فرمایا تھا کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا یوں کہو کہ چور نمازی نکلا۔ نہ کہ نمازی چور نکلا۔ یہ لوگوں کی ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء پر چوٹ تھی۔ نماز کی ہیئت ایسی ہے کہ آدمی کو ترک گناہ پر مجبور کرتی ہے۔ ان الصلوۃ تنھی الخ سے معلوم ہوگیا کہ یہ نماز کی ہئیت تکوینی نہیں بلکہ تشریعی ہے۔ اور تقاضائی ہے نماز کا تقاضہ یہ ہے کہ گناہ نہ کرے تاہم نمازی بے نمازیوں

سے کم گناہ گار ہوتے ہیں۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ جی میں خیال آیا کہ سینما دیکھوں مگر خیال آیا کہ لوگ کہیں گے یہ تو نمازی تھا آج سینما میں آیا ہے۔ تو میں نہ گیا۔ تو میں نے کہا یہ ہے ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء کا مطلب۔ اب نقلی حیثیت سے بیان کرتا ہوں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا بہت بیان فرمایا ہے۔ ایک چیز بہت نمایاں ہے کہ نماز انسان کیلئے اسقدر منافع ہے کہ ایک چیز اپنے لئے تو پسند خدا رکھتی ہے نماز خود اپنے علاوہ جو اس سے تعلق رکھ لے تو وہ بھی پسند خدا بن جاتا ہے۔ نماز کا جن اشیاء سے تعلق ہے ان کی فضیلت قرآن مجید اور حدیث شریف میں آتی ہے۔ مثلاً سب سے پہلا تعلق وضوٓ کا ہے یہ الگ بات ہے کہ یہ شرط ہے بلا وضوٓ نماز نہیں ہوتی یہ شرط شرعی ہوئی۔ اور نہ کھانے پینے سے بھی نماز نہیں ہوتی یہ عقلی شرط ہے۔ تو شرط کیلئے ضروری نہیں کہ اس میں برتری آجائے۔ لیکن نماز جو اللہ کے ہاں پسند ہے بس وضوء کے لگنے سے وضوٓ بھی پسند ہو گیا۔ صحیح مسلم شریف کی دو احادیثیں ذکر کرتا ہوں حضرت ابو ہریرہؓ اذا توضاء العبدا لمسلم فغسل وجھہ تو اس کے منہ سے ہر گناہ نکل جاتا ہے پانی کے ساتھ ساتھ گناہ بھی بہہ جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ یاد نہیں کہ آخری قطرہ سے یا پانی کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتے ہیں فغسل یدیہ جب وہ ہاتھ دھوتے ہیں تو ہاتھ کے گناہ۔ نکل جاتے ہیں۔ واذا غسل رجلیہ جب پاؤں دھوتے

ہیں تو پاؤں کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ نماز کی شرط وضوٗ ایک صابن ہے جو گناہوں کو ختم کر دیتا ہے یہ حدیث شریف متعدد جگہوں پر آئی ہے البتہ سر کا ذکر نہیں آیا یعنی مسح کرنے کا بعض جگہ مضمضہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ غالباً سر کی یہ وجہ ہے کہ سر استقلالی طور پر خود گناہ نہیں کر سکتا کیونکہ چوری میں سر پر گٹھڑی تو رکھی مگر ہاتھ بغیر محفوظ نہیں رہے گی۔ تو یہ ایک ہلکا مجرم ہے صرف تر ہاتھ پھیر دو دھونا کیا اور بھی لاکھوں حکمتیں ہیں۔ دوسری حدیث شریف توضأ العبد یخرج کل خطیئۃ حتی تحت اظفارہ کہ وضوٗ کرنے سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ناخون کے نیچے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے علماء نے کہا کہ اللہ کا حق ہو بندہ کا نہ ہو اور کبیرہ نہ ہو صغیرہ ہو کیونکہ کبیرہ سے توبہ کا تعلق ہے تو تمام ختم ہو جاتے ہیں۔ اذان کو بھی نماز سے تعلق ہے ترغیب و ترہیب کی حدیث پاک اللھم ارشد الائمۃ واغفر المؤذنین یا اللہ اماموں کو ہدایت کر کہ درست طریقہ سے نماز پڑھائیں اور مؤذن کو بخش دے۔ بخاری شریف میں ہے کہ اگر غلطی کرے گا تو تمام مقتدیوں کا حساب دے گا اور اگر مؤذن نے وقت سے پہلے اذان دی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مغفرت کھڑی ہے۔ حدیث شریف اطول الناس یوم القیمۃ اذان دینے والے قیامت کے دن سب سے سر بلند ہونگے۔ عام طور پر قامت سب کی ایک جیسی

ہو گی مگر خوبصورت گردن جو کچھ لمبی بھی ہو گی مؤذنوں کی ہو گی۔ سر بلندی اس لئے کہ اس نے اللہ کا نام بلند کیا ہے تو اللہ تعالی ان کے چہرے کو ایسا متاثر کرے گا کہ لوگوں کو صاف معلوم ہو گا کہ ان پر خدا تعالی کی رحمت ہے۔ دوسری حدیث شریف ہے کہ مؤذن کی آواز کو جو سنے گا، انسان، حجر، شجر، جن وغیرہ تو وہ قیامت کے دن اس پر گواہ بنیں گے یقینی بات ہے کہ سب سے سخت مقدمہ قیامت کے دن کا ہے مگر جس کے گواہ زیادہ ہونگے وہ فتحیاب ہو گا۔ منذری رحمتہ اللہ علیہ کہ مؤذن جتنا زور لگائے گا اتنی ہی مغفرت ہو گی۔ امام منذری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنا مبالغہ فی الصوت ہو گا اسی قدر کامل مغفرت نصیب ہو گی۔ حضرت امام خطابی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیکھیں گے کہ مؤذن کی آواز چاروں سمت کتنی دور جاتی ہے۔ کہ اتنی زمین گناہ سے پر ہو تو گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ فرماتے تھے کاش کہ میں خلیفہ امیر المومنین نہ ہوتا مؤذن ہوتا۔ وہ حضرت عمرؓ جن کے ناخون کی گرد پر لاکھوں بادشاہ قربان ہوں۔ ایک اور حدیث پاک ہے کہ مؤذن اذانیں دیتا ہوا مرجائے تو وہ اس شہید کے مثل ہے جو خون میں آلودہ ہو تڑپ رہا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی میت کو کیڑے نہیں لگیں گے۔ تو معلوم ہو گیا کہ جو چیز نماز سے منسلک ہو جائے وہ پسند خدا ہے اور تصفیتہ الصف یہ بھی نماز سے متعلق

ہے کہ صفیں سیدھی رکھنا یہ تو ایک نماز کیلئے تیاری ہے نہ کہ خود نماز ہے۔

حدیث شریف کہ جب تم نماز کیلئے کھڑے ہوو تو صف درست کرو یہ بھی اقامۃ الصلوۃ میں داخل ہے۔ دوسری حدیث ہے کہ نماز مکمل تب ہوگی جب صف سیدھی ہوگی۔ دائیں طرف سے زیادہ درجہ بائیں طرف سے کم درجہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر تمہارے علم میں آجائے کہ اذان اور پہلی صف میں کیا اجر ہے تو پھر جھگڑے کا فیصلہ تمہارے ہاں صرف قرعہ اندازی ہوگی۔ اگر کسی کے لئے احتراماً کسی کے لئے پہلی صف چھوڑدے تو پہلی صف کا ثواب ملے گا۔ حدیث صحیح ہے کہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی الصف الاول کہ اللہ تعالی اور فرشتے پہلی صف والوں کو رحمت بھیجتے ہیں۔ عام رحمت تو ہر ایک پر ہوتی ہے مگر پہلی صف والوں پر تو خاص رحمت ہوتی ہے۔ دیکھو شاہی دربار میں بھی درجے ہوتے ہیں۔ اسی طرح نماز بھی ایک شاہی دربار ہے۔ اس میں بھی درجے ہیں۔ وضوء ایک، اذان دو، صف تین، مسواک، حدیث پاک، اگر میری امت پر تکلیف نہ ہوتی تو میں مسواک فرض کر دیتا لیکن کیا کروں کہ کسی کے پاس ہوگا اور کسی کے پاس نہ ہوگا۔ مسواک کرنا سنت ہے فرض نہیں۔ امام منذری رحمتہ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں حدیث لان اصلی رکعتین بمسواک احب الی من سبعین

رکعتہ بغیر مسواک۔ اگر میں مسواک سے دو رکعت نماز ادا کردوں تو مجھے بغیر مسواک والی ستر رکعت سے اچھی ہے۔ حدیث شریف کہ آدمی مسواک کر کے وضو کرے اور نماز پڑھے تو فرشتہ اس کے منہ پر منہ رکھ دیتا ہے یہاں تک کہ اس کے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں یعنی قرآن کے الفاظ وہ فرشتے کے پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ منہ ایک سڑک ہے تو قرآن کی سڑک کو خوب پاک کیاجاوے۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار قصہ بیان کیا کہ میں ایک بار ثمرقند گیا۔ جامع مسجد میں نماز ادا کی۔ دو باتیں متضاد دیکھیں جمعہ پڑھ کر جب مسجد سے نکلا تو دروازہ پر شراب کی سبیل لگی ہوئی ہے۔ امام صاحب نے بھی پیا اور مقتدیوں نے بھی پیا۔ اور بازار میں بہت سے مسلمان جمع ہیں کسی کو پیٹ رہے ہیں کہ اس آدمی نے مسواک کی توہین کی ہے۔ مسجد کے ساتھ بھی نماز کا تعلق ہے تو مسجد کا کیا مقام ہے۔ بعد میں بتلاؤنگا۔

درس نمبر ۲۷
۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء

مقامِ مسجد

اس سے پہلے درس میں اللہ کے ہاں نماز کی بڑی اہمیت ہے، بیان کی تھی۔ اس لئے نماز سے جو چیزیں تعلق رکھنے والی ہیں ان کو بھی شرف حاصل ہے ان میں سے ایک مسجد ہے۔ صرف نماز کے تعلق سے جس زمین کا تعلق ہو جاتا ہے ان المسجد للہ مسجدیں خالص اللہ کیلئے ہیں ہمیں جس طرح گھر پیارا ہے اسی طرح اللہ کو بھی اپنا گھر محبوب ہے تو اس ٹکڑے کے ساتھ اللہ کی محبت قائم ہو گئی۔ دوم اس ٹکڑے کی عظمت اس طرح ہو گئی، خواہ وہ عمارت بوسیدہ ہو یا نئی ہو چاہے اعلیٰ عمارت ہو چاہے سادہ مٹی کی بنی ہوئی ہو شرعی قانون کی رو سے انکی عظمت برابر ہے کیونکہ اس کی عظمت تو نماز کی وجہ سے ہے نہ کہ سنگ مرمر کی وجہ سے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ امریکہ کا پارلیمینٹ ہال ہو یا کوئی اور مقامات ہوں مسجد کے علاوہ اگر ان میں پاخانہ پیشاپ کیا جائے تو ملکی اور شرعی قانون کے حساب سے ناجائز نہیں لیکن جہاں دس روپیہ کی دیوار کھینچ کر نماز پڑھی جائے تو اس ٹکڑے کی حقیقت ان محلوں سے اعلیٰ

ہے۔ اس سے آپ نے سمجھا نہیں کہ نماز کے تعلق نے اس ٹکڑے کو کیا مقام بخشا۔ جنبی آدمی اور حیض والی عورت مسجد میں نہیں آسکتے۔ لیکن اور محلات میں جاسکتے ہیں باوجود اس بات کے کہ گندگی ظاہری بھی نہیں کہ ان سے مسجد خراب ہو جائے گی۔ جنبی اور غسل واجب ہو تو یہ تصور حسی نجاست ہے۔ اللہ نے اس پلیدی سے بھی مسجد میں داخل ہونے کو منع فرمایا ہے/دوم عظمت لایعنی کے اعتبار سے ترمذی شریف کی حدیث میں قیامت کی دس علامتیں بتلائی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ لوگ مسجد میں فضول باتیں کرینگے۔ تو اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ دنیا کی باتیں ہر مقامات کے اندر کرسکتے ہیں مگر مسجد میں مکروہ رکھا۔ اور یہ نہیں کہ اس دور کا معاملہ ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دو بچے مسجد میں آئے اور کچھ زور سے بولنے لگے کہا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ بچوں نے کہا طائف کے۔ فرمایا اگر مدینہ کے ہوتے تو میں سخت سزا دیتا۔ کیونکہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچا بولنے سے منع فرمایا ہے۔

موطا امام مالک میں سیدنا فاروق اعظمؓ سے مروی ہے کہ مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترہ بنایا ہوا تھا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما رکھا تھا جو کوئی دنیا کی بات یا شعر کہنے لگے تو مسجد سے اس چبوترہ میں آکر کرے۔ رمضان شریف میں ایک رات لیلۃ القدر آرہی ہے وہ ہزار مہینہ سے بہتر ہے ایک

رات کی ڈیوٹی دو اور ہزار مہینوں کی تنخواہ لے لو لیکن وہ معلوم نہیں اتنا غالب گمان ہے کہ رمضان کے دس دن آخری حصہ میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن ابی حدرد رضؓ اور ابی ابن کعبؓ یہ دو صحابی ساتھ تھے۔ آپس میں کچھ قرضہ لینا دینا تھا تو مانگنے میں کچھ باتیں اونچی نکل گئیں۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا ابی ابن کعب تو آدھا قرضہ ترک کردے اس نے کہا اچھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری توہین مسجد سے اس رات کی تخصیص اللہ تعالی نے نہیں کی اور اس رات کی تعین سے تمام امت محروم ہو گئی۔ اگر دو شخص مسجد میں بیع کریں تو حدیث شریف میں ہے کہ تم اس کیلئے بد دعا کرو کہ خدا تمہاری خرید کو نفع مند نہ کرے۔ اس میں اعتکاف کا عشرہ مستثنیٰ ہے۔ دیوبند میں فلسفہ بھی پڑھاتے ہیں تو طالب علم مسجد میں فلسفہ کی کتابوں کا تکرار کر رہے تھے تو حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو فرمایا کہ خدا یہ علم تم کو نہ دے کیونکہ یہ دنیوی علم ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے من بنی للّٰہ مسجداً بنی اللہ لہ مثلہ فی الجنۃ جو مسجد بنائے گا اللہ اس کے مثل مکان جنت میں بنائے گا۔ شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت کا ارشاد گرامی ہے کہ زمین کے تمام ٹکڑوں میں سے بہترین ٹکڑا مسجد اور بد ترین ٹکڑا بازار ہے۔ خیر البقاع مساجد وشر البقاع اسواقہا مطلب یہ ہے کہ بازار میں زیادہ تر برے کام سرزد ہوتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانہ میں سینما اور زناکے اڈے نہ تھے اس لئے ان کا نام نہ آیا بلکہ بازار کا نام لگایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکورہ مثلہ فی الجنۃ جس طرح تمام عمارتوں سے مسجد کے ٹکڑے بہتر ہیں اسی طرح جنت میں جو اس کے مثل ہوگا وہ جنت کے تمام ٹکڑوں سے بہتر ہوگا۔ ترمذی شریف میں ایک اور لفظ لکھا ہے کہ اگرچہ وہ مسجد چڑیا کے گھونسلہ کے برابر ہو شارحین شرح فرماتے ہیں کہ مسجد کبھی انفرادی طور پر کبھی اجتماعی طور پر چندہ کرکے بنائی جاتی ہے۔ تو ہر کم چندہ دینے والے کو اللہ رد نہیں فرماتا۔ فرماتا ہے کہ تم نے کم سے کم مسجد میں چندہ دیا مگر ہم جنت میں پورا محل دے دیتے ہیں۔ للہ کے ماتحت بزرگوں کا ایک مقولہ ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ ایک گھڑی صحبت میں بیٹھنا ستر سال کی عبادت سے زیادہ ہے۔ مجلس ساعۃ مع اھل اللہ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ۔ یہ سوال حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ فرمایا کہ صحبت سے عبادت کا ایک گُر معلوم ہو جاتا ہے اگر یہ گُر نہ ہو تو ستر سال کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرت بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ہیں اور تھے بھی بغداد کے رہنے والے۔ یہ سب سے بڑے محدث ہیں۔ اور بہت کتابیں تصنیف کی ہیں جب فوت ہوئے تو پوری زندگی کے دن جمع کرکے تصنیف کا اندازہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر دن اٹھارہ اوراق تصنیف کئے گئے۔ آپ کے ہاتھ پر ایک لاکھ کافر مسلمان

ہوئے ہیں۔ اور جب بغداد میں آپکا جنازہ اٹھا تو بیس ہزار نصاریٰ اور مجوسی مسلمان ہوئے۔ کیونکہ جب جنازہ اٹھا تو پرندوں کے جھنڈ آتے اور چارپائی سے اپنا جسم لگاتے تھے اس کو دیکھ کر وہ مسلمان ہوگئے۔ ان علامہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ سے حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ جو بانیٔ مسجد، مسجد میں اپنے نام کا کتبہ لگائے وہ بنی اللہ نہ ہوا اس لئے مثلہ فی الجنتہ والا جو وعدہ ہے اس سے وہ محروم رہا۔ تو بیان یہ تھا کہ صرف نماز کے تعلق سے مسجد کا معاملہ کہاں تک پہنچا تو خود نماز کیا چیز ہوگی۔ حدیث شریف ہے تم مجھے بتلاؤ کہ اگر تمہارے گھر کے پاس ایک نہر جاری ہو اور تم پانچ مرتبہ اس میں غسل کیا کرو کیا تمہارے بدن پر میل رہے گا کہا نہیں۔ فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ پانچ نمازیں نہر میں نہانا ہے ان سے قلب کا گندہ مادہ صاف ہوجاتا ہے۔ اب دو چیزوں کے متعلق بیان باقی ہے (1) فلسفہ نماز اور (2) فلسفہ اوقات نماز۔ قرۃ عینی فی الصلوۃ۔ نفحات الانس میں ہے کہ اگر اللہ تعالی یہ کہدے کہ جنت میں داخل ہوجاؤ اور نماز نہ پڑھو تو ہم نہ جائیں گے۔ اگر نماز کی اجازت دی تو جائیں گے۔ جنت میں اگر نماز پڑھی تو یہ عمل نہیں بلکہ شوقیہ ہے۔ مشکوۃ شریف میں ہے کہ منکر نکیر کو جواب درست ملے گا تو نمازی کو سورج غروب ہوتا نظر آئے گا تو وہ منکر نکیر کو کہے گا کہ تم چلو میں اب نماز پڑھتا ہوں وقت ضائع ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بعض

عالم برزخ میں بھی پڑھتے ہیں۔ تو فلسفہ نماز اور فلسفہ اوقات نماز اگرچہ فلسفہ کی ضرورت ہی نہیں۔ علماء نے بیان کیا کہ فلسفہ شبہات میں سے ہے۔ اللہ کا حکم تو بلا دلیل ہونا چاہئے۔ 1922ء یا 1923ء کی بات ہے کہ مرزائیوں کا مبلغ خواجہ کمال الدین لاہور سے گجرات کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں ملا۔ اس نے کہا کہ میں ایک بات پوچھتا ہوں ناراض تو نہ ہونگے۔ کہا کہ نمازیں پانچ ہیں اس سے کم یا زائد کیوں نہیں۔ میں نے کہا آپ نے کتنا کرایہ دیا ہے کہا کہ 12 آنہ میں نے کہا یہ اس سے زائد یا کم کیوں نہیں۔ کہا مولانا یہ تو گورنمنٹ کا اصول ہے میں نے کہا کہ آپ اگر 12 آنہ کی حکمت اسٹیشن ماسٹر سے پوچھتے تو کہتا کہ کیا بکواس کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ یہ حکومت کس نے بنائی ہے۔ اس انسان نے جو ایک اللہ کے بنائے ہوئے گندہ نطفہ کے پانی سے پیدا ہوا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس گندہ اور عاجز بندہ کی حکومت کا اصول اٹل ہے۔ اور احکم الحاکمین کے فرمان پر سوال کرتے ہو کہ حکمت بتلادو تو پھر عمل کریں گے یہ توہین خداوندی نہیں تو اور کیا ہے۔ فلسفہ نماز، اوقات نماز اور تعداد نماز ہم پھر بیان کریں گے۔

درس نمبر ۲۸
۱۷ دسمبر ۱۹۶۵ء

طریقہ ادائے صلوٰۃ

ویقیمون الصلوۃ نماز کا بیان تھا اور درس میں یہ کہا گیا تھا کہ نماز کا فلسفہ اور حکمت اور اس کے وقت کا فلسفہ اور حکمت بیان کروں گا اس سے پہلے کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں ممکن ہے کہ اللہ قبول فرما لے لیکن اللہ تعالی کے قرآن میں نماز کا جو مطالبہ کیا گیا ہے وہ کیا طریقہ ہے؟ سلف صالحین اور گذشتہ مقدس ہستیاں نماز کس طرح ادا کرتی تھیں۔ آج بھی دنیا کا یہ فلسفہ ہے کہ جو قوم اپنی گذشتہ تاریخ سے وابستہ نہ ہو تو وہ ذلت میں ہے۔ (1) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز۔ بخاری شریف میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا کہ آپ گھر کے حالات سے بخوبی واقف ہیں تو مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عجیب ترین واقعہ بیان کرو تو حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا کہ آپ کی ہر بات عجیب ہے۔ مدینہ منورہ میں عشاء کی نماز دیر سے ہوتی تھی آپؐ نے ایک دن بعد نماز عشاء امہات المومنین سے خطاب فرمایا کہ مجھے فارغ کردو میں اللہ کی

عبادت کرتا ہوں۔ فرماتی ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہ پہلی رکعت بہت لمبی تھی اور گریہ اتنا تھا کہ آنسو مبارک ریش مبارک سے نیچے ٹپک رہے تھے۔اور اتنی دیر رکوع میں رونا اور اتنی دیر سجدہ وغیرہ میں رونا اسی طرح پوری چار رکعتیں ادا کیں جب ختم کی تو بلالؓ نے صبح کی اذان دی۔ (2) سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے تھے جس طرح زمین میں گڑی ہوئی لکڑی۔ (3) سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ کجب نماز کی حالت میں دشمن نے خنجر مارا تو بیہوش ہوگئے جب ہوش میں آئے تو فرماتے کہ کیا نماز کا وقت ہے تو لوگوں نے کہا آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز ترک کردے۔ (4) سیدنا عثمان غنیؓ کہ ایک مرتبہ رات کو ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیا۔ (5) سیدنا حضرت علیؓ کہ نماز کے وقت آپکا چہرہ مبارک خوف خدا سے زرد اور جسم میں لرزہ قائم ہوجاتا تھا فرماتے تھے یہ وہ کام ہے جس کو پہاڑ وغیرہ نے اٹھانے سے انکار کردیا تھا۔ ابوداؤد کی حدیث شریف ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات لشکر کی نگرانی کیلئے ایک درہ پر ایک انصاری صحابیؓ حضرت عبادؓ بن بشر اور ایک مہاجر صحابیؓ حضرت عمارؓ بن یاسر کو مقرر فرمایا تو آپس میں یہ طے پایا کہ پہلی رات عبادؓ بن بشر پہرہ دیں اور رات کے دوسرے حصے میں عمارؓ بن یاسر دیں گے تو رات کو وضو کرکے تہجد شروع کردی۔

ایک طرف تہجد اور دوسری طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی کا فرمان مکمل ہو رہا ہے۔ تو اس درہ پر رات کو کفار کے لشکر نے پھیرا پایا۔ انہیں نماز پڑھتا پا کران پر تیر مارا۔ حضرت عبادؓ بن بشر نے نماز کی حالت میں تیر نکال پھینکا۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے تین تیر مارے آپؓ نکال کر پھینکتے رہے تو دل میں خیال آیا اگر فوت ہو گیا تو لشکر کی حفاظت نہ ہو گی۔ تو ساتھی کو جگایا تو دوسرے ساتھی کو دیکھتے ہی دشمن دوڑ گئے انہوں نے سمجھا شاید یہاں حفاظت پر کافی تعداد میں ہیں تو ساتھی نے آپ سے پوچھا یہ کیا؟ کہنے لگے کہ سورہ کہف شروع کر رکھی تھی میں نے کہا کہ یہ ختم کر کے سلام پھیروں گا۔ سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے تمام گورنروں کو حکم نامہ جاری کیا۔ ان اھم امور کم الصلوۃ فمن حفظھا فھو حافظ کل امر و من ضیعھا فھو تارک کل امر۔ تم پر اہم امور نماز کی پابندی ہے جو اسکی پابندی کرے گا وہ اور جملہ فرائض بخوبی ادا کریگا اور جو اس کی پابندی نہ کریگا وہ دیگر جملہ فرائض بخوبی انجام نہ دے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کو موتیا بند آیا تو معالجوں نے کہا کہ اگر سجدہ نہ کریں تو آپریشن کر دیں۔ فرمایا جو علاج سجدہ سے ترک کرے اسکو کیا کروں۔ نماز میں کائناتی جامعیت یسبح للہ مافی السموات ومافی الارض کہ پوری کائنات عبادت میں مصروف ہے یعنی ایک سیکنڈ کے لئے حکم عدولی نہیں کرتے۔ دن اور رات موسموں اور دریا وغیرہ کیلئے جو نظام ہے کائنات میں آج تک کسی نے حکم عدولی نہیں کی یعنی

خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی صرف ایک انسان ہے جو نافرمانی کرتا ہے۔ وسخر لکم مافی السموات ومافی الارض کہ ساری کائنات کو انسان کی خدمت کیلئے مقرر کیا ہے۔ بغیر کسی رخصت کے یہ کام کر رہے ہیں۔ تو ماسواء انسان کے سارا جہان اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ یہ جہان بندگی ہے اور بندگی یہ کہ اللہ کی عظمت اور اپنی ذلت کا اظہار ہو۔ تو کائنات کی بندگی میں چار شکلیں ہیں۔ بعض چیزیں بصورت قیام ہے مثلاً درخت سب کے سب کھڑے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت بصورت قیام کر رہے ہیں۔ زمین کو اگر دیکھا جائے تو وہ اللہ کی عظمت اور اپنی پستی کا اظہار اس طرح کر رہی ہے کہ وہ سجدہ کی حالت میں ہے۔ اور تخلیق سے آخرت تک پیشانی جھکی ہوئی ہے۔ کبھی کبھی جلوس اور قعود سے تعظیم ہوتی ہے پہاڑوں کی شکل قعود کی ہے جس طرح التحیات میں بیٹھتے ہیں اور آسمان کی حالت رکوع کی ہے۔ سیارات چکر اور گردش میں ہیں۔ وہ گردش سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا اظہار کر رہے ہیں۔ اسی طرح پانی بلندی سے پستی کی طرف اور آگ پستی سے بلندی کو جا رہی ہے۔ تو ہمیں یہ چند تعظیمی شکلیں نظر آئیں۔ گویا گردش سیارگان اور باقی مذکورہ بالا حرکتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انسان کیلئے اظہار تعظیم کیلئے ایک ایسی عبادت ہو جس میں یہ تعظیم کی تمام شکلیں جمع کر دیں۔ وہ نماز ہے۔ ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک۔ جس طرح ہم سانس لینے سے نہیں تھکتے فرشتے اسی طرح عبادت سے نہیں تھکتے۔ تو اللہ تعالیٰ

نے کائنات کی تعظیموں کا عطر و نچوڑ نماز کو بنایا جس میں تمام مذکورہ بالا تعظیمی شکلیں آجاتی ہیں۔ قیام سے رکوع اور رکوع سے سجدہ وغیرہ کو جانا یہ ایک گردش ہے جو سیارگان کی گردش والی عبادت ہے۔ آپ کو نماز کی حیثیت کا اس وقت پتہ لگے گا جب آپ دنیا کے دوسرے مذاہب والوں کی عبادتیں دیکھیں گے۔ ستریا اَتی کروڑ عیسائی ایک پانی کہ یہ معموری پانی ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے غسل کیا تھا انجیل کی آیت پڑھ کر چند قطرے ٹپکاتے ہیں۔ امریکہ کے صدر سے تو جانور بھی بہتر ہے کیونکہ وہ اپنے خدا کو پہچانتا ہے۔ ہندو اور بدھ مذہب میں لکڑی یا بتوں کی پوجا کرنا۔ کیا یہی عبادت ہے؟ ان کے دیکھنے سے نماز کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

(2) دوسری نماز کی شرعی جامعیت ہے۔ نماز بظاہر تو ایک عبادت معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں تین اور عبادتوں کی شکلیں ہیں۔ نماز میں روزہ، زکوۃ، اور حج کی شان پائی جاتی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے اس نے چار عبادتوں کی شکل بھی علیحدہ علیحدہ رکھی ہے۔ روزہ، زکوۃ، وغیرہ سب کی جداگانہ حیثیتیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک قسم کی روٹی کھا کر جی اکتا جاتا ہے اور اللہ تعالی چونکہ تسلسل عبادات چاہتا ہے۔ اس لئے مختلف شکلوں کی عبادتیں رکھیں اگر نفل پڑھتے پڑھتے جی تھک جائے تو قرآن پڑھنا شروع کردے

وغیرہ۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا کہ دو وظیفے کرتا ہوں ایک قرآن کی تلاوت اور مناجات مقبول جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہیں یہ خود حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کو بتلاتے تھے۔ یعنی روزانہ ایک پارہ تلاوت اور ایک حزب مناجات سے۔ تو مرید نے کہا کہ مناجات کو بند کر دوں اسکی جگہ قرآن کی تلاوت بڑھادوں حضرت نے فرمایا وہ دن ماتم کا ہوگا کیونکہ زیادہ تلاوت کرنے سے جب جی بھر جائے گا تو قرآن کی تلاوت ختم کر بیٹھے گا اور یہ مہلک ہے۔ ہاں ماہ رمضان کے ساتھ قرآن کی خاص مناسبت ہے اس لئے قرآن پر زیادہ زور ہو۔ حضرت جبرائیل علیہ اسلام ہر سال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دور قرآن کا کرتے تھے مگر آخری سال رمضان شریف میں 2 دور کئے۔ روزہ کیا ہے۔ کھانا پینا ہمبستری سے پرہیز اور یہ چیزیں نماز میں بھی منع ہیں۔ معلوم ہوگیا نماز نماز بھی ہے اور نماز میں روزہ کی شکل اور رنگ بھی موجود ہے۔

یعنی یہ نماز کی جامعیت والی حالت ہے۔ نماز میں حج کی شان بھی موجود ہے۔ حج کی شان ہے تعظیم شعائر اللہ یعنی حج اللہ کے گھر کی شان کیلئے بنایا۔ فولوا وجو حکم شطرہ تم مسجد حرام کی طرف رخ کرو معلوم ہوگیا نماز میں رخ قبلہ شرط ہے۔ تو جو آدمی دن میں پانچ مرتبہ قبلہ کا رخ کرتا ہے تو یہ چھوٹے چھوٹے حج ہوگئے۔ یعنی

نماز میں حج کا رنگ بھی موجود ہے۔ مسجد کی فضیلت۔ اذا توضاء العبد ثم جاء الی المسجد فھو فی الصلوۃ مادام ینتظر فی الصلوۃ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے یصلی علیہ الملائکۃ اللھم صل علیہ اللھم ارحمہ یا اللہ اس نماز کے منتظر پر رحم کرو اور رحمتیں کرو۔ مالم یحدث جب تک بے وضوء نہ ہو اس وقت تک فرشتے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ انتظار کا پورا وقت ثواب میں شامل اور فرشتوں کی دعا بھی جاری رہے گی اگر گھر میں وضوء کر کے بیٹھ جائے تو یہ اجر نہیں یہ مسجد کی فضیلت ہے۔ زکوۃ کی حقیقت ہے راہ خدا میں مال دینا اور نماز سے متعلق بھی راہ خدا میں مال خرچ ہے مثلاً نماز میں فرض ہے فاقروا ما تیسر من القرآن کہ نماز میں قرآن پڑھو اور قرآن پڑھنے سے کچھ دینا بھی پڑتا ہے۔ علماء نے بیان کیا کہ پڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سننے والے کو معلوم ہو کہ یہ خدا سے ڈر رہا ہے۔ سب سے پہلا درجہ یہ ہے صحت الفاظ ہو۔ دوسرا درجہ یہ کہ پڑھنے والے کو خدا کا ڈر ہو یا ایسی نماز حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے پیچھے پڑھی یا کراچی میں ایک تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے مولوی صاحب تھے ان کے پیچھے پڑھی۔ حضرت خواجہ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ کا مقولہ تھا کہ مسلمان کے ہاں سب سے بڑی دو نعمتیں ہیں۔ ایک قرآن پاک دوسرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اطہر مزار مبارک میں۔ آپ لوگ بادشاہ کے دربار میں ننگے سر جاسکتے ہیں لیکن ننگے سر نماز مکروہ ہے تو کپڑے خریدنے میں پیسہ لگتا ہے تو ہر

صورۃ میں انفاق علی الصلوۃ ہوتا ہے یا جس طرح بعض جگہوں پر پانی کی کمی سے پانی خرید نا پڑتا ہے اور آخری شکل یہ کہ مسجد بنانے میں رقم لگتی ہے۔ توزکوۃ والی صورۃ انفاق فی سبیل اللہ نماز میں بھی پائی جاتی ہے یعنی نماز میں زکوۃ والا رنگ موجود ہے۔ معلوم ہوگیا نماز میں عبادات کی شان جامعیت بھی ہے۔ جامعیت صفات باری تعالی بھی ہے اللہ تعالی کے زور کے علاوہ فرشتہ کا کتنا زور ہے۔ فرشتہ کا اتنا زور اور قوت ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ایک پھونک سے پوری کائنات ٹس سے مس ہوجائے گی۔ تباہ و برباد ہوجائے گی اور دوسرے پھونک سے کائنات وجود میں آجائے گی۔ یہ ہے فرشتہ کی طاقت خود اللہ تبارک وتعالی کا کیا زور ہوگا؟ یہ ہے اللہ تعالی کا جلال۔ اور اللہ تعالی کا جمال بھی ہے تم جس چیز میں حسن اور خوبصورتی دیکھتے ہو یہ سب اللہ تعالی کے عطیئے اور بخشش ہیں۔ لیکن اس کی خوبصورتی پر پردۂ کبریاء پڑا ہوا ہے جو آخرت میں زیارت ہوگی۔ تو جلال اور جمال دونوں کی جامعیت نماز میں ہے۔ نماز میں جتنے الفاظ ہیں یہ اللہ تعالی کے جمال اور محبت کو ظاہر کر رہے ہیں اور رکوع و سجود وغیرہ یہ اللہ تعالی کے جلال کو ظاہر کر رہے ہیں۔ حضرت عبدالکریم جیلی رحمتہ اللہ علیہ یہ کبار اولیاء اللہ میں سے ہیں آپ نے ایک کتاب الانسان الکامل لکھی ہے اس میں معراج کے متعلق ایک حدیث لکھی ہے کہ قف یا محمد فانی اصلی ٹھہر د محمد میں نماز پڑھتا ہوں اللہ کی نماز اس کی شان کے مطابق ہوگی۔ یہ آواز اللہ

کے پردہ کے پیچھے سے ہوگی۔ یعنی معراج کے موقع پر اللہ تعالی کی یہ
آواز پردہ سے آئی۔

درس نمبر ۲۹
۱۹ دسمبر ۱۹۶۵ء

حکمتِ نماز و اوقاتِ نماز

آج کے درس میں پانچ نمازوں اور ان کے اوقات کی حکمت بیان ہوگی۔ نمازیں بھی پانچ اور اوقات بھی پانچ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ ایمان کے بعد سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ نماز ہے۔ بخاری شریف میں حدیث قدسی حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے۔ حدیث قدسی اس کو کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام خدا کے حوالہ سے بیان کریں کہ خدا تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ حدیث جضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے بندوں تک یہ پیغام پہنچا دو۔

ماتقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبیتہ فاذا احببتہ الخ اس طرح میں اس کا ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے حدیث شریف کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ خدا بن گیا بلکہ بندۂ خدا بن گیا۔ یعنی اس کے کان اور آنکھ وغیرہ وہ چیز دیکھتے۔ سنتے اور کرتے ہیں جن سے میں راضی ہوں۔ یعنی وہ اپنی ساری رضا مندی کو میری رضا پر مٹا دیتا

ہے۔ آج کل کوئی آدمی جو بڑا ہوجائے یعنی دنیاوی ترقی کرلے تو غریب آدمی اس کے نزدیک نہیں آسکتا۔ لیکن اللہ تعالی احکم الحاکمین کے باوجود بندہ اس کے قریب ہوجاتا ہے۔

حضرت انس رضؓ سے مروی ہے من تقرب منی شبراً اگر بندہ ایک بالشت میرے قریب آئے تو میں ایک گز قریب ہوتا ہوں ومن تقرب منی ذراعاً اور اگر بندہ ایک گز تو میں دو گز قریب ہوتا ہوں اور جو آہستہ آہستہ آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں مطلب یہ کہ بالشت کے بدلہ میں گز وغیرہ یہ دلیل ہے کہ قرب الہی کے حاصل کرنے میں تم سے کوتاہی ہوگی ادھر سے نہ ہوگی خاص کر ماہ رمضان شریف میں حدیث اولہ رحمتہ واوسطہ مغفرۃ واخرہ عتق من النیران اذا جاء رمضان فتح ابواب الجنتہ وغلقت ابواب جہنم جنت کے دروازے کے کھل جانے کا کیا مطلب ہے یعنی ہر نیکی جنت کا دروزاہ ہے اور ہر گناہ بھی جہنم کا دروازہ ہے تو مطلب یہ کہ رمضان شریف میں نیکی کرنا آسان اور گناہ کرنا ایک حد تک کم ہوجاتا ہے اور شیطان کی بندش کا مطلب یہ کہ اس ماہ شیطان کم بہکاتے ہیں۔ حدیث شریف کل عمل ابن آدم بعشر امثالہا (رمضان شریف میں) بنی آدم کی ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہوتی ہے۔ اِلّاالصَّوم کہ اس کا تو حساب کتاب بھی نہیں۔ یہ ہے رمضان شریف کی برکت۔ فَاِنَّہٗ لِی کہ وہ روزہ میرے لئے ہے یہ خاص میری چیز ہے کچھ مقرر نہیں جو چاہونگا دیدونگا اور جتنا چاہونگا دیدونگا۔ بہرحال نماز

چاہے فرض ہو یا نفل بہت بڑی چیز ہے۔ نماز کو اللہ تعالی نے دن رات میں پانچ مرتبہ مقرر کیا ہے اللہ کے ہاں کوئی حکمت ہوگی جس کا ہمیں علم نہیں اگر ہمیں علم ہوجائے تو پھر اللہ اور بندہ میں کیا فرق ہوگا۔ تاہم ہم حقیر و ذلیل انسانوں کو جو کچھ حکمتیں سمجھ آئی ہیں وہ یہ ہیں۔ (1) نماز اور ہر عبادت ایک نعمت کا شکرانہ ہے خواہ یہ شکرانہ پورا ہوسکے یا نہ ہوسکے بلکہ پورا ہو ہی نہیں سکتا۔ بزرگ کا مقولہ کہ میں کیا شکر بجالاونگا۔ خود نماز بھی نعمت کا ایک شکر ہے۔ انسان جب اپنے وجود کے داخل پر نظر ڈالتا ہے تو اسے پانچ نعمتیں نظر آتی ہیں اور حیرت انگیز نعمتیں ہیں مثلاً ایک روح اور ایک بدن یہ فلسفہ اور شریعت سے ثابت ہے کہ بدن چار عنصروں کا مجموعہ ہے پانی، آگ، مٹی، ہوا کے جزو موجود ہیں۔ جب رحم مادر میں خدا تعالی بچہ بناتا ہے تو خدائی آگ میں سے کچھ آگ رکھ دیتا ہے اسکی بدولت بدن گرم نظر آئے گا۔ اس کو حرارت عزیزی کہتے ہیں اگر یہ نہ ہو تو بچہ بڑھے نہ اور بلوغ کے بعد وہ آگ کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہضم کے علاوہ نشو نما بند ہوجاتا ہے۔ اگر یہ فطرتی آگ بدن کے اندر نہ ہوتی تو ہمارا خون مردہ ہوجاتا۔ اس کے ذریعہ بدن میں آنکھ دیکھتی ہے اور دماغ علم حاصل کرتا ہے پاؤں چلتے ہیں وغیرہ یہ صرف اللہ تعالی کی رکھی ہوئی ایک آگ ہے۔ آدمی جب مرجاتا ہے تو وہی آگ ختم ہوجاتی ہے تو وہی آنکھ موجود ہے مگر دیکھ نہیں سکتی۔ وہی زبان ہے جو بول نہیں سکتی وغیرہ تو ایک نار الہی سے

کیا فائدے ہیں۔ پانی کا جز تو ظاہر ہے آدمی جب کام کرتا ہے یا موسم گرما میں دوڑتا ہے تو پسینہ نکلتا ہے یہ اعلان ہے کہ انسان تیرے اندر پانی ہے۔ سانس دلیل ہے کہ ہوائی جزو موجود ہے۔ اگر انسان جسم کو کھجلے تو مٹی ظاہر ہوجاتی ہے یہ مٹی والا جزو موجود ہے ان چاروں سے بدن تیار ہوا اس کے بعد آسمانی لطیف روح ساتھ کردی بس بدن تیار ہوگیا۔ پھر ان چار چیزوں میں بذریعہ خاصیت مقابلہ ہے یعنی ان میں اتفاق لانا مشکل ہے یعنی پانی، آگ، ہوا اور مٹی نے اتفاق کر کے ایک انسان کو سو سال زندہ رکھا اتنا عرصہ تو ماں بیٹی بھی اتفاق نہیں کر سکتی مگر یہ چاروں ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور اتفاق کئے ہوئے ہیں۔ مثلاً آگ اور ہوا ہلکی چیزیں ہیں جو اوپر کو اٹھتی ہیں اور مٹی اور پانی کثیف چیزیں ہیں جو نیچے گرتے ہیں۔ ان پر کون کنٹرول کر سکتا ہے؟ لیکن اللہ تعالی کا کتنا بڑا کنٹرول ہے کہ سب کو ایک جگہ رکھا ہوا ہے یہ اللہ تعالی کا بہت بڑا انتظام ہے۔ پھر ان کا اور حیثیت سے بھی اختلاف ہے کہ پانی آگ کو بجھاتا ہے پانی کی خاصیت بہہ جانا ہے۔ اور مٹی کی خاصیت جم جانا یا سخت ہو جانا اللہ تعالی نے ان کو برابر کیا اور ان کی باہمی دشمنی کو ختم کیا۔ سورۃ یاسین من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون۔ عرب میں بعض ایسے درخت ہیں جو اگر سبز شاخ جلائی جائے تو بڑی آسانی سے جلتی ہے تو اللہ تعالی نے آگ کو اور پانی کو لکڑی میں رکھا۔ مٹی سخت ہوتی ہے مگر انگلیاں اور ہاتھ پاؤں وغیرہ

جلتے ہیں اور پانی کا معنی بہہ جانا تو ہمارا بدن پگھل پگھل کر بہہ جاتا لیکن اللہ حکم دیتا ہے کہ ٹھہرے رہو اور مٹی کو حکم دیا کہ تم مڑتے رہو سخت مت ہو۔ پھر عجیب بات کہ بدن کے اجزاء اربعہ میں بھی دشمنی ہے کہ ہوا ایک ایسی چیز ہے کہ موجود تو ہوتی ہے اور محسوس بھی ہوتی ہے مگر نظر نہیں آتی۔ تو مطلب یہ کہ ہوا میں لطافت ہے اور آنکھ کے اندر بھی لطافت ہے۔ اس کے علاوہ پانی اور مٹی میں کثافت ہے ہوا اور آگ چاہتی ہے کہ انسان کا بدن ایسا کمزور ہو کہ جو چاہے اس کو چیر لے جس طرح آگ اور پانی میں دوڑو تو وہ چر جاتے ہیں۔ اب چاروں مل کر انسان میں آ گئے تو ایک لحاظ سے کثیف اور ایک لحاظ سے لطیف ہونا چاہیے۔ ہوا کے لحاظ سے انسان کو بے رنگ ہونا چاہیئے۔ پانی بھی بے رنگ ہے۔ آگ بھی بے رنگ ہے مگر یہ خاکی اجزاء مل کر رنگ بن جاتے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو حقیقت میں فی نفس الامر کے اعتبار سے تین غیر رنگدار ہیں اور ایک مٹی رنگدار ہے اب انسان کو رنگدار یا غیر رنگدار ہونا چاہیئے۔ لیکن اللہ تعالی نے ایسی ترتیب دی کہ رنگدار انسان بنا اور مٹی نے گدلا پن چھوڑ کر حسن اختیار کر لیا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم پھر اس بدن کو روح سے معاملہ ہے۔ اور روح ایسی لطیف چیز ہے کہ مٹھی میں بھی نہیں پکڑ سکتا۔ ایسی لطیف چیز کو کثیف سے جوڑ لگایا بدن زمینی اور روح آسمانی۔ روح اڑ کر آسمان پر اور بدن چور چور ہو کر زمین پر جانا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالی نے تنظیم کی

انسان کے اندر پانچ نعمتیں ہیں ایک روح اور چار عنصر۔ ہر نعمت کا تقاضا یہ کہ اس کا شکرانہ بجالانا چاہئے۔ تو پانچ نماز شکرانہ کیلئے رکھیں۔ یہی حکمت ہے کہ نمازوں کی تعداد پانچ رکھی گئی۔ یہ ایک حکمت ہوئی۔

دوسری حکمت یہ کہ انسان کے اندر پانچ نعمتیں اور بھی ہیں جن کو حواس خمسہ ظاہرہ کہتے ہیں۔ مثلاً قوۃ سامعہ، کان میں اور قوۃ باصرہ، آنکھ میں اور قوۃ شامہ، ناک میں اور قوۃ ذائقہ زبان میں یہ چار قوتیں محدود ہیں اور ایک ہے قوۃ لامسہ یعنی چھو جانے کی قوۃ یہ سارے بدن میں رکھی۔ اس کا کام سختی اور نرمی کو معلوم کرنا ہے۔ لین اور صلابت، حرارت و برودت بتلانا اس کا کام ہے۔ ہمواری اور ناہمواری ہونا بھی اس قوۃ لامسہ سے پتہ چلتا ہے سیمنٹ کے فرش پر ہاتھ پاؤں پھیر کر پتہ چلتا ہے کہ فرش ہموار ہے یا کہ ناہموار۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا کہ وہ چار قوتیں تو خاص جگہوں پر رکھیں مگر قوۃ لامسہ پورے بدن میں رکھی تا کہ آدمی کے بدن کا کوئی حصہ آگ میں نہ پڑ جائے اگر پڑ جائے تو وہ قوۃ لامسہ موجود ہو جس سے آدمی آگ کا پتہ لگا سکے ناک سونگھتی ہے زبان چکھتی ہے وغیرہ یہ سب چیزیں انسان کے اندر رب العزۃ نے خود ہی ڈالیں۔ یہ سب چیزیں گوشت، رگیں یا پٹھے وغیرہ ہیں چونکہ اللہ نے کائنات مسخر کردی ہے تو حکیم نے اپنی حکمت کا زور لگایا اور حکمت کے اصول و علاج وغیرہ نکالے۔ تو ناک، زبان وغیرہ یہ سب اپنے اپنے کام کرسکتے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ جو کام ایک عضو کے ذمہ لگا وہ کام دوسرا نہیں کرسکتا تو معلوم ہوگیا کہ یہ دوسری پانچ نعمتیں بھی انسان کے جسم کے اندر موجود ہیں ان میں سے ہر ایک نعمت کا تقاضا ہے کہ ایک ایک نعمت کے مقابلہ میں نماز شکرانہ ہو۔ دیکھو ایک نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کس قدر پر حکمت ہے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ ہمارے جسم کے اندر دماغ میں پانچ نعمتیں موجود ہیں جنکو حواس خمسہ باطنہ کہتے ہیں۔ پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالی نے ہر کام کیلئے عجیب انتظام رکھا ہے۔ انسانی دماغ تین کمروں میں ہے اور ہر کمرہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا کل چھ ہوگئے اور ایک کو خالی چھوڑا۔ اور ان پانچ کو قدرت نے خاص طاقت عطا کی ہے بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم سمجھنا اور پوچھنا چاہتے ہیں۔ اور کچھ محسوسات ہیں مثلاً لوہا، لکڑی، دروازہ، کھڑکی وغیرہ یہ چیزیں آنکھ سے معلوم ہوتی ہیں اور دوسری چیز ہے معلومات جس طرح مقرر جو تقریر کرتا ہے یہ دماغ سے بذریعہ زبان نکلتی ہے۔ ان الفاظ کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی کیونکہ یہ محسوسات نہیں۔ بلکہ معلومات ہیں۔ تو یقینی بات ہے ہمیں جن اشیاء کی ضرورت ہے انکی دو شکلیں ہیں معلومات اور محسوسات تو ان کیلئے دو طاقتوں کی ضرورت ہے۔ (1) ایسی قوت جو چیز کو حاصل کرے۔ (2) دوسری وہ جو چیز کو باقی رکھنے کی قوت رکھتی ہو۔ تو تین کمرے میں سے ہر ایک کمرہ دو حصوں پر مشتمل ہے کل چھ

حصے ہوگئے۔ پہلا حصہ حس مشترک کا کمرہ اس کا کام ہے کہ کائنات میں جو محسوسات ہیں ان کو حاصل کرنا۔ مثلاً آپ کوئی چیز کمرہ میں رکھنا چاہیں یعنی باہر سے حاصل کی ہوئی چیز کمرہ میں محفوظ کریں۔ تو محفوظ کرنے کیلئے دوسری قوت متخیلہ رکھی مثلاً دس سال بعد ایک [illegible] یکھو تو کہتے ہیں کہ یہ تو فلاں آدمی ہے تو حس مشترکہ نے [illegible]ں اور قوت متخیلہ نے محفوظ رکھ لی۔ تو چونکہ نقشہ قوت متخیلہ میں موجود تھا اس لئے دس سال بعد پہچان لیا یہ ہے محسوسات کے متعلق۔ اب معلومات کے متعلق مثلاً لوگ قرآن یاد کرتے ہیں تو یاد کرنے کیلئے ایک قوت چاہیے تو اس کا نام ہے قوت وھمیہ تو یہ معلومات کو حاصل کرتی ہے تو اب ان کو محفوظ کرنے کیلئے ایک قوت چاہیئے اس کا نام ہے قوت حافظہ یہ چار طاقتیں ہوگئیں اب پانچویں طاقت قوۃ حاکمہ ہونی چاہیئے ایک معلم کو تعلیم میں ایک مدرس کو تدریس میں معلومات اور محسوسات کی ضرورت ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے قوۃ متفکرہ رکھی۔ کہ اس قوۃ سے سوچ کر تعلیم دو یا تصنیف کرو تو یہ پانچ نعمتیں ہوئیں اگر یہ نہ ہوں تو انسان انسان نہیں تو ہر نعمت شکرانہ چاہتی ہے تو اس لئے پانچ نمازیں شکرانہ ہیں۔

درس نمبر ۳

۲۲ دسمبر ۱۹۶۵ء

۵ نعمتوں کا شکریہ ۵ نمازیں

ویقیمون الصلواۃ نمازیں پانچ ہیں۔ پانچ نمازوں کی تین حکمتیں بیان ہو چکیں۔ آج چوتھی حکمت کا بیان ہے۔ انسانی زندگی کے پانچ دور ہیں اور زندگی کا ہر دور ایک نعمت ہے اور ہر نعمت کے بدلہ شکر یا عبادت ضروری ہے تو پانچ نمازیں شکریہ کیلئے رکھیں۔ زندگی کے پانچ دور یہ ہیں (1) جنینی جب آدمی شکم مادر میں ہوتا ہے۔ (2) دور دنیاوی۔ (3) دور قبر۔ (4) دور میدان قیامت یہ بھی زندگی کا لمبا دور ہے۔ اس کے بعد حرکت یا مسافت ختم اصل ٹھکانے پر جانا ہے۔ جنت یا جہنم۔ (5) تو پانچواں دور جنت یا جہنم۔ یہ سب کے سب اہم دور ہیں۔ ان میں فیصلہ کن دنیاوی زندگی کا دور ہے جو سب دوروں سے مختصر ہے رحمی دور تو ایک بنیاد ہے باقی سب دوروں سے دنیاوی زندگی کا دور مختصر ہے۔ دنیا کی زندگی ایک شعلہ ہے بس چمکی اور بجھ گئی آگے قیامت کا دن از روئے قرآن پچاس ہزار سال کا ہے فتح الباری کہ دنیا کی ساری عمر کے برابر ایک دن ہوگا۔ خلدین فیھا ابدا اور پھر جنت و جہنم کی توحد

ہی نہیں کہ بس ان میں ہی رہنا ہے تو قبر۔میدان حشر۔اور جنت و جہنم ان سب کا تعلق دنیا کی مختصر زندگی پر موقوف ہے۔ کنزالعمال۔کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ موت کے متعلق کیا خیال ہے۔ایک نے کہا جب میں قیام میں ہوتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید رکوع نہ ملے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے تو بڑی لمبی مدت رکھی میں تو ہر سانس کو آخری سانس سمجھتا ہوں اور موت کا تصور عبادت کیلئے چابی ہے۔ عبادت میں چستی موت کے تصور سے ہوتی ہے۔ اگر موت یاد ہو تو کوئی وقت بھی یادالٰہی کے سوا نہ گذرے۔ اللہ تعالی کی اطاعت کا ذریعہ موت کا تصور ہے۔ ہر دن کو زندگی کا آخری دن سمجھنا چاہیئے۔ اس سے دنیا کے غم مٹیں گے اور عبادت میں چستی پیدا ہوگی۔ احیاء العلوم میں درج ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا عرض کی کہ مجھے ہمیشہ پریشانی رہتی ہے۔ کہ میں روزی زیادہ کماؤں اور اولاد کیلئے بہت کچھ جمع ہوجائے۔ فرمایا اس دن کو زندگی کا آخری دن سمجھو تو تھوڑا مال بڑھ جائے گا۔ بہرحال ان پانچ دوروں میں دنیا کا دور فیصلہ کن ہے اگر ہم نے دنیاوی دور میں کچھ کمایا ضائع نہ کیا تو سب دور بہترین سے بہترین بن جائیں گے۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ دنیاوی زندگی کے دس منٹ گنوانے کے بعد ہزاروں سال لوگ پچھتائیں گے۔ ماں کے پیٹ میں انسان کا نقشہ حیات بنتا ہے۔ قال ابن مسعودؓ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق

الصدق وہ خود سچے اور اللہ تعالی نے ان کو سچا کہا ہے ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ نطفتہ ثم یکون علقتہ ثم یکون مضغتہ کذالک فیرسل علیہ الملک فینفخ فیہ الروح فیکتب رزقہ واجلہ وعملہ فیعمل بعمل اھل الجنتہ حتی لم یبقی بینہ وبین الجنتہ الاذراعاً سبقہ الکتابتہ فیعمل بعمل اھل النار حتی یدخل النار جنت کے اعمال کر کرکے اس کے اور جنت کے مابین صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کے بعد وہ نقشہ جاتا ہے تو اس کے مطابق جہنمی اعمال شروع کردیتا ہے تو وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔ تو اسی طرح ایک آدمی جہنم والے اعمال کرتا رہتا ہے تو اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو لکھی ہوئی تقدیر غالب آجاتی ہے تو وہ جنت والے اعمال کرتا ہے یہاں تک کہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ انجام آخری وقت پر موقوف ہے۔ ریاض الصالحین کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں جب لوگوں کے بال سفید ہونا شرع ہوتے تو کہتے کہ اب ہماری زندگی کا آخری دور شروع ہوگیا۔ نیکی تو وہ شروع سے کرتے تھے مگر یہ ان کی عادت تھی کہ بڑھاپے میں چستی کرتے تھے۔ اب تو ایک ماہ رمضان شریف بابرکت آرہا ہے۔ تو آدمی کو چاہیئے کہ رمضان سے پہلے دو رکعت نماز نفل توبہ اس طرح پڑھے کہ دونوں رکعتوں میں تین تین بار قل ھواللہ احد پڑھے بعد میں تین بار یا سات بار استغفراللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ تلاوت کرے تو پھر توبہ کرے تو اللہ میاں پہلے

والے گناہ معاف کر دیتا ہے پھر بعد میں رمضان شریف میں نیکی کا لطف آئے گا۔ صلوٰۃ توبہ واستغفار کے بعد مراقبہ تصور معاصی اجمالاً اور پانچویں چیز دل میں غم اور ندامت پیدا کرے تاکہ توبہ قبول ہوجائے۔ نامہ اعمال میں اللہ کا قلم توبہ کا اس وقت آتا ہے جب قلب میں گناہوں کی ندامت پیدا ہو اور ندامت کے بعد پختہ ارادہ کیاجائے کہ پھر گناہ نہیں کرونگا تو اللہ میاں معاف کر دیتے ہیں۔ حدیث شریف الموت تحفۃ المومن۔ یہ تو اللہ سے ملنا ہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے روزہ کی تین شکلیں بتلائی ہیں۔ (1) ایک ہے صوم العوام یعنی کھانا پینا اور ہمبستری کا روزہ یہ عام لوگوں کا روزہ ہے۔ (2) صوم الخواص کہ ان تینوں کے علاوہ گناہوں سے بچنا۔ (3) صوم اخص الخواص وہ یہ کہ مشغولی غیر حق سے باز آنا۔ یعنی اللہ کے تصور اور اس کے خیال سے ہٹانے والی چیزیں اس کے تصور میں نہ آئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر توانسان دنیا کا کوئی کام نہ کرے۔ تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا کہ ہاتھ پاؤں چلتے رہیں مگر اللہ کا تصور غالب ہو جس طرح بھوکے پر بھوک کی حالت غالب رہتی ہے۔ مگر وہ دنیا کے کاموں میں ہاتھ پاؤں چلاتا رہتا ہے تو زندگی کے پانچ ادوار جو پہلے ذکر کر آیا ہوں ان کے شکرانہ کیلئے پانچ نمازیں رکھی گئیں۔ (5) پانچویں حکمت یہ ہے کہ میدان قیامت میں پانچ چیزوں کا سوال ہوگا

حدیث شریف۔ کہ تمہیں زندگی کی جو قیمت دی تھی وہ

کہاں صرف کی۔ تو چار سوال ازروئے حدیث ہیں اور ایک ازروئے قرآن ہے۔ بزرگ کا مقولہ ہے کہ دنیا کی ایک سیکنڈ کی عبادت کی زندگی جنت کی ہزاروں اربوں سال کی زندگی بخشتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم ایک دفعہ پڑھنے سے اتنا اجر ملتا ہے کہ جس سے پورے آسمان اور زمین کی فضا بھر جاتی ہے۔ وعن شبابہ فی ماا بلاہ اور جوانی کہاں صرف کی۔ وعن مالہ من این اکتسبہ اور مال کہاں سے کمایا۔ وانفقہ اور مال کہاں خرچ کیا۔ وعن العلم ماذا عمل بہ کہ علم پر کتنا عمل کیا۔ کہ ایمان کا سوال ہوگا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ پانچ سوال ہیں تو اس حساب سے کامیاب ہونے کے لئے پانچ نمازیں رکھیں۔

ایک ایمان، ایک نماز، ایک روزہ، ایک حج، اور ایک زکوۃ ہے یہ پانچ عبادتیں ہیں جنہیں اللہ تعالی نے نظام حیات کے مطابق رکھی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ انسانی زندگی کیلئے کچھ ادوار ہیں مثلاً ایک چیز تو علی الدوام ضروری ہے مثلاً سانس لینا یہ ہر وقت ضروری ہے۔ اور دوسرا اخروی زندگی کے لئے ایمان ہر وقت ضروری ہے۔ سانس پر دنیوی اور ایمان پر اخروی زندگی موقوف ہے۔ ان کے علاوہ انسانی زندگی کیلئے اہم چیز اکل وشرب ہے ان میں تکرار ہے دوام نہیں کہ ہر وقت کھاتا پیتا رہے۔ تو سانس کے مقابلہ میں ایمان اور کھانے پینے کے مقابلہ میں نماز رکھی گئی اس میں دوام نہیں بلکہ کھانے پینے کی طرح تکرار ہے۔ تو نماز

میں بھی تکرار ہے۔ عام طور پر صبح کا ناشتہ۔ دوپہر اور رات کا کھانا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دن میں دو مرتبہ پانی پینا زندگی کی جزو ہے تو یہ کل پانچ ضروریات زندگی ہوئیں تو اس لئے نمازیں بھی پانچ رکھیں۔ ایک حاجت اور ہے۔ کہ انسان سال بھر کیلئے غلہ ذخیرہ کرتا ہے تو یہ ذخیرہ کرنا حاجتمندی ہے۔ تو 12 ماہ میں انسان ایک بار غلہ جمع کرتا ہے اور یہ اتنا ضروری ہے کہ چیونٹی بھی غلہ ذخیرہ کرتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اخروی زندگی کیلئے دو عبادتیں رکھی۔ (1) روزہ۔ (2) زکوۃ۔ یہ دونوں عبادتیں سال میں ایک بار رکھیں۔ اور چوتھی حاجت عمری ہے کہ انسان کی زندگی میں ایک بار ضرورت ہوتی ہے وہ ہے کفن۔ کہ زندگی میں اس کی ایک بار ضرورت پڑتی ہے تو اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے حج رکھی ہے اخروی زندگی کیلئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ ہے بھی کفن کی بہ نسبت۔ (احرام کو کفن سمجھے) کہ حج کے موقع پر جب انسان سواری پر چڑھے تو حاجی اس سواری کو جنازہ کی چار پائی سمجھے۔ اور جب رشتہ داروں سے الوداع کرے تو آدمی اس وقت کو نزع کی حالت سمجھے۔ اور جب آدمی حرم پاک میں داخل ہو تو اسے قبر سمجھے کیونکہ وہاں شکار ہر چیز کی پابندی ہے۔ اس کے بعد حج کی سختیوں کو قبر کی حالت سمجھے۔

درس نمبر ۳۱
۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء

مقصدِ صلوٰۃ تکمیلِ محبّتِ الٰہی

ویقیمون الصلوۃ پانچ نمازوں کی چار حکمتیں بیان ہوگئیں۔ آج پانچویں حکمت کا بیان ہے اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں کیونکہ ہر نماز کا مقصد محبت الٰہی کی تکمیل ہے۔ یعنی ہم کو پانچ محبتوں نے گھیرا ہے اور محبت مخلوق ہے خالق نہیں اور اللہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت غالب ہو وہ پانچ محبتیں کون سی ہیں۔ (1) محبت نفس انسان کو اپنے نفس سے محبت ہے۔ انسان دنیا میں راحت و چین سے رہنا چاہتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو مارنا چاہے تو وہ اپنی حفاظت کرتا ہے۔ (2) محبت زوجیت بیوی سے محبت وجعل بینکم رحمۃ ومودۃ تو محبت زوجات۔ (3) محبت اولاد۔ (4) محبت اموال۔ (5) محبت عزوجاہ۔ اپنی عزت و شہرت کی محبت۔ الیکشنوں میں تم نے دیکھا ہے کہ عزت کی لڑائی ہے۔ یہ پانچ محبتیں ایسی ہیں کہ انسان ان کے اندر گھرا ہوا ہے۔ اور ہر ایک محبت کا مختلف تقاضا ہے۔ تو موت تک انسان ان کی خواہشات سے فارغ نہیں ہوسکتا۔ ان میں پھنس کر آخرت کیلئے انسان کیا

تیاری کرے گا؟ حالانکہ اگر ان پانچ پر تنقید کی جائے تو یہ اس درجہ کی محبت کی چیزیں نہیں ہیں جس طرح ہم ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ سب سے اول تمہارا بڑا دشمن تمہاری جان ہے نفس ہے یہ ہے نفس کا حال جو حدیث میں بیان ہوا ہے۔ جو ناشکرا ہے اس سے جہاد کرو۔ بزرگان کا قول ہے کہ جو سب سے ناشکرا ہے وہ نفس ہے اس سے جہاد کرو۔ نفس کی خواہشات دوزخ کی طرف لیجانے والی چیزیں ہیں۔ دنیا کا دشمن چند دن کی زندگی سے محروم کرے گا مگر نفس ابدی زندگی میں جنت سے محروم کرے گا۔ واما من خاف مقام ربہ و نھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی جو اللہ سے ڈرا اور نفس سے جہاد کیا اس کے لئے جنت ٹھکانہ ہے اگر ہماری فوج پاکستانی سرحد پر بھارت کے ملک کو عزیز سمجھیں تو کتنا نقصان ہوگا۔ اسی طرح ہم اگر نفس کو جو ہمارا قریب ترین دشمن ہے اس کو عزیز بنائیں تو نقصان عظیم ہوگا۔ اس کے بعد بیوی کا مسئلہ اگر نیک ہو تو پھر تو اس کے برابر کوئی مقام نہیں۔ اگر بیوی کے ہر مطالبہ و خواہش کو مانیں تو انسان موت تک منکرات سے نہیں بچ سکتا۔ تو یہ بیوی رشوت پر مجبور کرتی ہے نہ خواہشات ختم ہونگی نہ رشوت ختم ہوگی۔ النساء حبائل الشیطین ایسی صورت میں عورت شیطان کی رسی بن جاتی ہے جس طرح انسان کسی چیز کو رسے کے ذریعے کھڈ یا کنوئیں میں ڈالتا ہے تو اسی طرح عورت شوہر کو جہنم میں ڈالتی ہے۔ اس کے بعد زیور یہ

ایک جہنم ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک شہزادی نے کوئی جرم کیا تھا تو سزا کے طور پر سونے کے چند ٹکڑے اس کے جسم سے چپکا دئے تو یہ معلوم نہ تھا کہ شیطان ہمیشہ کیلئے پسند کروادیگا۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ اگر زیورات وغیرہ کی زکوۃ نہ نکالی گئی تو ان زیورات کو قیامت کے دن گرم کرکے جسم پر داغا جائے گا۔ اساس البیت یعنی گھر کے سامان کے مطالبات عورت ہمیشہ اتنی چیزیں جمع کرتی ہے شاید موت تک ان کی باری نہیں آتی۔ قوامون علی النساء تو مرد عورت پر حاکم ہے کہے کہ جائز مطالبہ مانوں گا۔ اس کے بعد مال و اولاد کا حال قرآن انما اموالکم واولادکم فتنۃ کیا انسان اولاد اور مال میں پھنس کر اپنے اصل وطن کی تیاری کرتا ہے یا نہیں۔ امام غزلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اور چیزوں کا تو فائدہ نظر آتا ہے مگر یہ عزت حاصل کرنا۔ یہ نافائدہ ہے فرمایا عزت کا فائدہ ہے لوگوں کے دل کا مالک بنوں یہ ملک القلوب۔ القلوب مملک الاموال جس بڑے آدمی کے دل کے آپ مالک بن گئے تو آپ اس کے مال کے مالک بن گئے۔ اگر مال مقصود نہ ہو تو انسان شہرت یا عزت کی طلب نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالی عزت دے دے تو وہ اور بات ہے۔ فلا تزکوا انفسھم اپنے نفس کو پاک نہ سمجھو۔ بہر حال یہ پانچ محبتیں ہیں تو بسا اوقات یہ پانچوں تباہی کا باعث بن جاتی ہیں حدیث حب الدنیا راس کل خطیئۃ جائز مال سے نہیں روکا گیا۔ حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باہر

سے ایک شخص آیا عرض کی کہ کچھ لکھ دو جو یادگار ہو تو آپ نے یہ حدیث پاک لکھ دی گمنامی بسا اوقات زیادہ فائدہ دیتی ہے۔ رب اشعث وہ شخص جس کے بال پراگندہ ہوں کہ تیل کی قیمت نہیں۔ غبار آلود کہ صابن کی قیمت نہیں مدفوعاً بالابواب جس کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے کہ تم نہیں مل سکتے لواقسم علی اللہ برہ۔ لابرہ، اگر قسم کھائے کہ اللہ یہ کام کرے گا تو خدا اسی طرح کرے گا۔ حدیث شریف ایک مشہور و معروف آدمی گذرے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی کیسا ہے۔ ھذا فیکم ھذا ان قال یسمع اگر یہ بات کرے تو سنی جاتی ہے۔ اگر نکاح طلب کرے تو نکاح دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک غریب آدمی گذرا پھر آپ نے پوچھا یہ کیسا ہے۔ کہا کہ اگر بات کرے تو سنی نہیں جاتی وغیرہ۔ تو فرمایا ھذا خیر من مثلہ کہ یہ پہلے آدمی سے جو گذرا ہے اگر وہ پوری زمین میں پھیل جائیں۔ تو اس سے کم ہیں۔ یہ پانچ محبتیں کار آمد بھی نہیں۔ ترغیب و ترہیب منذری میں ابن عمرؓ کی روایت ہے الصوم والقرآن یشفعان وھو یشفعان کہ روزہ اور قرآن سفارش کرتے ہی۔ (اور سن لو کہ) وہ مقبول ہیں وللہ من کل لیتہ رمضان عتق الف الف رمضان کی ہر رات اللہ تعالی دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ دنیا میں مسلمان کے برابر کسی کی تعداد نہیں۔ اور رمضان کی 29 تاریخ کو گذشتہ تمام راتوں کے برابر آزاد کرتے ہیں تو کل پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ تعداد ہو گئی۔ اللہ تعالی ہی ان میں ہمارا نام

کردے یہ خالص رحمت کی لوٹ ہے وہ بد بخت اور بد قسمت ہے جو اس فہرست میں شامل نہ ہو۔ تو پہلے تو یہ پانچ محبتیں دنیا میں جدا ہوجاتی ہیں۔ مثلاً جب موت آئی تو جان اور جسم جدا ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح زوجین کی جدائی۔ اور مال بھی کبھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ اور موت کے وقت تو ویسے ہی جدا ہوجاتا ہے۔ اور اسی طرح عزت بھی مرزا سکندر ملک کا صدر تھا اب بھاگ کر لندن میں بیٹھا ہے۔ لیکن آپ دیکھیں اس کے مقابلہ میں دین کا جو کام کریں گے وہ ہر مقام پر ساتھ ہے۔ قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقہ یہ کبھی جدا نہیں ہونگے بلکہ دنیا، قبر، آخرت اور جنت تک ساتھ ہونگے۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ آخرت کیوں محبوب ہے فرمایا جب نعمتیں جمع ہوں تو لطف آتا ہے تو ہر نعمت جنت میں موجود ہوگی۔ یہاں کوئی مرا ہوا ہے اور کوئی زندہ ہے لیکن وہاں سب جمع ہونگے۔ تو محبوبات خمسہ ـ اعداء ہیں۔ پھر یہ جدا ہیں۔ تیسرا یہ کہ ان سے نفع نہیں۔ بہت لوگ تعویذ لینے آتے ہیں کہ بیوی بگڑ گئی ہے۔ اسی طرح اولاد اور مال بھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ تم اس سے محبت کرو اور وہ تم سے بگڑ جائے۔ تو حضرت جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ رومی فرماتے ہیں کہ زندگی میں دس کروڑ کمایا اور کھایا بس ختم ہوا مگر دس کروڑ کا حساب دینا پڑے گا۔ حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کو ایک آدمی ملا پوچھا مال بہت جمع کیا۔ کہ ہاں۔ فرمایا عمر کہاں ہے۔ کہا وہ تو میرے اختیار میں نہیں۔ تو فرمایا مال عمر میں کھایا جاتا ہے اور اگر عمر

نہ ہو تو کیا کرو گے؟ دریاء پر انسان اتنا پانی پیئے گا جتنا اس کے چلو یا پیٹ میں سمائے گا نہ کہ پورا دریا۔ تیسری بڑی بات یہ کہ یہ محبوبات بیوفا ہیں دوست وہ ہے جو سختی میں کام آئے۔ اور انسان کیلئے میدان قیامت میں سے زیادہ سخت اور کوئی مقام نہیں۔ ایک تو وہ اچانک آنے والا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ایک آدمی حوض کا کنارہ بنا رہا ہوگا کہ جانوروں کو پانی پلاؤں۔ اور ایک گز سے کپڑا پیمائش کر رہا ہوگا۔ اور ایک منہ میں لقمہ ڈال رہا ہوگا کہ اچانک قیامت آجائے گی۔ فرماتے ہیں کہ پہلے شروع شروع میں تو صور کی آواز آہستہ آہستہ ہوگی مگر بعد میں اتنا زور سے ہوگا کہ جاندار کا روح قبض ہوجائے گا اور پھر اتنا زور سے ہوگا کہ آسمان اور پہاڑ پھٹ جائیں گے۔ (بھائی بھائی سے، ماں باپ سے، دوست واحباب وغیرہ سے) یوم یفرالرءمن اخیہ وامہ ابیہ وصاحبتہ وبنیہ — ایسا سخت مقام ہوگا کہ ایک دوسرے سے بھاگیں گے تو اس سخت موقع پر یہ پانچ محبوبات انسان کی دشمن ہونگی۔ تو اللہ تعالی نے ان کے مقابلہ میں پانچ نمازیں رکھیں کہ تھوڑی دیر کیلئے ان پانچ محبوبات سے الگ ہو کر ایک دوسری حقیقی محبت سے جڑ جاؤ۔ اللہ اکبر کہنے سے ہاتھ کانوں پر رفع الیدین کے اشارے سے یہ ثابت ہے کہ میں نے ان پانچ محبتوں کو پیچھے پھینک دیا ہے۔ تاکہ محبت مخلوق کا محبت خالق پر غلبہ نہ ہو۔

جدید ترقی کی ایک کتاب اسلام کے سلسلہ میں ضیاء

صاحب نے لکھی ہے اس نے نفس نماز ایک نکتہ یورپی مزاج کے مطابق لکھا ہے۔ کہ دن رات کام کیوجہ سے طبیعت تھک جاتی ہے تو جی چاہتا ہے کہ کچھ دیر کیلئے دنیاوی کاموں سے الگ ہوجاؤں تو حقیقی لگاؤ تو موت سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر تصوری طور پر اللہ تعالی نے یہ نمازیں رکھیں کہ دنیا کے کاموں سے الگ ہو کر جی خوش کر لو۔

درس نمبر ۳۲
۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء

حکمت اوقات نماز

ویقیمون الصلوۃ نمازوں کی پانچ حکمتوں کا بیان گذرا اب اوقات کی حکمت کا بیان ہے اس کے بعد خصوصیات نماز۔ اخلاقیات نماز۔ اجتماعیات نماز۔ تعمیر فرد یعنی ملت کے ایک فرد کی تعمیر کیسی ہوتی ہے۔ پانچ نمازیں پانچ اوقات میں رکھی گئی ہیں۔ ابن عطاء سکندری رحمۃ اللہ علیہ جید عالم گذرے ہیں انہوں نے الحکم نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ شیخ علی نے اس کی تبویب کی ہے اس کا نام تبویب الحکم ہے اور یہ کبار اولیاء میں سے ہیں۔ کمال ابن الہمام۔ عطاء سکندری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو گئے تو ایصال ثواب کیلئے سورۃ ھود پڑھی تو جب آیت فمنھم شقی وسعید پڑھی تو اندرون قبر سے آواز آئی ایھا الکمال لیس فینا شقی کہ اے کمال ہم میں کوئی بدبخت نہیں۔ یہ ان کی کرامت ہے۔ تو انہوں نے الحکم اپنی کتاب میں ایک نکتہ لکھا فرمایا نماز پانچ وقت میں کیوں رکھی گئی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک طرف اپنے فضل و کرم کو دیکھا اور

دوسری طرف انسان کی کمزوریوں کو دیکھا کہ اے انسان تیری کمزوریوں کو دیکھ کر پانچ وقت فرض کرتا ہوں اور اپنے فضل کو دیکھ کر پچاس کا اجر کرتا ہوں۔ معراج کی رات موسی علیہ السلام نے کہا کہ پچاس سے کم کراؤ روایات کے مطابق کم سے کم ہوکر پانچ باقی رہ گئیں۔ موسی علیہ السلام نے فرمایا اس سے بھی کم ہوں تو فرمایا کہ بار بار ذکر کرنے سے حیاء آتی ہے۔ شارحین نے کہا کہ 9 بار تشریف لے گئے۔ تو جھجک محسوس نہ کی اور اب کیوں۔ نکتہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہر بار پانچ ختم کیجاتی ہیں اگر اب گیا تو بالکل ختم ہوجائیں گی۔ تو بندہ کی کمزوریوں کو دیکھا تو پچاس سے پانچ کردیں اور اپنے فضل کو دیکھا تو اجر پچاس کا رکھا۔ اوقات خمسہ کے سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بنیادی اصول بیان کیا۔ فرماتے ہیں کہ ان اوقات پر جب نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے تین باتوں کا خیال رکھا اور لحاظ کیا۔ جو نماز کی روح، تکمیل اور حقیقت کیلئے ضروری ہے وہ تین یہ ہیں۔ (1) نشاط یعنی نماز کیلئے ایسا وقت مقرر کرنا کہ قلب میں خوشی ہو اور طبیعت کھلی ہو۔ (2) فراغ کہ ایسا وقت نہ ہو کہ دنیا کے ضروری کاموں سے ٹکرائے یعنی فراغت ہو یہ ہے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حکمت۔ (3) تجد د نعمت کہ اللہ کی ایک نئی نعمت آتی ہو۔ ان تینوں کو نماز کی روح سے مناسبت ہے۔ نماز کی روح یہ ہے کہ بندہ کا قلب اللہ تعالی سے جڑ جائے۔ جب

انسان کی طبیعت کھلی رہتی ہے تو یقینی بات ہے کہ انوار الٰہی
بہت آتے ہیں۔ فراغ اگر نہ ہو تو قلب دنیوی کاموں میں الجھا رہے
گا جمعیت اور یکسوئی نہیں رہتی اور تجدد نعمت سے توجہ الی اللہ میں
اضافہ ہوتا ہے۔ یہ تین بنیادی اصول ہیں جو اوقات نماز میں شامل
ہیں۔ اب صبح کے وقت یہ ظاہر ہے کہ اس وقت طبیعت کو پوری
نشاط ہے۔ نیند سے طبیعت کی پوری تھکان دور ہو گئی۔ بھوکا نہیں
اور فراغ بھی ہے کہ اس وقت کام کی ضرورت نہیں۔ اور تجدد
نعمت یہ کہ اللہ کی کائنات کا کارخانۂ شب ختم ہوا اور نورانی دن کی
نعمت آئی جو کام وقت کیلئے مناسب ہے۔ اس نعمت کو دماغ میں
رکھ کر نماز کی روح کو آدمی پائے گا۔ اس کے بعد نماز ظہر انگریزوں
نے جو نظام رکھا ہے ہمیں اس سے بات نہیں ہمیں تو انسان کی
فطرت سے کام ہے۔ ظہر کے بعد عموماً قیلولہ رکھا گیا ہے جو مسنون
ہے بعض بزرگوں کو دیکھا ہے اگر دو منٹ باقی ہیں تو لیٹ جاتے
ہیں تاکہ سنت ادا ہوجائے۔ یہ ایک ایسا وقت ہے کہ قیلولہ سے
نشاط طبع اور کھانا بھی ہضم ہوجاتا ہے اور فراغت بھی ہے کہ کاروبار
ملتوی ہوگیا۔ تجدد نعمت بھی ہے کہ زوال کے بعد سایہ بھی تبدیل
ہوگیا۔ انقلاب ظل تو یہ تینوں چیزیں نماز ظہر میں پائی جاتی ہیں۔
اب دیکھو کہ پہلے حصہ میں انسان بہت کام کرتا ہے تو اس لئے صبح
سے ظہر تک دو تہائی وقت رکھا۔ پھر ظہر سے عصر تک کچھ وقت
فارغ رکھا تاکہ نامکمل کام مکمل کرلیں۔ دوسرا آفتاب کی گرمی میں

می اوردوپہر کا کھانا بھی ہضم اور نعمت کا یہ تجدد کہ عصر کا وقت
چاشت کے وقت سے مناسبت رکھتا ہے کہ کاروبار بھی ختم گرمی
بھی ختم اور فراغ بھی ہے اس کے بعد رات آئی تو اللہ تعالی نے دن
میں تین نمازیں اور رات میں دو کیونکہ رات کو آرام کا وقت ہے
تکلیف نہ ہو۔ اور دونوں اول وقت میں رکھیں تاکہ پوری رات
انسان کیلئے خالی ہو سکون و آرام کر سکے۔ سکندری رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا نماز میں دو باتیں اور بھی ہیں۔ کہ ایک طرف اللہ تعالی چاہتا
ہے کہ بندہ مجھ سے جڑ جائے اور یہ جڑنا نماز سے ہوتا ہے اور اگر
نماز اندذاہ سے زیادہ ہو تو یہ بھی مضر ہے تو اللہ تعالی نے حکیمانہ
انتظام کیا کہ انسان نمازی ہو مگر حرص نہ ہو کیونکہ حرص حقیقت میں
کام کو بگاڑنے والا ہے تو نمازی کو ایک طرف نمازی بناتا ہے اور
دوسری طرف حرص کا انتظام کرنا ہے۔ مثلاً سورج کے طلوع اور
عصر اور مغرب کے درمیان نماز منع کر دی تاکہ حرص نہ کرے کیونکہ
کثرت تعداد نماز سے ایک دن آدمی اکتا جائے گا۔ اور پھر خطرہ ہے
کہ اصل فرض نہ چھوڑ بیٹھے۔ عطاء سکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ نمازوں کے درمیان وقت بھی فراخ رکھا تاکہ نماز فوت نہ ہونے
پائے۔ آدمی یہ عذر نہ کرے کہ وقت تنگ تھا ضروری کام کہ نماز
قضاء ہو گئی۔ اس کے بعد نماز کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے
کہ اسلام میں نماز سب عبادتوں سے اکمل ہے۔
اکملیت۔ کہ عبادت کے دو جز ہیں۔ (1) تعمیل حکم

الٰہی ہو یعنی اللہ کے حکم کو پورا کیا جاوے۔ (2) یہ عظمت خدا تعالی کہ عبادت کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالی کی عظمت کے آگے اپنی عظمت کو مٹانا اور عاجزی کو ظاہر کرنا۔ تو عبادت کے یہ دو جزو ہوئے تو اب باقی چار عبادتوں سے نماز ہی اکمل نظر آتی ہے۔ من استطاع الیہ سبیلا الخ حج۔ روزہ۔ زکوٰۃ ان میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل تو ہے مگر دوسرا جز صرف نماز میں ہے۔ پہلے ہم روزہ کو لیتے ہیں۔ کہ روزہ کی حکمت تو یہ کہ تین محبوب چیزوں کو ترک کرنا کھانا۔ پینا اور ہمبستری کو ترک کرنا ہے اس میں غناء کی شان تو ہے مگر اس میں نماز والی عاجزی نہیں پائی جاتی۔ نیکی کے متعلق ایک بدن کی نیکی یعنی روزہ کتب علیکم الصیام اور ایک مال کی نیکی ینفقون اور ایک انصاف کی نیکی من قبلک وبالاخرۃ ہم یوقنون۔ ومن کیلئے یہ فرض ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے پیغمبر کو مانو۔ حضرت ابوھریرہؓ کو ایک مرتبہ خرماء کی نگرانی کیلیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا۔ ایک شخص تین بار کھجور لینے آیا تو اس شخص نے کہا کہ سونے کے وقت آیتہ الکرسی پڑھا کرتا کہ شیطان تجھ سے دور ہو جائے۔ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعے فرمایا کہ وہ شخص خود شیطان تھا۔ تو یہ بات اسکی صحیح ہے باقی سب غلط ہیں۔ تو ہم نے حق کو انسانوں سے نہیں پرکھنا بلکہ انسان کو حق سے پرکھتے ہیں۔ احمد بن حنبل نے کعب ابن عجرہ المنبر کہ منبر کے قریب آجاؤ منبر کی تین سیڑھیاں تھیں حضور

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات طیبہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں نہ بیٹھے جہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین اسی طرح تینوں پر آمین فرمائی۔ کعب ابن عجرہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تین بار آمین فرمائی۔ فرمایا جبرائیل علیہ السلام آئے اس نے کہا (1) اللہ کی رحمت سے محروم ہوا وہ شخص جس نے رمضان پایا اور نہ بخشا گیا میں نے کہا آمین۔ دیکھو جبرائیل پاک فرشتہ دعا کرنے والا اور آمین کرنے والے پاک پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اسکی قبولیت میں کیا شک ہے؟ آدمی دریاء پر جارہا ہو مگر پیاسا ہو تو اس سے بدبخت کون ہے۔ کہ لب دریاء تشنگی سے مرے۔ (2) ومن بعد ذکرت عندہ فلم یصل علیک اور وہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم ہو جو تیرا نام تو سنے مگر درود نہ پڑھے۔ آج کا مسلمان انگریز کی وجہ سے محمد صاحب کہتا ہے۔ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی لندن کا جج کرکے آیا اس نے محمد صاحب کہا میں نے کہا یہ بدبخت ہے اسے نکالدو۔ (3) کہ اللہ کی رحمت سے بے نصیب ہے وہ شخص کہ جس نے والدین یا ایک کو بوڑھا پایا اور اس نے جنت حاصل نہ کی۔ ترغیب و ترہیب میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے حدیث شریف ہے اذاکان اول لیلتہ من رمضان فتحت ابواب السماء یہ اللہ کا جشن ہے حکم ہو گیا کہ آسمان کے تمام دروازے کھول دو مطلب یہ کہ حقیقت

میں جنت کے دروازے کھل گئے۔ اب بدبخت نہ آئے تو کیا پھر رمضان کے بعد دروازے بند ہوجائیں گے۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس عبد یصلی فی لیلتہ منھا الاکتب اللہ لہ خمس ماۃ الف ڈیڑھ ہزار نماز کا ثواب ایک نماز کے بدلے ملے گا نبی اللہ لہ بیتا فی الجنت من یاقوت حمراء لھا ستون الف باب اس محل کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں۔ حضرت انور شاہ صاحب کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کیا جنت موجود ہے فرمایا ٹکڑا موجود ہے مگر تعمیر عمل کے ساتھ رفتہ رفتہ ہورہی ہے۔ حدیث شریف ویستغفرون سبعون ملکتہ من الفجر الخ کہ ستر ہزار فرشتے مقرر کردئے جاتے ہیں کہ صبح سے شام تک روزہ دار کیلئے بخشش مانگو۔ اٹک سے بخارا تک روزہ خور نہیں۔ صوبہ سرحد 45 لاکھ آزاد قبائل میں کوئی روزہ خور نہین پھر اٹک اس طرف ہندو آباد تھے تو روزہ کی حقیقت ختم ہوگئی۔ بزرگ کا مقولہ ہے کہ روزہ افغانان حج جاران و نماز یمنان و زکوۃ نجد نظیر ندارد۔ یہ چار عبادتیں ایمان کے لحاظ سے تو انسان کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ خصوصیات نماز۔ اب نماز کی خصوصیات کا بیان ہے۔ (1) ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اپنا عجز اور اللہ کی عظمت ہے۔ (2) اللہ تعالی کے جس قدر احکام ہیں سب کے سب کی فرضیت زمین پر ہوئی صرف نماز ہے جو ماوراء عرش یعنی عرش کے اوپر فرضیت ہوئی۔ (3) تیسری خصوصیت یہ کہ نماز کے طریقہ کی تعلیم حکم الہی کے ماتحت ہوئی۔ حدیث شریف کہ جب نماز فرض ہوئی تو

جبرائیل نے دو دن کی دس نمازیں پڑھائیں۔ پہلے دن ساری نمازیں اول وقت میں پڑھائیں اور دوسرے دن آخیر وقت میں پڑھائیں فرض کرلو پہلے دن نماز فجر صبح صادق شروع ہوتے ہی پڑھائی اور دوسرے دن سورج نکلنے کے قریب وقت میں اور فرمایا کہ ان کے مابین نماز کا وقت ہے۔ (4) خصوصیت یہ ہے کہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نماز گویا ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں بدن کے پورے اجزاء مصروف عبادت ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا انسان ایک لحاظ سے زمینی اور ایک لحاظ سے آسمانی ہے۔ فرمایا کہ زمین والی چیزوں کی سب صفتیں ہیں قامت درخت کی طرح۔ کھانا وغیرہ حیوان کی طرح اور جسم جمادات کی طرح۔ اور عالم بالا کی چیزیں اس طرح کہ عرش تجلی گاہ ہے اور قلب بھی تجلی گاہ ہے انسان کا دل و دماغ لوح محفوظ ہے۔ نماز میں روح۔ قرآن اور تسبیح پڑھ کر اثر لیتا ہے اور بدن رکوع و سجود لیکر اثر لیتا ہے تو اس طرح پورے اعضاء مصروف ہیں۔ اور خصوصیت یہ کہ عالم برزخ میں دوسری عبادات کا تقاضا نہ ہوگا ماسواء نماز کے وہ اس وجہ سے کہ مثلاً زکوۃ کا تعلق مال سے وہاں مال نہیں۔ روزہ کا تعلق کھانا سے وہ بھی وہاں نہیں اور حج کا تعلق خانہ کعبہ سے اور وہ بھی وہاں نہیں بغیر نماز کے کہ یہ تو عبادت ہے بندہ کیلئے جس کا تعلق آخرت سے ہے حدیث شریف ہے کہ فرشتے بندہ سے سوال کریں گے کہ تو مومن ہے بندہ کہے گا مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھتا ہوں۔ بلوغ سے موت

تک احکام خدا ہیں مگر مرنے کے بعد نماز کی خواہش ہوگی۔ بعض بزرگوں کا مقولہ ہے کہ اگر اللہ تعالی ہم کو جنت میں بھیجے گا تو ہم کہیں گے کہ اگر نماز پڑھنے کی اجازت ہو تو جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرۃ عینی فی الصلوۃ معنی یہ کہ یہ حق کا مشاہدہ ہے مثال جس طرح آئینہ میں محبوب کی صورت نظر آئے تو اس سے محبت ہوگی تو نماز ایک محبوب کا آئینہ ہے تو اس سے محبت ہوگی اس لئے من الصلوۃ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا فی الصلوۃ۔

— ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا هوا قرب لتقوی—

اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو-عدل کرو اور یہی بات تقوی سے قریب ہے-

— وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله—

اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو لے آو اس جیسی ایک سورۃ-

— وقیل یا ارض ابلغی ماءك ویسماء اقلعی—

اور حکم آیا کہ اے زمین تو اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تو تھم جا-

— بواد غیر ذی زرع عندبیتك المحرم—

کہ جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر (بیت اللہ) کے پاس-

— کم من فئة غلبت فئة کثیرة باذن الله—

بارہا اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب ہوئی ہے-

— یا ایها الذین خذو احذر کم—

اے ایمان والو تم تمام ان تدابیر پر پورا پورا عمل کرو جس میں تمہاری حفاظت اور بچاؤ ہو

— اذبعث فیهم رسولا منهم—

جب بھیجا ان میں پیغمبرؑ انہیں میں سے-

— فیه رجال یحبون ان یتطهروا والله یحب المطهرین—

اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والے کو-

— ان الله اشتری من المئومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة—

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے-

ص — وننزل من القرآن ماهو

ہم نے قرآن سے ایسی چیزوں کو اتارا جو یقین

شفاء ورحمة للمئومنین—

کرنے والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہیں۔

— ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا هوا قرب للتقوی—

اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ عدل کرو اور یہی بات تقوی سے قریب ہے۔

— ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم وایاکم—

تم اولاد کو روزی کی تنگی کی وجہ سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی اور تم کو بھی روزی دینے والے ہیں۔

— این ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیده—

جہاں کہیں تم ہو گے موت تم کو آپکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں۔

— الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوالکم فاخشوهم فزادهم ایمانا و قالو احسبنا اللّٰه نعم الوکیل—

جن کو کہا لوگوں نے کہ مکہ والوں نے تمہارے مقابلے کے لیے سامان جمع کیا ہے سو تم ان سے ڈرو اور زیادہ ہوا ان (صحابہ کرامؓ) کا ایمان اور بولے کافی ہے ہمیں اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔

— یاایها الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللّٰه لعلکم تفلحون—

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

— ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا ماتین وان یکن منکم مائة یغلبوا الفا من الذین کفروا بانهم قوم لا یفقهون—

اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار کافروں پر، اس لیے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔

— انما الخمر و المیسر والا

یہ جو شراب ہے جوا اور بت اور پانسے یہ سب

نصاب والا زلام رجس من عمل الشیطن–

گندے کام ہیں شیطان کے–

– ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا–

اور زنا کے قریب نہ جاؤ یہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے–

– للرجال نصیب مماترك الوالدان والا قربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والا قوبون مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا–

مردوں کا بھی اس میں حصہ ہے جو ماں باپ چھوڑ مریں اور قرابت والے چھوڑ مریں اور عورتوں کا بھی حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ مریں تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ مقرر کیا ہوا ہے–

– یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین–

اللہ تعالی تمہیں تمہاری اولاد کے حق میں حکم کرتا ہے ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے–

– من عمل صالحا من ذکر اوانثی وهو مومن فلنحیینه حیوة طیبة ولنجزینهم اجرهم باحسن ماکانو ایعملون–

جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت ہو اور وہ ایمان پر ہے تو ہم اسے زندگی دیں گے ایک اچھی زندگی اور انہیں عوض میں ان کا حق دیں گے اچھے کاموں پر جو وہ کرتے تھے–

– وجعل منها زوجها لیسکن الیها–

اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام وسکون حاصل کرے–

– هن لباس لکم وانتم لباس لهن–

وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو–

– فکلوه هنیئا مرئیا–

تو اپنی خوشی سے اس کو کھاؤ رچتا پچتا–

— فان کرهمتوهن فعسی ان تکرهوا شیئا و یجعل الله فیه خیرا کثیرا—

پھر اگر وہ تم کو پسند نہ ہوں تو شاید تمہیں ایک چیز پسند نہ ہو اور اللہ تعالی نے اس چیز میں بہت خوبی رکھی ہو۔

— ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین—

جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور تم پر زمین تنگ ہو گئی باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر۔

— یدنین علیهم من جلابیبهن—

نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔

— ضرب الله مثلا کلمة کشجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء—

بیان کی اللہ نے ایک مثال بات صاف ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

— والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربه والذی خبث لایخرج الانکدا—

اور جو عمدہ زمین ہے اس سے غلہ اگتا رہتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے وہ کچھ نہیں اگاتی مگر ناقص۔

— ان الله اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنه یقتلون فی سبیل الله فیقتلون و یقتلون وعدا علیه حقا فی التوراة والانجیل والقرآن—

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں۔

ان کل شی سناما و سنام القرآن سورة البقرة—
یقیناً ہر چیز کا کوہان (بلندی) ہے اور قرآن کا کوہان سورۃ البقرہ ہے—

اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوها قبورا—
اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور انہیں قبریں (قبرستان) نہ بناؤ—

کلام اللّٰہ لا حد لمحامده ولا حد لمکارمه ولا ساحل له—
کلام خداوندی کے محامد کی کوئی حد نہیں اور نہ اس کے فضائل کی کوئی حد ہے اور نہ اس کے دریا کا کوئی کنارہ ہے—

کل میت یختم عمله الا المرابط فی سبیل اللّٰہ فانه ینموعمله الی یوم القیمة—
ہر مرنے والے کے اعمال کا سلسلہ اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے ماسوائے راہ خدا میں جنگی سامان تیار کرنے والے کے کہ اس کا عمل قیامت کے دن تک پھلتا پھولتا رہتا ہے—

فضل کلام اللّٰہ علی سائر الکلام کفضل اللّٰہ علی خلقه—
جملہ کلام پر اللہ کے کلام کی فضیلت اسی طرح ہے جیسے اللہ کی فضیلت اپنی مخلوق پر ہے—

راس الحکمة مخافة اللّٰہ—
حکمت (دانشمندی) کی بنیاد اللہ کا خوف ہے—

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی—
کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے اور سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر پرہیزگاری کے علاوہ اور کوئی برتری حاصل نہیں ہے—

حضرت مطرف سے روایت ہے۔

اتیت رسول اللہ ﷺ وھو یصلی ولجوفه ازیز کازیز المرجل۔

میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے اندر سے ہانڈی کے ابال جیسی آواز آرہی تھی۔

وکان علی وجه ابی بکرؓ خطان من کثرۃ البکاء۔

حضرت ابو بکرؓ کے چہرے پر گریہ وزاری کی کثرت کے باعث دو دھاریاں دکھائی دیتی تھیں۔

سمع عمرؓ رجلا یقراء ان عذاب ربك لواقع فصاح صیحة و خرمغشیا علیه فحمل الی بیته ولم یزل مریضا شهرا۔

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو آیت ان عذاب ربك لواقع پڑھتے ہوئے سنا تو آپ کی چیخ نکلی، بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا اور آپ ایک مہینہ بیمار رہے۔

خیر کم من تعلم القرآن و علمه۔

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اس کی تعلیم دے۔

من عال ثلث بنات او مثلهن من الاخوات فادبهن و رحمهن حتی یغنیهن اللہ اوجب اللہ له الجنة فقال رجل یا رسول اللہ ﷺ اواثنتین قال اواثنتین۔ (مشکوۃ شریف)

جس نے تین بیٹیوں یا ان جیسی بہنوں کی کفالت کی انہیں ادب سکھایا اور ان پر شفقت کی حتی کہ وہ اللہ تعالی انہیں اس کے نتیجے میں غنی کر دے تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالی نے جنت واجب کر دی۔ آدمی نے عرض کی اے اللہ کے پیغمبر ﷺ اگر لڑکیاں دو ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا چاہے دو ہی ہوں۔

من عال ثلث بنات فادبهن و

جو شخص تین بیٹیوں کی کفالت کرے ان کو

زوجهن واحسن اليهن فله الجنة- (و ابودائود شريف)

ادب سکھائے، ان کی شادی کرے اور ان سے حسن سلوک کرے تو اس کے لیے جنت لازم ہو جاتی ہے-

من كان له بنتان فربا هما حتى تبلغا فزوجهما وجب له الجنة-

جس کی دو بیٹیاں ہوں تو وہ ان کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں پھر ان کی شادی کر دے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے

ماضرب رسول اللهﷺ شيئا قط بيده ولا امراة و لاخادما الا ان يجاهد فى سبيل الله-

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو کوئی چیز نہیں ماری نہ عورت کو اور نہ خادم کو مگر یہ کہ آپ راہ خدا میں جہاد کر رہے ہوں-

خدمت رسول اللهﷺ عشر سنين فما قال لى اف ولا لم صنعت ولا الا صنعت-

میں نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی دس سال خدمت کی تو آپ نے مجھے کبھی اف نہیں کہا اور نہ یہ کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور نہ یہ کہ ایسا کیوں نہیں کیا-

خيركم خيركم لاهله وانا خيركم لاهلى-

تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم میں سے اچھا ہوں-

استوصوا بالنساء خيرا فانهن عوان عندكم-

عورتوں کے بارے میں بھلائی کا رویہ اختیار کرو کیونکہ وہ تمہاری مددگار ہیں-

خير متاع الدنيا المراة الصالحة-

دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے-

الكواكب قناديل بين السماء

ستارے آسمان اور زمین کے درمیان نور کی

والارض بسلاسل من النور—

زنجیروں میں بندھی ہوئی شمعیں ہیں۔

لایقبل العمل الا صوابا ولا یقبل العمل الا اذا کان باخلاص—

وہی عمل قبول کیا جائے گا جو ٹھیک ہو اور وہی عمل قبول کیا جائے گا جس میں اخلاص ہو۔

اللھم اجعل عملی و ارزقنی اخلاصا—

اے اللہ! میرے عمل کو شرف قبولیت سے نواز اور مجھے اخلاص عطا فرما۔

کانت بنوا اسرائیل تسئوسھم الانبیاء کلماھلك نبی خلفه بنی و انه لا نبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون—

بنو اسرائیل کے امور سلطنت انبیاء چلاتے تھے جب کسی نبی کا وصال ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی لے لیتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور عنقریب بہت سے خلفاء آئیں گے۔

انی احدث نفسی بالشئی لان اکون حممة احب الی من ان اتکلم به قال الحمد للّٰه الذی ردامره الی الوسوسة—

میرے دل میں برے خیالات پیدا ہوتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جاتا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ان خیالات کو زبان کی نوک پر لاؤں۔

الصلوة من الذین بمنزلة الرأس من الجسد—

دین میں نماز کا مقام ایسے ہے جیسے جسم میں سر کا مقام۔

کان اصحاب رسول اللّٰه ﷺ لا یرون شیئا من الاعمال ترکه کفر غیر الصلوة—

رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نماز کے علاوہ کسی اور عمل کے ترک کرنے کو کفر قرار نہیں دیتے تھے۔

اذا توضا العبد المسلم فغسل وجهه خرج من وجهه کل خطیة نظرالیھا

جب مسلمان بندہ وضو کرتے ہوئے اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر

بعينه مع الماء—

وہ گناہ پانی کے ہمراہ نکل جاتا ہے جس میں اس نے کسی کی جانب اپنی آنکھ سے دیکھا تھا—

فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطية كان بطشتها يداه مع الماء—

پھر جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے وہ تمام گناہ دھل جاتے ہیں جنہیں اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا—

واذا غسل رجليه خرج كل خطية مشتها رجلاه مع الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب—

اور جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے وہ جملہ گناہ بہہ جاتے ہیں جس میں اس کے دونوں پاؤں چل کر گئے تھے— یہاں تک کہ وہ وضو کرنے کے بعد گناہوں سے صاف ہو کر نکل آتا ہے—

من توضافا حسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت اظفاره—

جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا اس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں— یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں—

اللهم ارشد الائمة واغفر للمؤذنين—

اے اللہ! اماموں کی رہنمائی فرما اور مؤذنین کی بخشش فرما—

ان الله و ملائكته يصلون على الصف الاول قالوا يا رسول الله ﷺ و على الثانى قال ان الله و ملائكته يصلون على الصف الاول قالوا يا رسول الله ﷺ و على الثانى قال و

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں— صحابہؓ نے عرض کی اے اللہ کے پیغمبر ﷺ اور دوسری پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں—

علی الثانی—

صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور دوسری صف پر آپ ﷺ نے فرمایا ہاں دوسری صف پر بھی—۔

لان اصلی رکعتین بالمسواك احب الی من سبعین رکعة بغیر المسواك—

مسواک کر کے جو دو رکعتیں پڑھی جائیں وہ بغیر مسواک والی ستر (٧٠) رکعتوں سے مجھے زیادہ محبوب ہیں—

تفضل الصلوة التی یستاك لها علی الصلوة التی لا یستاك لها سبعین ضعفا—

جس نماز کے لیے مسواک کیا جائے وہ بغیر مسواک والی نماز پر ستر (٧٠) گنا فضیلت رکھتی ہے—

من بنی للّٰه مسجدا بنی اللّٰه له بیتا فی الجنة—

جس نے اللہ کی خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کی اللہ تعالی اس کے لیے بہشت میں گھر بنائیں گے—

خیرالبقاع المساجد و شرالبقاع الاسواق—

بہترین مقام مساجد ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں—

احب البلاد الی اللّٰه مساجدها و البغض البلاد الی اللّٰه اسواقها—

اللہ کے ہاں شہروں میں سے بہترین مقامات اس کی مسجدیں ہیں اور اللہ کے ہاں شہروں میں سے ناپسندیدہ مقامات اس کے بازار ہیں—

مجلس ساعة مع اهل اللّٰه خیر من عبادة سبعین سنة—

اللہ والوں کے پاس ایک لحظہ بیٹھنا ستر (٧٠) سال کی عبادت سے بہتر ہے—

وجعلت قرة عینی فی الصلوة—

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے—

ان اھم امورکم عندی الصلوۃ من خفظھا و حافظ علیھا حفظ دینه و من ضیعھا لما سواھا اضیع۔

میرے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ ضروری کام نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی اور اس کی پابندی کی اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا اور جس نے اسے ضائع کر دیا وہ باقی چیزوں کو زیادہ ضائع کرے گا۔

آذا توضئا العبد ثم جاء الی المسجد فھو فی الصلوۃ مادام ینتظر الصلوۃ۔

جب بندہ وضو کرلے پھر مسجد میں آئے تو وہ نماز کی حالت میں سمجھا جائے گا جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا رہے۔

ماتقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیه۔ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبته فاذا احبته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصرہ الذی یصربه ویدہ التی یبطش بھا و رجله التی یمشی بھاوان سالنی لا عطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه۔

بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قرب اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے ان میں سے کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی اور بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرنے لگوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دوں

گا اور اگر مجھ سے پناہ طلب کر لے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔

من تقرب منی شبرا تقربت منه ذراعا ومن تقرب منی ذراعا تقربت منه باعا ومن اتانی یمشی اتیته هرلة و من لقینی بقراب الارض خطیئة لایشرك بی شیئا لقیته بمثله مغفرة۔

جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہو میں ایک گز اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو ایک گز میرے قریب ہو تو میں اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو میرے پاس آہستہ چلتے ہوئے آئے تو میں اس کے پاس دوڑتے ہوئے آتا ہوں اور جو شخص مجھ سے ملے گا زمین کے مطابق گناہ لے کر اور وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو اس کو ملوں اس قدر بخشش لے کر۔

لاتزول قدما ابن ادم یوم القیمة حتی یسئل عن خمس عن عمره فی ما افناه و عن شبابه فی ما ابلاه وعن ماله من این اکتسبه و انفقه و عن العلم ماذا عمل به۔

آدم کا بیٹا قیامت کے دن قدم نہیں اٹھا سکے گا جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق پوچھا نہیں جائے گا۔ ۱- اپنی عمر کہاں اور کیسے گزاری۔ ۲-جوانی کیسے گزاری۔ ۳- مال کس طرح کمایا۔ ۴- اور کہاں خرچ کیا۔ ۵- اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔

ان خلق احدکم یجمع فی بطن امه اربعین یوما ثم یکون علقة مثل ذالك ثم یکون مضغة مثل ذالك فیرسل اللّٰه الملك فینفخ فیه الروح و یومر

بے شک تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی صورت یہ ہے کہ چالیس دن نطفے کو پیٹ میں رکھا جاتا ہے پھر یہ نطفہ جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے پھر

باربع كلمات بكتب رزقه واجله و عمله وشقى اوسعيد فوالذى لااله غيره ان احدكم ليعمل بعمل اهل الجنة حتى مايكون بينه و بنيها ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل النار فيدخلها وان احدكم ليعمل بعمل اهل النار حتى مايكون بينه و بينها الا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل الجنه فيدخلها۔

چالیس دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے اس کے بعد خداوند تعالی اس مضغہ کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو (اس کی لوح تقدیر پر) اس کے اعمال، موت، رزق، بدبخت یا نیک بخت چار امور کو لکھتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جب کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے سے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے اس کا نوشتہ تقدیر اس پر غالب آتا ہے اور وہ دوزخیوں کے کام کرنے لگتا ہے سو اس میں داخل ہوتا ہے اور ایک شخص دوزخیون کے کام کرنے لگ جاتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے کام کرنے لگ جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔